

فَاسْأَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ

ترتیبہ العشاق



ملفوظات جامع شریعت و طریقت و اقصیٰ رموز معرفت و حقیقت
قطب الاقطاب الحاج شاہ سید محمد زوقی قدس سرہ العزیز

مرتبہ

کیپٹن و احد بخش سیال بی۔ اے

محفل ذوقیہ کراچی

**Collection of Prof. Muhammad Iqbal Mujaddidi
Preserved in Punjab University Library.**

پروفیسر محمد اقبال مجددی کا مجموعہ
پنجاب یونیورسٹی لائبریری میں محفوظ شدہ

130561

ناشر:- "محل ذوقیہ ڈرون ہاؤس۔ لیلی روڈ۔ کراچی ۷"۔

مطبوعہ:- ضیاء برقی پریس۔ فریر روڈ۔ کراچی

۱۹۵۸ء

۱۳۷۷ھ

قیمت

مطبوعات عالم محفل ذوقیہ

تصانیف حضرت مولانا الحاج سید محمد ذوقی شاہ صاحب

صفحہ ۲۴	۵	مجلد (اصطلاحات تصوف پر بیحد ذخیرہ معلومات قیمت ۹-۰-۰)	ستر و لبرال
صفحہ ۶۵۰	۵-۰-۰	مضامین ذوقی	
	۲-۸-۰	مضامین ذوقی (انگریزی)	
صفحہ ۲۶۲	۲-۲-۰	روحانی ناول صفحات	بادۂ وساغر
	۰-۸-۰	صوفی ازم (انگریزی)	
		حضرت م کا سفرنامہ حج معہ ارکان - حج کی روحانی حقیقت اور شہ عی	حج ذوقی
		مسائل کے علاوہ دیگر ضروری معلومات (الکیشن و لحد بخش سیال بی ۱۰-۰) ۱۲-۰-۰	

ملنے کا پتہ

محفل ذوقیہ

ڈون ہاوس - ہلی روڈ - کراچی نمبر ۴

فہرست مضامین تربیت العشق

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۵۳	امام وقت کی خصوصیات	۲۶	محمد	۱	مقدمہ
"	اولیاء کرام کی تعلیم و مسائل کے بعد بھی	"	اللہ کی مہتی کا ادراک اپنی ہستی سے	"	حمد و ثنا
۶۰	جہاد کی ہستی ہے لیکن زیادہ مزہ ہے	۲۸	آغاز سفر کون آیام میں شروع ہے	۱۱	حقیقت انسان
"	مسلمان کی کامیابی کا گہر	"	پھول کی شان دکھانے کے لئے	۱۳	مقصد حیات
"	رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا	"	کانٹوں کا وجود لازمی ہے	۱۵	سلوک الی اللہ
۶۱	تین میل تک رعب	"	قرآن و حدیث میں مذکورہ وظائف و	۲۸	ایک اعتراض کا جواب
۶۲	ولایت نبوت سے افضل ہے	"	مسئلات کے بارے میں اجازت کی ضرورت نہیں	"	منصب شیخ
۶۳	عبدیت	۲۸	مادر زاد دینی	۲۸	ملفوظات کی اہمیت
"	سونا انٹھل سے یا چانگنا	۲۹	سانپ و بوی سما جان سے زیادہ	۳۰	دور حاضر میں حضرت اقدس ملفوظات کی اہمیت
"	گناہ سے ولی کے عرفان میں اضافہ	"	لطیف مزاج ہے	"	دنوی معاملات میں مستعدی
۶۵	اور محبت میں کمی	۵۸	برکات مصائب	۳۱	توکل علی اللہ
"	جمادات اور نباتات میں بھی حیات ہے	۵۱	حضرت حاجی امداد اللہ صاحب	۳۲	گناہگاروں پر شفقت
"	جلال میں بھی جمال ہے	"	مہاجر تکی کا انکسار	"	کمال عرفان اور شان بقائیت
۶۶	پہلے زمانہ کی نسبت آجکل بزرگ	۵۱	بہشتی کے سیدھے کی نذر	۳۳	عشق الہی
"	زیادہ ہیں	۵۲	ایک محترمہ کو آخری دعوت	"	وسعت نظر
"	کنجوسی کی نسبت فضول خرچی کے تعلق	۵۳	ضرورت شیخ	۳۵	کشف و کرامات سے اجتناب
"	زیادہ سخت و غیر ہے	۵۴	ساو کبھی سوئی اور سلوک کبھی نہ ہی	۳۸	جزیرہ جہاد
"	حضرت اقدس کو حضرت حاجی صاحب	۵۴	تبرکات میں شفاء	"	پاکستان بنانے میں آپ کا ہاتھ
۶۷	اور مولانا گیسوی سے خلافت	۵۵	وسادس کی وجہ سے شرم محسوس کرنا	۳۹	ادبی ذوق
"	حقیقی پاکستان کب بنے گا	"	علم مستند بیان ہے	۴۰	تصانیف
۶۸	وحدت الوجود	"	حقیقت انسان حقیقت	"	ترتیب ملفوظات
۶۹	حقیقت عرس	"	کعبہ سے افضل ہے	۴۱	آداب ملفوظات
۷۰	قبض اور کیفیت کے تبدیل و تغیر میں حکمت	"	حقیقت عبد حقیقت قرآن سے	۴۵	ملفوظات جمع کردہ حضرت شاہ شہید اللہ
۷۱	سلوک اور شادی	"	افضل ہے	"	صاحب لیلناؤ
"	ساری کائنات ایک ناچ ہے	۵۶	نجات میں برکت	"	مقصد براری کے لئے سلسلے کا اکیس عمل
۷۲	کائنات کیا ہے اپنے آپ کو دیکھنا	۵۷	اولیاء کے پان دشا کا ہر ایک کیا ہے؟	۴۷	آداب محفل سماع
"	نفس کل	۵۸	محمد صلی جناب کو غیبی امداد	"	اولیائے کرام اور عجب گویوں کی کرامت میں حق

۱۲۳	سن و حال کا فرق	۸۸	سجلیات میں تکرار نہیں	۷۳	حقیقتِ معراج
۱۲۴	شجرِ موسیٰ	۸۹	قرآن مجید باواز بلند پڑھنے میں احتیاط	۷۴	عبادت
•	مسئلہ خیر و شر	۹۰	قرآن پڑھنے کا طریقہ	۷۵	یافت اور نایافت
۱۲۵	ضرورتِ شیخ	۹۱	انتہا پر نظر	۷۶	قبض و بسط
•	عشق و سرفروشی	۹۲	اپنی مشغولیت کا امتحان	۷۷	مصرفیت میں توجہ الی اللہ کا طریقہ
۱۲۶	تعویذ و دروزہ	۹۳	عذر ترکِ جماعت	۷۸	مشرکوں کا اعتقاد
۱۲۷	مولانا کریم رضا صاحب	۹۴	ملفوظات پڑھنے کے آداب	۷۹	ملفوظات جمع کر وہ
۱۲۸	مولانا کریم رضا صاحب کے طالب الف کے حضور میں	۹۵	عشق کا امتحان	۸۰	جناب کیسٹن واحد بخش صاحب سیال
۱۲۹	اخفا و اولیاء کرام	۹۶	عروج و نزول		(دی - اے)
۱۳۰	فقران ارت کے پرزہ میں	۹۷	توکل	۸۱	حضرت محبوبؒ بھی رضی اللہ عنہ کو
۱۳۱	ذکر بہ وقت اکل و شرب	۹۸	کوشش اور توکل	۸۲	ہندی زبان کیوں محبوب تھی
•	مہم سر کرنے کا عمل	۹۹	خوف موت کا علاج	•	سما
•	شک و بد میں فرق	۱۰۰	شکوہ اقبال کی حقیقت	•	شانِ محبوبیت کا ثبوت
•	خدمتِ خلق عبادت ہے	•	سدا سہاگی	•	اولیاء اللہ کی کسی حرکت پر اعتراض نہ کرے
•	عشاق کے لئے حساب و کتاب نہیں	۱۰۲	اولیاء کے کرام کی خدمت میں بلا و نحو جانا	•	سعیاہ عشق
۱۳۲	مصائب کے برکات	•	سجادہ نبی ہے	•	شیطان کا وجود
۱۳۳	مصیبت میں شکر کرنا	•	اسمِ عظیم	•	رحمتِ ایزدی کی شان
۱۳۴	سراک کا حقیقی نصب العین	۱۱۰	اپنے ایمان کا امتحان	•	دعا کے کلمہ
•	کم خوردن یا بسیار خوردن	۱۱۱	طریقہ ذکر	•	غارِ جمعہ خواجہ غریب نواز کی امامت میں
۱۳۵	حیرت محمودہ و حیرت مذکورہ	۱۱۲	برکتِ ذکر	•	قوتِ ایمان
۱۳۶	حبیب اللہ اوگروو	•	حقیقتِ وتر	•	قندل کا واقعہ
•	سورہ فاتحہ کے اثرات پر	۱۱۳	وحات اور کثرت	•	بہار کے گیتان کا مسلمان ہونا
۱۳۷	سرمین و الطرول کی حیرت	•	گوشت کھانے کے فوائد	•	عرس کے وھکوں میں برکت
•	برکاتِ بلا	۱۱۴	خیال کی قوت	•	خواجہ غریب نوازؒ کی عطا کا زراہ طریقہ
•	آزمائشِ عشق	۱۱۵	جنات کا تھنہ	•	حق تعالیٰ کا اصلی نام کیا ہے؟
•	برکاتِ بلا	•	موت کی محبت	•	توحید
۱۳۸	برکاتِ بلا	•	کافر شاہ صاحب	•	ذکر اللہ سے طرح ہر وقت قائم رہ سکتا ہے
۱۳۹	آزمائشِ عشق	•	پتہ میں ساز	•	منظور کا کمالِ نظیر کی بصورتی میں ہے
•	آزمائشِ عشق	•	رتی شاہ صاحب	•	انبیاء علیہم السلام معصوم
۱۴۰	آزمائشِ عشق	•	محبوب کی حقیقت	•	اور اولیاء محفوظ
•	اولیاء اللہ کی خدمت میں	۱۲۱	عرب کا حسن	•	
•	حافظی کے آداب	۱۲۲			
•		۱۲۳			

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۱۹۶	حضرت عمرؓ اور ہرمزان	۱۷۹	خواجہ حسن کی ہردلعزیزی	۱۵۵	فقیری آسان مشیخت مشکل
۱۹۷	چہ منزل بود شب جائے کہن بودم	۱۸۰	نزول بلا بھی رحمت ہے	۱۵۶	موسیقی کا اثر
۱۹۸	کا شان نزول	"	عزت کا مستحق	۱۵۷	اسم رحیم کی تعریف
۲۰۰	ہر چیز اپنی ضد سے پہچانی جاتی ہے	۱۸۱	شیطان میں گمراہ کرنے کی	"	خدمت خلق
۲۰۱	ہندوستان چشتیوں کا در شہ ہے	"	طاقت نہیں	۱۵۸	حفظ مراتب
۲۰۲	اولیاء اللہ کو ان کی جگہ سے	"	عربوں کے متعلق پیشین گوئی	"	علم غیب
"	کوئی نہیں جہاں سنا	۱۸۲	یکمیل سلوک سے کیا مراد ہے	۱۵۹	سماع
"	ہندوستان میں سماع	۱۸۳	علامات شیخ خرائط بیعت	۱۶۰	سماع سنی سلسلہ میں ممنوع نہیں
۲۰۳	رات کو کنگھی کرنے کی برکت	"	تجدید بیعت	"	حضرت فوٹ اعظمؒ اور سماع
۲۰۴	عارف اور غیر عارف میں	۱۸۴	کلمہ طیبہ کے معنی	۱۶۱	امام ابو حنیفہؒ اور سماع
"	بارکب فرق	۱۸۷	شیخ بھی خلفائے راشدین میں	"	امام احمدؒ جنبلؒ اور سماع
۲۰۵	رضوان شریف کی کیفیات	"	شامل ہے	۱۶۲	ماضی اور حال کے مجاہدہ میں فرق
"	ستر سہار کلمہ کی برکت	۱۸۷	اختلاف رحمت ہے	۱۶۳	حضرت مولانا فخرؒ اور ان کے خلفاء
۲۰۶	دنبل درود ونداں اور دساؤں	۱۸۸	سخاوت کی فضیلت	۱۶۵	یقین
"	مسلمانوں پر عذاب نازل	"	تعلق باللہ	۱۶۶	پوم کی تعریف
"	نہ ہونے کی وجہ	۱۹۰	حضرت فضیل ابن عیاضؒ	"	شرعیات کی زکوٰۃ اور طہارت کی زکوٰۃ
۲۰۸	جناح گانہ صحری ملاقات	۱۹۱	نہم قرآن کا بہترین طریقہ	"	جھوٹا خواب بیان کرنا اللہ پر چھوٹ بولنا
۲۰۹	مسلمانوں کی نجات	"	اور	۱۶۷	رمضان کی چوبیسویں کا ورد
"	سیف قاطع اور جگ	"	قرآن کے انگریزی ترجمے	"	قیانہ نجوم اور علم جفر میں
۲۱۰	ظہور قیامت	"	اولیاء اللہ کی صحبت میں ٹھینے والا	"	شق القمر کے بعد فرق
"	موت کے بعد ترقی	۱۹۲	ششقی نہیں ہوتا (حدیث)	۱۶۹	نبت کے برکات
"	صحبت عمل سے بڑھ کر ہے	"	معراج شریف	"	صحت رسول صلی اللہ علیہ وسلم
۲۱۱	موت کو قریب سمجھنا چاہئے	۱۹۳	موسیقی	۱۷۰	حضرت عمرؓ کا عشق رسول صلعم
۲۱۲	روحانی فیضان اور بیماری	"	روح انسان قدیم ہے یا حادث	۱۷۱	بندہ کے لئے نقص اللہ کے لئے خوبی
۲۱۲	تاکید نماز کا راز	"	وحدت الوجود	"	نور محض پیکر رسول میں
۲۱۳	نماز کا حسن طریقہ	۱۹۴	موت کے بعد ترقی	"	سلوک میں آرام کی ضرورت
"	رزقیت بلال	"	نماز میں انہماک	"	خواجہ صاحب کے مزار پر
۱۷۴	علم غیب کیا ہے؟	"	الوجہل اور ابولہب کی خودی	"	حاضری کے برکات
۱۷۵	کشف زکرات کی حقیقت	۱۹۵	صدیق اکبر کی خنائت	۱۷۲	ڈاکٹر عبدالعزیز صاحب
۱۷۶	رسول اللہ صلعم کی شفقت	۱۹۶	دولت مندی سے بڑنا چاہئے	۱۷۸	درگاہ شریف میں مسند پر بیٹھنا

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۲۵۵	حضرت اقدس کا تصرف خاص	۲۳۴	اصل ایمان	۲۱۶	غیر اللہ سے مانگنا شرک ہے
۲۵۶	مقبولیت کا انکشاف	۲۳۵	بزرگوں کی تصانیف		مغلوب الحال ہونے سے
۲۵۷	میری تعریف مت کرو	۲۳۷	مولوی محمد سعید نبازی	۲۱۷	ترقی رک جاتی ہے
۲۵۸	اللہ کے حضور میں بیٹی	۲۳۸	توبہ سے اللہ کتنا خوش ہوتا ہے	۲۱۸	حضرت ابو یوسف درانی اور قاتلان
۲۵۹	ولایت و نبوت	۲۳۹	اللہ کو بندہ سے محبت	۲۲۱	عبدیت
"	حبس دم	۲۴۰	پابندی نماز	"	حضرت شاہ وارث حسن کی روش
۲۶۰	ترک دنیا	"	انواع تجلیات	۲۲۲	مولانا گنگوہی کا اوراک لطیف
۲۶۲	حقیقت پر وہ	۲۴۱	روح کی طاقت اور زندگی	۲۲۳	اذکارِ حلقہ و بزرخ شیخ
۲۶۳	قطب صاحب کی شان	"	فتح ہندوستان کے متعلق	"	تین دلوں کی طاقت
۲۶۴	صحابہ کرام کی افضلیت	"	حضرت اقدس کا رویا	"	غیر شرعی شکل دیکھ کر اعتراض نہ کرے
"	حضرت غوث الاعظم کی ایسی تربیت	۲۴۲	تندرستی میں بیماری کی کسر	۲۲۴	جمہوریت (۱)
"	وساوس پر گزشت نہیں	"	مراتب فنا	"	اعلیٰ وارث حال حقیقی حال ہے
"	ترکیہ یقینیہ تجلیہ اور تخلیہ	"	نسبت سے زمانہ کی پہچان	۲۲۵	حضرت صابر صاحب سے ملاقات
۲۶۵	ہندو دھرم اور ترک دنیا	"	معراج شریف اور مکان و زمان	۲۲۷	صابری عرس کی اہمیت
"	فیض صحبت	۲۴۳	کرشن اور رام	"	صواب سے کد رکھنے والے کا نہیں
"	تیرا کا غلط استعمال	"	حضرت مولانا روم کا مرید ہونا	"	مسلم اور مومن میں فرق
"	سب جننی	۲۴۴	ایک ہندو ماشر کا سوال	۲۲۸	مناظرہ سے قلب سخت ہوتا ہے
۲۶۶	دیارت حاجی ملنگ مبارک بھٹی	"	اور حضرت کا جواب	"	لطائف ستہ
"	امیرن کے پیر ہیں	۲۴۸	کشف قبور پر کسب مکالمہ	۲۲۹	دفع طاعون کے لئے عمل
۲۶۷	شراب پھٹ گئی	"	شاہ عبدالعزیز صاحب کی بصیرت	۲۳۰	جمعہ کے برکات
۲۶۸	حاجی صاحب کا لہذا حضرت سراقہ کی	۲۵۱	شاہ عبدالقادر گنگوہی	"	سورۃ تعابن کے برکات
"	اسما کے اذریہ	۲۵۲	ترجمہ اور بے معنی اور	"	پیسچک کا گندہ
"	معاملات میں راست بازی	"	سیرۃ ارفی الارض کی تفسیر	۲۳۱	حساب دینے والے گھانے میں ہیں گے
۲۷۱	داارات کی اصلاح	۲۵۳	مجدد کی زبان	۲۳۲	تالیف دین کا صحیح طریقہ
"	تعلیم و تربیت کا صحیح طریقہ	"	ہندو کی سیاست	"	جمہوریت (۲)
"	سر محمد رفیق کا مجاہدہ	۲۵۴	محمّد فاروق احمد کا وصال	۲۳۳	اتباع عملی و حالی
"					تصوف اور آنحضرت کی تعلیم

پیش لفظ

زیر نظر کتاب "تربیت العشاق" پاک و سہل کے مشہور و معروف بزرگ حضرت شیخ المشائخ شاہ سید محمد ذوقی کے کلمات طیبات کا مجموعہ ہے جنہیں برادر عزیز کیپٹن واحد بخش سیال بی۔ اے نے جمع کیا۔ حضرت شاہ صاحب کا وصال ۱۳۷۷ھ بمطابق ۱۹۵۷ء بمطابق جبل رحمت کے قریب میدان عرفات میں ہوا۔ ہم مشرب بھائیوں کی خواہش پر ادارہ "مخمل ذوقیہ" طالبان راہ مولیٰ کی تعلیم و تربیت و اہل دل حضرات کے انبساط روحانی کے لئے ان "انوار ذوقی صابری" کو ۱۳۷۷ھ میں نشر کرنے کا شرف حاصل کر رہا ہے۔ یہ مجموعہ رہروان راہ عرفان کے لئے ایک ایسا فرس معرفت ہے جس کی زمیں بوسمی میں شرف معرفت پہنچا ہے اس میں وہ تجلیات محرم راز ہیں جس کی ضیا پاشیاں دل عشاق کے لئے فروغ عید کا سامان ہتیا کرتی ہیں۔ وہ عرفات طریقت ہے جس پر گامزن ہوتے ہی "ساحل نجات اخروی" تک رسائی آسان ہو جاتی ہے۔ یہ وہ "خندانہ جمال" ہے جہاں پہنچتے ہی بادہ لوشان معرفت "مستی جام ذوقی" سے مستی عرفان حاصل کر سکتے ہیں۔ ان کلمات طیبات میں وہ "انوار باغ مدینہ" چہلک رہے ہیں جس کی خوشبو لاهوتی کی ہلک عشق کی اس منزل تک رہنمائی کرتی ہے جس کی فضا ہر لحظہ "ترشح اسرار" کے قدسی تقاطع سے تروتازہ رہتی ہے۔ ہماری دعا ہے کہ مولیٰ تعالیٰ اس "وادی تجلی کلمات طیبات" کے انوار و برکات عام فرماوے اور جملہ متنوسلین و معتقدین کو عشق و محبت کے فیضان سے سرفراز فرمائے۔ آمین

خادم سلسلہ وارث حسنی
محمد حسین بڑے
(سابق خطیب جامع مسجد بھٹی)

سن وصال حضرت قدس ۱۳۷۰

سن اشاعت کلمات طیبات ۱۳۷۷

سرفراز مجھو عہ امید و بیم
بسم اللہ الرحمن الرحیم

مقدمہ

مستطبر

حقیقت النیان بقصید حیات و طرب فی قصید

حمید و ثنا

خدا در انتظار حمد و نعت	عجز چشم بر او نشاند
خدا در آفرین مسکن عالم	تکرار کلام و کلام
مناجات اگر بگوید کلام	بہر وقت کلام نشاند
بجواز آرزو خواہم شکر را	مرا با کلام و کلام
و گلب و گلب و گلب و گلب	
سکن از حجاب و حجاب و حجاب	

تشکر کیا مجال ہے بشر کو کہ حق شکر ادا کرے اور یہ تصور نہیں کہ وہ اپنے کلام سے
 آدم کو تکبر اطلاق سے نابلد کرے یعنی اللہ ہی بخشنے والا اور اس کے بارے میں وہ کلام لکھتا ہے
 کہ اسے اپنے فضل و کرم سے نابلد نہ کرے اور وہ اپنے کلام سے اپنے کلام سے نابلد نہ کرے
 حقیقی کا پتہ بتا دے اور اس کے فضل سے نابلد نہ کرے اور اس کے کلام سے نابلد نہ کرے
آئبلد کتاب زیر مطالعہ کتاب اللہ ہے اور اس کے کلام سے نابلد نہ کرے اور اس کے کلام سے نابلد نہ کرے
 مرثیہ حضرت شاد سے ہے جس میں ہے کہ اللہ ہی بخشنے والا اور اس کے بارے میں وہ کلام لکھتا ہے
 کے موقوفات ربع فقہ اور حج حیات خداوندی اور اس کے بارے میں وہ کلام لکھتا ہے

موجودہ زمانے میں جبکہ نئے ایجادات اور نئے نظریات مثلاً اشتراکیت COMMUNISM سوشلزم
 SOCIALISM سرمایہ داری CAPITALISM مادہ پرستی MATERIALISM جمہوریت اور فسطائیت وغیرہ
 نے دنیا بھر کی فضا مکدر کر رکھی ہے اور قدم قدم پر معنی اور چپہ چپہ پر بچیدگیاں پیدا کر دی ہیں۔ حضرت
 اقدس کا وجود مسعود ہر طبقہ کے افراد کے لئے خواہ وہ طلب دنیا یا مغربیت کی زد میں نہ رہے کتنے ہی
 دور ہو گئے ہوں ایک کھل دریں حیات ہے اس وجہ سے کہ آپ قدیم ہلی گڑھ کالج کے گریجویٹ ہونے
 کی حیثیت سے علوم قدیم و جدید کے بخوبی واقف۔ تہذیب نو کی گھاٹوں سے آگاہ اور قومی NATIONAL
 اور بین الاقوامی INTERNATIONAL حالات سے آپھی طرح آگاہ تھے۔ انسان کامل۔ ولی اللہ اور عارف باللہ
 ہونے کی حیثیت سے آپ پر حقیقت اشیا اور اسرار و رموز کون و مکان عیاں تھے۔ آپ کے ملفوظات
 یعنی مجموعہ تقاریر میں حیات انسانی کے تمام مسائل۔ پیچیدگیوں اور دشواریوں کے حل موجود ہیں۔ خاص
 طور پر وہ مسائل جن پر ٹی روٹنی کے حضرات اور علماء کرام کے درمیان بے حد اختلاف ہے۔ پر وہ سائنسی
 نوادگرافی، سیمینا، مشاہدہ مشن، مذہب و سائنس، مذہب و اشتراکیت، مذہب و جمہوریت و مادیت و
 سرمایہ داری پر اصولی مذہب کے اندر اندر فارقانہ اور آزادانہ بحث کی گئی ہے۔ اور حقیقی اسلامی نظام
 منصب نظام و منصب علمائے دین اور ملک کی داخلی و خارجی پالیسی کے متعلق وہ زرین نکات بیان
 کئے گئے ہیں۔ جو حکومت اور پبلک کے لئے مشعلی راہ ہیں۔ علاوہ ازیں خصائل مذہب سے نجات پانے
 اور سعادت پیدا کرنے۔ روحانی قوت کو بڑھانے، کشف و کرامات کی سلاخیت حاصل کرنے اور
 فانی الرسول اور فانی اللہ ہو کر متعلق باخلاق اور شریعت کے اور منصب خلافت الہیہ کی اہمیت پیدا کرنے
 کے اصول اور طریق پر کتاب پڑھا ایک کھل درس ہے جس سے نہ صرف مبتدعی اور متوسطین ہدایت
 حاصل کر سکتے ہیں۔ بلکہ مشعلی و اہلین کے لئے بھی معرفت الہی سے متعلق نادر اسباق اور نئے
 نکات موجود ہیں۔

سطور ذیلی میں نئی روحانیت SPIRITUAL SCIENCE سے زیادہ واقفیت نہ رکھنے والے حضرات
 کے لئے عام تمام الفاظ میں حقیقت انسان، مقصد حیات، طریق حصول مقصد اور ملفوظات کی اہمیت
 اور انسان کامل کے منصب پر روشنی ڈالی گئی ہے تاکہ یہ معلوم ہو سکے کہ حق تعالیٰ کی
 شانیں کمالیہ کا پتہ کون کونسا (انسان) کس غرض کے لئے دنیا میں بھیجا گیا ہے اور وہ غرض کس طرح پوری

ہو سکتی ہے۔ کیونکہ جب تک حقیقت انسان اور مقصد حیات معلوم نہ ہو حصول مقصد کیونکر ممکن ہو سکتا ہے۔
 حقیقت انسان حیات انسانی کے کئی پہلو ہیں۔ اول یہ کہ انسان خلاصہ کائنات ہے۔ جو کچھ کائنات میں بالتفصیل موجود ہے وہ انسان میں بالاجمال ہے یہی وہ پہلو ہے کہ کائنات کو عالم کبیر اور انسان کو عالم صغیر (MICROCOSM) کہا گیا ہے۔ مختصراً یہ کہ انسان روح عالم ہے۔ دوسرا پہلو یہ ہے کہ انسان مجبور ہے چار متضاد عناصر کا یعنی آب و آتش و باد و خاک۔ اگرچہ ان عناصر کی باہمی دشمنی ہے اور ایک دوسرے کے ہلاک کے درپے ہیں لیکن خلاق عظیم نے اپنی کمال قدرت سے ان کو ایک جگہ چھوڑے۔ پتھروں سے پتھروں میں جگہ جگہ کے انسان کو نعمت عقل سے نوازا ہے تاکہ ان سب میں اعتدال رہے اور اس روحانی کشتی (جسم) پر سوار ہو کر اپنی منزل پر پہنچ جائے۔

حیات انسانی کا تیسرا اور سب سے زیادہ اہم پہلو یہ ہے کہ انسان روح اور جسم کا مجموعہ ہے۔ اگرچہ روح کی بھی کئی قسمیں ہیں۔ مثلاً روح حیوانی۔ روح انسانی یا روح ملکوتی اور روح القدس۔ لیکن مجموعی طور پر ان سب کو روح کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ اس روح اور جسم کی آمیزش سے ایک خاکی تپلہ بنا ہے جس کی حکمت ہے۔ ویسے تو اس میں بے شمار راز منہمک ہیں لیکن مختصر طور پر دو نمایاں مصلحتیں ظاہر ہیں۔ اول یہ کہ ملکوتیت اور زمینیہ پریت کو یکجا کر کے اللہ تعالیٰ نے انسان کو ایک روحانی کشتی میں ڈال دیا ہے۔ کیونکہ روح عالم بالا کی چیز ہے اور اس کا تقاضا یہ ہے کہ انسان کو اپنی بلندیوں پر لے جائے۔ اس کے برعکس جسم عالم ناسوت سے تعلق رکھتا ہے۔ جو اس کی سفلیت کی جانب کش کر کے توہین نفس اور شہوات کا غلام بنانے پر مجبور کرتا ہے۔ کئی کئی یو جیج (جی آئی آئی) ط (سر جی بی بی) ایس کی جانب رجوع کرتی ہے) اب اگرچہ یہ کشمکش (بظاہر) کبھی وہ جیتے لیکن باطن ایک بلہا کشتی کے کیونکہ اس سے روحانی قوت میں اضافہ ہوتا ہے۔ اور پرواز میں ترقی واقع ہوتی ہے۔ اس کو اولیٰ و ثانیہ کے نزدیک شیطان کا وجود بھی باعثِ رحمت ہے۔ وہ اسے ایک پھولان کی شکل میں لے کر زمین سے اٹھانے کے لئے اس کے روحانی قوت بڑھانی جاتی ہے۔

چہ لذت در جهان کور دوست

روح اور جسم یعنی نور و ظلمت کو یکجا کرنے میں وہ روحانی عظمت یہ ہے کہ اس آمیزش سے ایک ایسا آئینہ پیدا ہو گیا جس میں اسماء و صفات حق تعالیٰ کا عکس قبول کرنے کی صلاحیت پیدا ہو گئی۔ یہی وجہ ہے

کہ جو امانت فرشتے زمین اور پہاڑ پر داشت نہ کر سکے اُسے انسان نے اٹھالیا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں
 إِنَّمَا عَزَّضْنَا الْإِنْسَانَ عَلَى السَّمُوتِ وَالْأَرْضِ وَالْجِبَالِ مَا يَلِينُ أَنْ يَحْمِلَهَا وَأَشْفَقْنَا مِنْهَا وَ
 حَمَلَهَا إِلَى نَسَانٍ ط إِنَّهُ كَانَ ظَلُومًا جَهُولًا ط (تحقیق ہم نے آسمانوں یعنی آسمان والوں (فرشتوں) اور زمین اور پہاڑوں کے رو برو کیا امانت کو۔ پس انکار کیا سب نے کہ اٹھاویں اس کو اور ڈر گئے اُس سے
 اور اٹھالیا اس کو انسان نے تحقیق وہ ظلومی اور جھولی تھا) اس امانت کو فرشتے اس لئے نہ قبول کر سکے
 کہ وہ سراپا نور تھے۔ عکس قبول کرنے کے لئے ان کے اندر تاریک پہلو نہ تھا۔ زمین اور پہاڑ اس لئے نہ
 قبول کر سکے کہ وہ سراپا ظلمت تھے۔ ان کے اندر نورانی پہلو نہ تھا لیکن چونکہ انسان کے اندر دو نفخت فیہ
 ہیں رُوْحِ ط کے مصداق جسم کی ظلمت کے ساتھ اللہ کے روح کا نور بھی موجود تھا اس لئے آئینہ بن کر
 اس نے نوراً اللہ کے اسماء و صفات کا عکس قبول کر لیا۔

آسمان بار امانت نتوانست کشید۔ ترقہ فال بنام من دیوانہ زرد
 جو بار آسمان وز میں سے نہ اٹھ سکا۔ تو نے غضب کیا دل شیدا اٹھالیا

جو لوگ "ظلوماً جھولا ط سے ظالم اور جاہل مراد لیتے ہیں ان کو معلوم ہونا چاہئے کہ جب امانت
 کو اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمینوں کے رو برو پیش کرے اور قبول کرنے سے انکار کر دیں اور جب انسان کے
 ہمارے پیش کرے تو وہ اُسے قبول کرے تو ایسے فعل کا ترکیب قابل تحسین ہونا چاہئے نہ کہ موردِ ملامت۔
 اب دیکھنا یہ ہے کہ وہ امانت آخر کیا تھی جو آسمان وز میں اور پہاڑ جیسے عظیم اور قوی الجبۃ مخلوق بردا
 نہ کر سکے اور انسان جیسی بظاہر نحیف و ضعیف مہتی نے قبول کر لی۔ وہ امانت دراصل یہی خلافتِ ارضی
 اور نیابتِ الہی تھی جس سے حق تعالیٰ نے پہلے بلا لگ کر راتی جَاعِلٌ فِی الْأَرْضِ خَلِيفَةً کا اعلان کر کے
 متنبہ فرمایا۔ اس میں راز یہ ہے کہ جب روح و جسم کی آمیزش سے آئینہ تیار ہو گیا اور اللہ تعالیٰ نے اس
 کے اندر اپنے اسماء و صفات کا رنگ و روپ دکھایا اور اپنے حُسن و جمال کا مشاہدہ کیا تو اس پر شیدا
 ہو گیا۔ سجد ملائک ہمایا۔ اور خلافتِ ارضی کا تاج اس کے سر پر رکھا۔ حضرت غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ
 نے اپنے الہامات جمع کئے ہیں اور بندہ نواز حضرت سید محمد گیسو دراز نے ان کی شرح لکھی ہے۔
 اُن میں سب سے پہلا الہام یہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ "نِعْمَ الطَّالِبُ اَنَا وَنِعْمَ الْمَطْلُوبُ الْاِنْسَانُ"
 یعنی بہترین طالب میں (اللہ) ہوں اور بہترین مطلوب انسان ہے۔ یہ شرفِ محبوبیت اور مطلوبیت

انسان کو کیسے نصیب ہوا۔ اسلئے کہ اس کے اندر اللہ کے اسماء و صفات اور اس کے حُسن و جمال کا پرتو ہے۔
 مَنْ عَرَفَ نَفْسَهُ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهُ اور وَفِي أَنْفُسِكُمْ أَفَلَا تُبْصِرُونَ۔ سے اسی حقیقت کی
 طرف اشارہ ہے۔

مقصد حیات | مندرجہ بالا مہتد سے حیات انسانی کی غرض و غایت کی ہلکی سی جھلک تو سامنے
 آگئی ہوگی۔ اب آئیے اس مسئلہ کو مزید غور سے دیکھیں۔ قاعدہ کلیہ ہے کہ جو شخص کوئی مشین ایجاد کرتا ہے
 تو اس کی غرض و غایت اور طریق کار وہ خود جانتا ہے اور مقرر کرتا ہے۔ انسان کو اللہ نے پیدا کیا ہے
 اور وہی اس کی غرض و غایت اور طریق کار کو جانتا ہے۔ دنیا کے سائنس دانوں اور فلسفیوں نے اگر
 کوئی انسان پیدا کیا ہو تو اس کے لئے قواعد و ضوابط بنانے میں وہ حق بجانب ہیں۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ
 انسان تو ایک بڑی پرزہنگا مخلوق ہے۔ سبب و سبب کو عدم سے ایک تنکا یا ایک ریت کا ذرہ تک نہیں بنا سکے
 تو کس منہ سے وہ انسان جیسی شریب الخلق اور نادر ہستی کے لئے قانون سازی کے لمحے و لمحے
 کرتے ہیں۔ حیات انسانی کی غرض و غایت اور اس کے لئے قواعد و ضوابط فقط وہی مقرر کرنے کا حق رکھتی
 ہے۔ جس نے انسان کو پیدا کیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ بیکمال شفقت ہر ذما نے اور ہر ذمہ سے
 لئے انبیاء علیہم السلام مرسل فرماتے رہے ہیں جن کے ذریعہ نبی نوع انسان کے لئے ہدایت اور قوانین
 ہوتے رہے ہیں۔ انسان کی نجات اسی میں ہے کہ آدمی کے بنائے ہوئے قوانین کو بجا سے اللہ کے بنائے
 ہوئے قوانین پر عمل کرے ورنہ ہلاک ہو جائے گا۔

اب یہ دیکھنا ہے کہ قرآن پاک جو تمام آسمانی کتابوں میں سے آخری و تازہ ترین اور کمال ترین کتاب
 ہے۔ مقصد حیات انسانی کے متعلق کیا کہتا ہے۔ ارشاد ہے۔ وَمَا خَلَقْنَاكُمْ إِلَّا حُرُوفًا لَّعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ
 انہیں پیدا کیا میں نے جن اور انسان کو سو اسے اس کام کے لئے کہ وہ میری ہدایت سے راستہ
 قرآن کے ہر حکم میں جامعیت ہوتی ہے۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے
 ہے اور ایک باطن۔ اس باطن کا ایک اور باطن ہے اور اس کا ایک اور باطن ہے اور اس کا ایک اور باطن
 باطن تک۔ چنانچہ آیہ مذکور میں جہاں اللہ تعالیٰ نے عوام کے لئے اطاعت اور بندگی کا حکم فرمایا ہے
 وہاں خواص کے لئے بھی اعلیٰ اور بلند ترین منزل پر پہنچنے کا اشارہ فرمایا ہے۔

یہاں عبد بننے کا حکم ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ یہ عبدیت کیا ہے۔ کیسے حاصل ہوتی ہے۔ یاد رہے کہ

عبادت بغیر محبت عبث اور بیچارہ ہے۔ بلکہ یوں کہنا چاہئے کہ عبادت محبت ہی کا نتیجہ ہے محبت نہ ہو تو کیوں کسی کی پوجا کی جائے اور محبت الہی کا جذبہ چونکہ فطرتاً انسان کی خمیر میں رکھا گیا ہے اس لئے عبادت بھی ایک فطرتی امر ہے۔ اب جس طرح محبت کے کئی درجے ہیں یعنی خفیف۔ شدید اور اشد اسی طرح عبادت کی بھی کئی قسمیں ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن شریف میں مومن کی یوں تعریف کی گئی ہے

وَالَّذِينَ آمَنُوا أَشَدَّ حُبًّا لِلَّهِ (جو مومن ہیں ان کو اللہ سے شدت کے ساتھ محبت ہے) یہی محبت اصل دین ہے اور حاصل ایمان ہے۔ محبت ہے تو سب کچھ ہے۔ محبت نہیں تو کچھ بھی نہیں۔ حضرت مولانا روم علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں

مرجا اے عشق خوش سودا نے ما	اے طیب جملہ علت ہائے ما
اے دوائے سخوت و ناموس ما	اے تو افلاطون و جالینوس ما
جسم خاک از عشق برا فلاک شد	کوہ در رقص آمد و چالاک شد
عشق آن متعلہ است کو چوں ہر فرخند	ہر چہ جز معشوق باقی جلمہ سوخت
در گنج عشق در گنت و شنید	عشق در یاقوت قعرش نا پدید
شرح عشق این بگویم بر دوام	صد قیامت بگذرد آل نا تمام
عاشقی پیدا است از زاری دل	نیست بیماری چوں بیماری دل
لمست عشق از ہمہ دین با جدا است	عاشقان را ندہیب و ملت خداست

حضرت شیخ فرید الدین عطار رحمہ بھی اسی موضوع پر فرماتے ہیں

درد حاصل کن کہ دریاں درد لتست	درد و عالم داروئے جہاں درد لتست
ذرہ دروستا وہ اے دربان من	زانکہ بے دردت نیر و جان من
کفر کافر را و دین و نیکار را	ذرہ دردت دل عطار را

اور یہ آہ و نالہ اور درد و فغاں کس کے واسطے ہے اسی محبوب حقیقی کے واسطے ہے جو تمام حسنیوں

کو پیدا کرنے والا اور تمام خوبیوں و لطفیہوں اور عشوہ گریوں کا مرکز اور منبع ہے

اے جملہ جہاں حسنت آخرچہ جمال است این	پیدائی و پنهانی آخرچہ کمال است این
در ہر چہ نظر کردم غیر از تو نے بینم	غیر از تو کے باشد حقا چہ جمال است این

سلوک الی اللہ | چونکہ تمام عبادات کی غایت عشق ہے اور مطلوبہ اللہ عنق و حلق ہے۔ اس لیے وہاں حبیب انسانی زندگی کا مقصد اعلیٰ اور غایت القایات ہوا۔ اس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے بزرگانِ دین نے طالبین کے لئے ایک کورس مقرر کیا ہے۔ جسے فنِ روحانیت میں سلوک کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ سلوک ایک باقاعدہ فن (SCIENCE) ہے اور اس کی تفصیل بہت طویل ہے۔ جو مٹری کی مندرجہ ذیل شکل سے سلوک کا ایک خاکہ آنکھوں کے سامنے آجاتا ہے۔



سالك یعنی طالب حق مرتب العشق سے اپنا سفر شروع کرتا ہے اور پہلا مقام کیلئے اسے اللہ سے اللہ کی ابتدا کی حالت میں اور مقام تیسرے مقام تک کو ظاہر کرتا ہے۔

پہلا نچر العشق سے پہلے تک کے سفر کا نام سیر فی اللہ ہے۔ یہاں پہلے لگا کر اللہ کی ہو جاتا ہے۔ اور سیر فی اللہ کا آغاز کرتا ہے۔ اس کے بعد اس کی سیر فی اللہ کی ابتدا کی حالت میں اور مقام تیسرے مقام تک کو ظاہر کرتا ہے۔

تو مباحث اصل کتاب میں ہے۔ اس کے بعد اس کی سیر فی اللہ کی ابتدا کی حالت میں اور مقام تیسرے مقام تک کو ظاہر کرتا ہے۔

یہاں سالك اس قدر لگا جاتا ہے کہ اللہ کی یاد اور اس کی یاد

اس مقام پر طالب اللہ کو اللہ کی یاد اور اس کی یاد

تَقَرَّبَ إِلَى اللَّهِ بِالْغَيْبِ وَهُوَ الَّذِي يُخَوِّفُ لِقَاءَ رَبِّهِ الَّذِينَ كَفَرُوا بَلْ يَخْتَفُونَ لَئِذَا لَمَسُوا السَّمَاءَ إِذِ انزَالُ السُّحُوفِ إِذِ انزَالُ السُّحُوفِ إِذِ انزَالُ السُّحُوفِ

وَيَدْعُ الْمُؤْمِنِينَ بَدَأَ إِذْ لَا يَكْفُرُونَ بِطَوَاقِهِمْ إِذْ يَأْتِي السَّمَاءَ بِسُحُوفٍ مَدِينَةٍ لِيُظْهِرَ السُّحُوفِ

لَا يُعِيدُهُ ان کا خطاب ہے کہ اللہ کی یاد اور اس کی یاد

قریب چاہتا ہے تو میں اس سے محبت کرتا ہوں حتیٰ کہ میں اس کے کان بن جاتا ہوں اور وہ مجھ سے سنتا ہے۔ اس کی آنکھیں بن جاتا ہوں اور وہ مجھ سے دیکھتا ہے۔ اس کے ہاتھ بن جاتا ہوں اور وہ مجھ سے پکڑتا ہے اس کے پاؤں بن جاتا ہوں اور وہ مجھ سے چلتا ہے اور وہ جو کچھ مجھ سے طلب کرتا ہے میں عطا کرتا ہوں اور جو سب مجھ سے مدد مانگتا ہے تو میں مدد دیتا ہوں جب مجھ سے پناہ مانگتا ہے تو میں اس کو پناہ دیتا ہوں۔ اس حدیث پاک میں اسی فنائیت فی صفات اللہ کی جانب اشارہ ہے۔ حدیث مؤنواً قبل ان تموتوا امرجاؤ مرنے سے پہلے سے پہلے اپنی فنائیت مراد **LOSE YOURSELF TO SAVE YOURSELF** (گم کرو اپنے آپ کو بچانے کے لئے اپنے آپ) سے بھی یہی فنائیت نفس مراد ہے۔

بعثت رسول اللہ صلعم اور نزول قرآن سے پہلے تمام مذاہب مثلاً ہندو و ہرم۔ بدھ مت۔ اور عیسائیت وغیرہ میں ہی تمام یعنی فنائیت فی اللہ سب سے بلند ترین مقام تھا۔ یہی وجہ ہے کہ ان مذاہب کے پیروں کے لئے ہمیشہ کے لئے پہاڑوں کی چوٹیوں پر یا جنگلوں میں بیٹھ کر گمان و وہمان میں مست ہو جانا کمال انسانی تھا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی اسی لئے ہمیشہ جبل گھریں در اور سب خانہ خالی رہتے تھے۔ تسلیم و رضا اور علم کا یہ عالم تھا کہ آپ فرماتے تھے کہ اگر کوئی تمہیں ایک گال پر کھپڑا مارے تو دوسرا گال سامنے کر دو۔ لیکن اسلام میں حکم ہے کہ دانت کے بدلے دانت اور کان کے بدلے کان اور ناک کے بدلے ناک کاٹ لینا چاہئے۔ وجہ یہ ہے کہ وہ منزل جس کی طرف انسانیت رفتہ رفتہ بڑھ رہی تھی اسلام نے آگے اس کی طرف رہنمائی کر دی اور **أَلْبَسْنَا كَلِمَاتٍ لِّكَلِمَةٍ دِينًا حُرًّا وَ أَلْبَسْنَا خَلِيَعَاتٍ نِّعَمَاتٍ كَالْعِلْمِ** کر کے انسان کو ترقی کی سب سے بلند ترین منزل دکھا دی۔ وہ منزل کیا ہے فنائیت کی محبت اور اتساق کے نکل کر ہوش میں آنا۔ از سر نو مقام دینی اختیار کرنا اور تصفیت بقدمات اللہ ہو کر دنیا کے کاموں میں غرق ہونا اور منصب خلافت انجام دینا ہے۔

مندرجہ بالا شکل میں مقام حج سے جو حریت وستی کا مقام ہے نکل کر سارک مقام د سے ہوتا ہوا پھر مقام اذق پہنچتا ہے۔ حج سے اذق تک کے سفر کو سیر منع اللہ سیر باللہ اور سیر من اللہ کہتے ہیں اور جب قیامت سے گذر کر از سر نو طالب اذق پہنچتا ہے تو یہ مقام بقا باللہ اور عبدیت کے نام۔ موسوم کیا جاتا ہے۔ اس مقام پہنچنے کے اندر دونوں کیفیات موجود ہوتی ہیں اصل حق اور فنا فی اللہ بھی ہوتا ہے اور دنی میں ہونے والے شہود و شہادہ و شہود کے مزے بھی اڑاتا ہے۔ اس

مقام کو جمع الحجج اور فرق بعد الحجج بھی کہتے ہیں۔ یہ بہت بلند مقام ہے بلکہ انسانی ترقی کی آخری منزل ہے۔ اس کے آگے حیات انسانی کے لئے کوئی مقام اور کوئی منزل نہیں۔ یہ مقام فرشتوں کے مقام سے بھی اعلیٰ و ارفع ہے۔

فرشتہ گرچہ دارو قریب درگاہ
نگنجد در مقام لی مع اللہ
(روحی حج)

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ دوئی کا مقام فنایت اور وصال سے کیوں ارفع و اعلیٰ ہے اس کا جواب یہ ہے کہ مئے عشق الہی کے پیمانے پی کر مست و بے خود ہو جانا کمال نہیں ہے۔ کمال یہ ہے کہ آدمی اتنا وسیع ظرف رکھتا ہو کہ پیمانے نہیں دریا اور سمندر نوش کر جائے اور مست نہ ہو۔ کہہ دو یہ کو کھن سے کہ مرنا نہیں کمال مرم کے عشق یار میں جینا کمال ہے عشاق کا مقولہ ہے کہ لذت درد لذت وصال سے زیادہ خوشگوار ہے۔

من لذت درد تو بد درماں نہ فروشم

کفر سیر زلف تو بہ ایمان نفروشم

ما وصل یار خویش بہ ہجران فرختم	یوسف فروختیم وچہ ارزاں فروختیم
ما سلطنت بکوچہ جانان فرختم	مورِ حقیر را سلیمان فروختیم
زخم جگر بہ بیج دوا بہ نمے شود	دارو کے زخم را بہ نمکداں فروختیم

عرفاء کا قول ہے کہ روئے دوست کا مشاہدہ اس وقت پر لطف ہوتا ہے جب کچھ غم کے دوست منہ چھپالے۔ اَلْمُنَّاهِدَةُ الْاَبْرَارِ بَيْنَ الْجَلِي وَالْاِسْتِنَادِ۔ غرضیکہ عبدیت کے مقام غالب کے لئے وصل و ہجر کی گھڑیاں بدلتی رہتی ہیں اور وہ دونوں حالتوں میں بے حد مسرور رہتا ہے۔ نیز جب سالک مقام عبدیت پر پہنچ جاتا ہے تو وہ باقی باللہ مومن کی حیثیت سے اللہ کے نور سے دکھتا ہے اور سب کام اللہ کے اشارے سے کرتا ہے۔ حقیقت اشیا اس پر واضح ہوتی ہے اور خلافت ارضی کا تاج اس کے سر پر رکھا جاتا ہے۔ وہ اللہ کا نائب بنتا ہے۔ میں اس کا حکم چلتا ہے۔ اب یہ کام آدمی وصال کی محویت اور فنایت کے بعد ہی میں اس طرح کر سکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مقام عبدیت مقام فنا سے اعلیٰ ہے اور اس کا مقولہ ہے کہ مذہب اسلام اور انسانیت کی یہی غرض و غایت ہے۔ جب اللہ کی راہ میں جان و مال و ایمان

کا آنا بند ہو گیا۔ یہی وجہ ہے کہ ہمارے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام آخری نبی ہیں۔ اب نہ نبی آنے ضرورت ہے نہ آئیں گے۔

عبدیت آپ صلعم کا خاص مقام ہے۔ جہاں حضرت آدم علیہ السلام کو اللہ نے عینی اللہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خلیل اللہ۔ موسیٰ علیہ السلام کو کلیم اللہ اور عیسیٰ علیہ السلام کو روح اللہ کا لقب فرمایا ہے۔ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو عبدہ و رسولہ کے شرف سے مشرف فرمایا ہے۔ کیونکہ عبدیت ہی کمال انسانی ہے اور بلند ترین منزل ہے۔ آیہ پاک سُبْحَانَ الَّذِي أَسْرَى بِعَبْدٍ لَيْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ إِلَى الْمَسْجِدِ الْأَقْصَى۔ میں لفظ عبدہ سے یہ مراد ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ————— معراج حالت تناسیت۔ سُكْرًا اور استغراق فی الذات میں نہ ہونی جو دائرہ مذکور میں مقام حج کا خاصہ ہے۔ بلکہ آپ کو یہ معراج مقام عبدیت و بقا باللہ ہونیا اور حالت تکمیل میں ہوتی ہے اور یہ بہت بڑی چیز ہے۔ کیونکہ مقام حج پر وصال تو باقی اولیاء کرام کو بھی نصیب ہوتا ہے۔ مقام العنہ پر اور جسم انسانی کے ساتھ معراج صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خاصہ ہے۔ انسانی جسم کے ساتھ حالت صحو و ہوشیاری میں اللہ تعالیٰ کے قریب پہنچنا بہت بڑا مرتبہ ہے جس کا حامل کوئی نہیں ہو سکتا۔ سوائے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے۔ یہ کمال ظرف یہی وجہ ہے کہ حضرت شاہ عبدالقدوس گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ لوگ حیران ہوتے ہیں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کیوں کر اتنی تھوڑی سی دیر میں اتنی بلندی پر پہنچ گئے۔ حالانکہ اتنی بلندی پر جانا حیرت کی بات نہیں ہے۔ حیرت یہ ہے کہ آپ اس قدر بلندی پر جا کر اتنی جلدی کس طرح و آگے۔ انتہائی عروج سے ایک دم انتہائی مقام نزول پر آنا و سعت ظرف ہی کا کمال ہے۔

امید ہے سلوک کے مندرجہ بالا مختصر بیان سے قارئین کرام پر مقصد حیات قدرے واضح ہو گا۔ یہاں یہ واضح کر دینا ضروری ہے کہ دنیا کے کاموں میں مصروف ہونا مندرجہ بالا مقصد کے مشابہ نہیں ہے۔ بلکہ اسلام میں ونیوی کار و بار کو مستعدی۔ محنت اور تقویٰ سے کرنے کا حکم ہے۔ کاہلی و محنت محالوں کی گئی ہے۔ کسب۔ مال کچھ لگائی ہوئی ہوش۔ قرابت واروں کی ادا دہیتوں۔ بیواؤں کی محتاجوں کی نگہبانی اور رزق جلال پر اسلامی تعلیمات میں بہت زور دیا گیا ہے۔ مال و دولت کمانا ونیوی امور میں لڑائی حاصل کرنا بالکل جائز ہے۔ صحابہ کرامؓ اور سب سے بڑے شمار اولیاء کرام کا یہی مسلک ہے۔

ہے۔ اسلام میں کاروبار ممنوع نہیں۔ لیکن یہ سب کام ایک نقطہ نگاہ سے کرنے چاہئیں وہ یہ ہے ہر کام کی غرض و غایت وصول الی اللہ ہو۔ سب کام اسی ایک مقصد کے تحت میں کرنے چاہئیں سب مقاصد کی غرض و غایت الغایات وہ ہی ایک مقصد ہونا چاہئے۔ یہ جو حدیث شریفہ میں ہے کہ

مَدَنِيًّا جَيِّفَةً وَطَائِفَهَا كِلَابٌ دُنْيَا مُرْدَارَةٌ ہے اور اس کے طالب کہتے ہیں اسی طرف اشارہ کرتا ہے۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ مومن کو دنیوی کاروبار میں طالب دنیا نہیں ہونا چاہئے بلکہ سب کام طلب مولا رضائے مولا کی خاطر کرنے چاہئیں۔ جو شخص لندن جانے کے لئے ہوائی جہاز میں نشست حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ وہ دراصل طالب ہوائی جہاز نہیں ہے۔ بلکہ طالب لندن ہے۔ ہوائی جہاز تو لندن پہنچنے کا نقطہ ایک ذریعہ ہے۔ اسی طرح دنیا کے کاروبار اس نیت سے کرنے چاہئیں کہ ان کے وصول سے اصلی اور حقیقی مطالب حاصل ہو۔ حضرت مولانا روم صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مندرجہ ذیل شعر میں اس مضمون کی خوب وضاحت فرمائی ہے

چسیت دنیا از خدا غافل بگردن نے قماش و نقرہ و فرزند و زن
آب در کشتی ہلاک کشتی است آب اندر زیر کشتی کشتی است

یعنی وہ دنیا جسے مذموم کہا گیا ہے کیا ہے، صرف خدا سے غفلت کا نام ہے۔ نہ سونا ہے نہ چاندی اور نہ بیوی بچے ہیں۔ دنیا کو پانی اور قلب انسانی کو کشتی کی مثال دیتے ہوئے آپ فرماتے ہیں کہ اگر یہ انسان کے دل کے اندر داخل ہو جائے تو آدمی ہلاک ہو جاتا ہے۔ لیکن اگر دنیا کا سہارا لے کر اپنی اس ذریعہ بنا کر حقیقی مقصود حاصل کیا جائے تو اس میں نجات ہے۔ اس لئے دنیا کے تمام کام مثلاً سیاست کے ذریعہ ملک میں حکومت قائم کرنا۔ فوج رکھنا۔ صنعتی ترقی کرنا۔ کھیتی باڑی کرنا۔ سائنس کے ایجادات کے ذریعہ انسان کی مشکلات حل کرنا۔ سب کی غایت یہی ہے کہ لوگ فارغ البال ہو کر اللہ کے فضل و کرم سے اپنے دل اور اس کی معرفت حاصل کریں۔ کیونکہ معرفت اور ذکر اللہ روح کی غذا ہے۔

طَمِينٌ الْقَلْبُ د کس قدر ظلم اور جہالت ہے کہ جسم کے لئے دنیا کی چیزیں مانگتے ہیں۔

راک مہیا کرنے کی خاطر تو انسان اپنی ساری عمر صرف کر دے اور رُوح کے لئے جو بنزلیہ سوار کے لئے کچھ بھی نہ کرے۔ اگر آپ کے یہاں کوئی مہمان آئے جس کے ساتھ سواری کے لئے گھوڑا بھی ہو اور کچھ بٹرسے کے لئے تو گھاس وغیرہ مہیا کر دیں لیکن مہمان کے لئے کوئی بندوبست نہ کریں تو کیا آپ

کی عقل صحیح سمجھی جائے گی۔

یہاں ایک اور بات بھی واضح کر دینے کے قابل ہے وہ یہ کہ آجکل بعض لوگ ایسے ہیں جو اپنے آپ کو خلافتِ الہیہ کا حامل سمجھ کر حکومتِ الہیہ کا مطالبہ کر رہے ہیں۔ ان کو جاننا چاہئے کہ آدمی منصبِ خلافتِ الہیہ کے اس وقت تک قابل نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ خودی اور نفس کو مغلوب کر کے فنا فی اللہ حاصل نہ کرے۔ اور فنائیت فی اللہ حاصل کر کے حدیثِ پاک ”بِنِي يَسْمُوحُ بِي يُبْصِرُ“ کے مطابق متصف بصفات اللہ نہ ہو اور مقام بقا باللہ اور عبادتِ حاصل نہ کرے۔ کیونکہ اس مقام پر پہنچنے بغیر وہ نور حاصل نہیں ہوتا۔ جس سے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ممبر پر کھڑے کھڑے دور دراز مقام پر ”يَا سَادِرِيَةَ الْجَبَلِ“ کا نعرہ لگا کر اپنے فوجی جرنیل کو جنگی ہدایت دی۔ لہذا ہر بواہوس کو شایاں نہیں کہ وہ اپنے آپ کو منصبِ خلافتِ الہیہ کے قابل سمجھے۔ کس قدر بواہجی ہے کہ ایک طرف تو لوگ خلافتِ الہیہ کا دعویٰ کرتے ہیں اور دوسری طرف منصبِ خلافت کے حصول یعنی سلوک۔ روحانیت و تصوف اور رشد و ارشاد کی مخالفت کرتے ہیں۔ یہی ان کے کھوکھلے پن کی دلیل ہے۔

ایک اعتراض کا جواب بعض لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ یہ فنائیت جس پر صوفی لوگ اس قدر زور دیتے ہیں۔ کیا ہے؟ کچھ نہیں ہے۔ یہ کس طرح ممکن ہو سکتا ہے کہ آدمی اللہ کی ذات و صفات میں فنا ہو جائے۔ یہ اعتراض نادانی پر مبنی ہے۔ اللہ تعالیٰ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے مخاطب ہو کر فرماتے ہیں کہ ”وَمَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ وَ لَكِنَّ اللَّهَ رَمَى“ جب تو نے کفار کی طرف سے پھینکی تو تو نے نہیں پھینکی تھی۔ بلکہ اللہ نے پھینکی تھی۔ اگر اللہ کی ذات و صفات میں فنائیت ممکن نہ ہوتی تو یہ کس طرح ہو سکتا تھا کہ مٹی تو پھینکے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور فرمائے اللہ کہ تو نے نہیں پھینکی میں نے پھینکی ہے۔

منصبِ شیخ حقیقت انسان اور مقصدِ حیات سمجھ لینے کے بعد یہ جاننا ضروری ہے کہ اس عظیم الشان مقصد کے حصول کا کیا ذریعہ ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتے ہیں۔ اَدْ سَلْنَا فَيْدًا رُسُولًا فَمِنْكُمْ يَتْلُو عَلَيْكُمْ آيَاتِنَا وَيُزَكِّمُكُمْ وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُمُ مَا لَمْ تَكُونُوا تَعْلَمُونَ طر بھیجا ہم نے ایک رسول تم ہی میں سے جو پڑھتے ہیں تم پر ہماری آیات

اور تم کو پاک صاف کرتے ہیں۔ اور سکھاتے ہیں تم کو کتاب اور علم۔ اور بتاتے ہیں تم کو وہ باتیں جو تمہ
 جانتے تھے تم۔ حضرت قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پٹی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر منظرہ ہی میں اس آیت
 کی یوں تفسیر فرماتے ہیں :-

”تعلیم کو دو مرتبہ ذکر فرمانے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ دوسری تعلیم اور قسم کی ہے تو ممکن ہے کہ اس سے مراد
 علم لدنی ہو جو ظاہر قرآن سے ماخوذ نہیں ہے بلکہ باطن قرآن اور سنیہ بے کینہ جناب رسول اللہ صلی اللہ
 علیہ وسلم سے حاصل کیا جاتا ہے۔ اور اس کے حامل کرنے کا سوائے انعکاس اس نور کے اور کوئی طریقہ
 نہیں۔ اور اس کی حقیقت کا ادراک بعد از قیاس ہے۔۔۔ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ
 تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دو برتن حاصل کئے۔ ایک تو ان میں سے
 تم کو تقسیم کر دیا اور دوسرے کی اگر میں تم کو اشاعت کروں تو میرا حلقوم کاٹ دیا جائے۔ اس حدیث
 کو بخاری نے روایت کیا ہے۔

شرح حدیث نے کہا ہے کہ اس دوسرے علم سے مراد وہ احادیث ہیں جن میں ظالم بادشاہوں
 اور خلفاء کے حالات تھے۔ میں کہتا ہوں کہ اس حدیث کا مطلب نہیں ہے جو ان شرح نے بیان کیا
 ہے کیونکہ چند واقعات تجزیہ کے علم کو علم کا برتن کہنا اور علوم شرعیہ کا تقسیم بنانا کسی
 طرح مناسب نہیں۔ علم کا برتن کہتے اور علوم شہ غیب کا مقابل ٹھیرانے سے صاف علوم ہوتا ہے
 کہ اس علم سے کوئی بڑا علم مراد ہے۔ جو علوم شرعیہ کی مثل اور مقابل بن سکتا ہے۔ یہ ہم کہتے ہیں
 کہ اس علم سے مراد علم لدنی ہے اگر اس پر کوئی کہے کہ اچھا علم لدنی ہی ہے تو اس پر لوگ
 کاٹنے کی کیا بات ہے تو جواب یہ ہے کہ مطلب اس کا یہ ہے کہ اگر میں اس علم کو زبان سے بیان
 کروں تو لوگ گلہ کاٹ دیں۔ اور تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ علم لدنی کے معنی میں اس
 تعلیم اس زبانِ قال سے ہرگز نہیں ہو سکتی

اگر ہو سکتی ہے۔ تو زبانِ حال سے یا ایک قلب سے۔۔۔ اس واقعہ سے
 کیونکہ زبان سے تعلیم و تعلم چند امور پر متوقف ہے۔ ایک کہ یہ کہہ دو۔۔۔ اس قسم کی دو اصول علم
 سے حاصل ہو سکتی ہو۔ اور دوسرے یہ کہ الفاظ اس کے مقابلہ میں موضوع ہوں اور تیسرے یہ کہ
 سامع کو وضع کا علم ہو۔ اور علم لدنی میں یہ سب امور مختلف ہیں۔ نہ تو علم حصولی سے مدد ہو سکتا ہے

نیکہ اس کا اور اک علم حضور می سے ہوتا ہے کہ جس سے کسی وقت ذہول نہیں ہوتا۔ اور نہ ان معارف کے لئے الفاظ موضوع اور نہ سماجین کو علم یا وضع جب یہ بات ہے تو اب جو کوئی ان معارف و علوم کو تعبیر کرے گا۔ ضرور استعارات مجاز کو کام میں لائے گا۔ اور استعارات سے مقصود تک راہ یابی نہیں ہوتی۔ بلکہ عوام تو ان استعارات کے سبب مقصود سے کو سوں دور ہو جاتے ہیں۔ اس لئے خط میں پڑ جاتے ہیں اور جو تکلم کی مراد ہے اس کے خلاف معنی سمجھتے ہیں۔ اب یا تو تکلم کی تفسیق اور تکفیر کرتے ہیں یا خود کفر میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ اس وجہ سے فرمایا کہ اگر اس علم کو زبان سے بیان کروں تو لوگ سمجھیں گے نہیں اور مجھے کافر اور مرتد بنا کر قتل کر ڈالیں گے۔ اب اگر کوئی یہ کہے کہ جب اس علم کی حالت یہ ہے کہ کوئی اسے بیان بھی نہیں کر سکتا اگر بیان بھی کرے تو اس سے مفاسد اور نسل و قتال تک نوبت پہنچ جاتی ہے تو پھر اس کے بیان کرنے کی ضرورت ہی کیا ہے۔ حالانکہ بزرگوں نے اس باب میں بڑی بڑی صحیح کتابیں تصنیف کی ہیں۔ جیسے فصوص الحکام۔ فتوحات مکیہ وغیرہ۔ تو جواب یہ ہے کہ ان کتابوں سے غرض یہ نہیں کہ مخلصین کو یہ علوم حاصل ہو جائیں یا یہ کہ ان کے دیکھنے سے کچھ قرب اور ولایت مل جائے۔ بلکہ مقصود یہ ہے کہ جو سالکین جذب یا سلوک سے ان علوم کو اجمالاً حاصل کر چکے ہیں وہ ان کتابوں کو دیکھ کر تفصیل پر قادر ہو جائیں اور اپنے احوال کو اکابر کے حالات سے تطبیق دیں تاکہ صحت ان احوال کی ہو یا ہو جائے اور فلز ان کے مرطمان ہو جائیں۔ اور نیز یہ جو ایسا ہے کہ ان بزرگوں نے قصداً اس قسم کی کتابیں نہیں لکھیں بلکہ غلبہ حال میں بہت سے مضامین ان کی زبان سے نکل گئے۔ لوگوں نے وہ نقل کر لئے۔ اب عوام کے لئے یہ لازم ہے کہ اگر ایسی کتب کا مطالعہ کریں یا بزرگوں کے کلام نہیں تو ان پر انکار نہ کریں۔۔۔ کیونکہ وہ کسی طرح مخالف شرع نہیں۔ بلکہ سچ تو یہ ہے کہ کتاب و سنت کا یہی مغز ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم کو کبھی یہ دولت اپنے فضل سے بخشے آمین۔ اس کے بعد تحریر فرماتے ہیں کہ ”حقائق و معارف یا نوانعکاس قلوب سے حاصل ہوتے ہیں۔ یا انقار سے دستیاب ہوتے ہیں۔ اور کثرت مراقبہ و ذکر خواہ خلوت میں ہو خواہ مجلس میں اس انعکاس کی صلاحیت پیدا کر دیتی ہے اور وہ انعکاس کبھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بلا واسطہ اور کبھی اولیاء کرام کی وساطت سے حاصل ہوتا ہے۔“

اس وساطت کے متعلق اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے - **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَابْتَغُوا إِلَيْهِ الْوَسِيلَةَ**

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور اس کی جانب وسیلہ پکڑو (شاہ عبد الرحیم)۔ شاہ ولی اللہ صاحب شاہ عبد العزیز صاحب اور شاہ اسمعیل شہید رح اپنی کتاب "منصب امامت" میں تحریر فرماتے ہیں :-

"مراد از وسیلہ شخصے است کہ اقرب باشد در منزلت کما قال اللہ تعالیٰ **أُولَئِكَ الَّذِينَ يَدْعُونَ يَبْتَغُونَ إِلَىٰ ذِيهِمُ الْوَسِيلَةَ أُنْتَبَهُمُ اقْرَبُ** - واقرب الی اللہ باعتبار منزلت اول رسول است و بعد ازاں نائب او"

اس سے ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کا قرب اور حقائق اور معارف حاصل کرنے کے لئے وسیلہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام اور نبی کے بعد وسیلہ مرشد ضروری ہے۔ ایک اور موقع پر اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں "كُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ ط" یعنی اولیاء کرام کا قرب حاصل کرو۔ صادق اُسے کہتے ہیں جو صادق الحال ہو جس کا حال کچھ اور حال کچھ ہو وہ صادق نہیں ہو سکتا۔ اس لئے "صادقین سے مراد اولیاء کرام ہی ہیں جو حدیث شریف **بِي يَسْمَعُ** اور **بِي يَبْصُرُ** کے مطابق اللہ کے کانوں سے سنتے ہیں اور اللہ کی آنکھوں سے دیکھتے اور **يَأْتِنَا نِي لَدَافِقٍ وَفِي أَنْفُسِكُمْ** کا صرف علم یقین نہیں بلکہ حق یقین رکھتے ہیں۔ یہ یاد رہے کہ علم کی تین قسمیں ہیں۔ اول علم یقین۔ دوم عین یقین۔ سوم حق یقین۔ علم یقین یہ ہے کہ آپ کو کوئی بتائے کہ آگ جلاتی ہے۔ عین یقین یہ ہے کہ آپ کسی چیز کو آگ میں جتنا ہوا دیکھ لیں اور حق یقین یہ ہے کہ آپ آگ کے اندر ہاتھ ڈال کر دیکھ لیں کہ واقعی جلاتی ہے۔ سو ہے کو دیکھیں جب آگ میں جاتا ہے تو وہ بالصورۃ اور بالسیرت آگ بن جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی ذات کے متعلق بھی حق یقین ہی حیثیت رکھتا ہے۔ یعنی آدمی اپنی ہستی کو اللہ کی ذات میں بالکل گم کر دیتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ اگر اللہ سے کسی کو حق یقین ہوگا۔ اصل بات یہ ہے کہ سامنے آنا عین یقین ہے۔ لہذا حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ اگر اللہ سے حق یقین حاصل تھا۔ اللہ کے سامنے آنے۔ عین یقین اور ایمان میں کیوں کوئی فرق ہونا۔ اور یہ جو حضرت منصور ابن ہلاج نے انا الحق کا لہجہ اور حضرت باقر علیہ السلام نے **لَبَّيْكَ يَا مَلِكُ** فرمایا یہ بھی اسی قبیل سے ہے۔ یہ کلمات اللہ نے غلبہ حال میں کہے ہیں۔ جب لایں

سے معلوم ہوا کہ "صداوقین" سے مراد وہی لوگ ہیں جن کو اللہ کے ساتھ حق الیقین ہے اور وہ اولیا اکرام ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں کی صحبت حاصل کرنے کا حکم فرمایا ہے۔ مولانا روم رحمہ صحت اولیا کے متعلق فرماتے ہیں

بیک زماں ہم صحبتے با اولیاء بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا

حضرت خواجہ عبید اللہ احرار فرماتے ہیں

نمازہ را بحقیقت قضا بود لیکن نمازہ صحبت ما را قضا نخواہد شد

اولیاء اللہ کی صحبت میں بڑی برکات ہیں۔ اسی صحبت اولیاء کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں لا یشتقی حبیبیہم یعنی ان کے پاس بیٹھنے والا شقی نہیں ہو سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ عارفین کی خدمت میں بغیر وضو حاضر ہونا خلافت ادب ہے۔ کیونکہ ان کی خدمت میں بیٹھنا عبادت ہے۔ کیوں کہ حاضرین کو ان کی صحبت سے فیضان حاصل ہوتا ہے۔ ایک دفعہ کسی نے شکایت کی کہ جب میں حضرت مجدد الف ثانیؒ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے کوئی کلام نہ فرمایا اور خاموش بیٹھے رہے۔ جب حضرت مجدد کے سامنے اس کا ذکر کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ جو شخص ہماری خاموشی سے فائدہ حاصل نہیں کر سکتا وہ کلام سے کیا حاصل کرے گا۔ اس کا مطلب یہ ہے اولیاء اکرام خواہ کلام فرمائیں خواہ خاموش رہیں توجہ باطنی سے حاضرین کے قلوب کا تزکیہ فرماتے رہتے ہیں۔

ضرورت شیخ سمجھ لینے کے بعد یہ جاننا چاہئے کہ مرشد کمال کس طرح اپنے فرائض انجام دیتے ہیں۔ یہ بہت بڑا کام ہے اور اس کی تفصیل بہت طویل ہے۔ تصوف کی زبان میں اسے سلوک الی اللہ کہتے ہیں۔ سلوک کا مختصر خاکہ تو پہلے بیان ہو چکا ہے اب یہ دیکھنا ہے کہ اس راستے پر شیخ کس طرح مرید کو چلاتے ہیں یہ یاد رہے کہ انسان کے جسم کے اندر چھ روحانی مرکز ہیں جنہیں لطائف ستہ کہا جاتا ہے۔ مندو فلسفہ روحانیت میں بھی یہی چھ روحانی مرکز بیان کئے جاتے ہیں۔ لیکن ان کے نام مختلف ہیں۔ لطائف ستہ میں پہلا نفس ہے مقام اس کا ناف ہے اور نور کا رنگ زرد ہے۔ دوسرا قلب ہے جس کا مقام بائیں پہلو میں ہے اور اس کے نور کا رنگ سرخ ہے۔ تیسرا روح ہے۔ مقام جس کا دائیں پہلو میں ہے اور نور کا رنگ سفید ہے۔ چوتھا بستر ہے جس کا مقام قلب اور روح کے وسط میں ہے اور اس کے نور کا رنگ سبز ہے پانچواں نفس کہلاتا ہے جس کا مقام وسط پیشانی میں ہے اور نور کا رنگ نیلگوں ہے۔ چھٹا لطیفہ اخفی ہے اور اس کے نور کا رنگ سیاہ ہے۔ شیخ کمال کا کام یہ ہوتا ہے کہ اوکار و مشاغل کے ذریعہ ان لطائف ستہ

ملاقات میں کیوں نہ کہہ دی تو انہوں نے فرمایا کہ اس وقت میں خود گڑ کھاتا تھا کس طرح لڑکے کو منع کر سکتا تھا۔ اس سے عام لوگ یہ معنی لیتے ہیں کہ جب تک آدمی خود کسی کام کا عامل نہ ہو تو اس کی نصیحت کا اثر نہیں ہوتا۔ لیکن اس میں جو راز ہے اس سے کم لوگ واقف ہیں۔ بات یہ ہے اس بزرگ نے لڑکے کے دل میں گڑ کی نفرت پیدا کرنی تھی۔ اور قاعدہ ہے کہ لڑکے کے دل میں نفرت پیدا کرنے سے پہلے گڑ سے نفرت کی کیفیت اپنے قلب میں پیدا کر کے باطنی توجہ کے ساتھ اس کا پھول لڑکے کے قلب پر ڈالنا تھا۔ اب جب تک خود گڑ سے پرہیز نہ کرتے کس طرح ممکن تھا کہ حقیقی نفرت ان کے اپنے دل میں پیدا ہوتی اس لئے پہلے ایک ہفتہ گڑ نہ کھانے کی مشق کی اور جب اچھی طرح ترک کر دیا تو پھر توجہ باطنی سے لڑکے کے قلب میں گڑ کے خلاف نفرت پیدا کی۔ یہ ہے۔ اولیاء کرام کا روحانی بیماریوں کے علاج کا طریقہ۔ اور ہمیشہ اسی طریقے سے وہ اپنے مریدوں کی اصلاح کرتے ہیں اس کے برعکس واعظین اور مبلغین لمبی لمبی تقریریں کرتے رہتے ہیں لیکن اثر کچھ بھی نہیں ہوتا اور اثر کم ہوسکتا ہے وہ تو پیاسے کے سامنے پانی پر لکچر دیتے ہیں لیکن اس کے برعکس اولیاء کرام پانی پیاسے کے حلق میں ڈالتے ہیں اور وہ پانی ذکر اللہ ہے۔ اس قسم کے علاج کی کئی مثالیں ہیں ایک دفعہ بغداد میں ایک سوداگر تھا جو بہت مالدار تھا اور ہر وقت اپنے کاروبار میں مصروف رہتا تھا حتیٰ کہ نماز تک کے لئے اس کے پاس وقت نہ تھا لوگ اسے بہت سمجھاتے تھے کہ نماز پڑھو لیکن وہ عدم الفرصتی کی وجہ پیش کر کے ٹال دیتا تھا۔ وہاں مسجد میں ایک فقیر رہتے تھے لوگوں نے ان سے کہا کہ یہ شخص ہمارا کہنا نہیں مانتا آپ چل کر اس کو نصیحت کریں لیکن ہے۔ راہ راست پر آجائے انہوں نے فرمایا جب تمہارا کہنا نہیں مانتا تو میں کیا کر سکتا ہوں۔ لیکن جب لوگوں نے انہیں مجبور کیا تو اس کی دکان پر تشریف لے گئے۔ وہاں جا کر انہوں نے فرمایا کہ بھائی تم نماز کیوں نہیں پڑھتے۔ اس نے کہا کہ دیکھیے کاروبار میں میں کس قدر مصروف ہوں اب نماز کے لئے وقت کہاں سے لاؤں۔ ان بزرگ نے دریافت کیا کہ تم رفع حاجت بھی دکان کے اندر کرتے ہو اس نے کہا نہیں باہر جا کر کرتا ہوں انہوں نے فرمایا اچھا رفع حاجت کے لئے تمہارے پاس وقت ہے لیکن نماز کے لئے نہیں ہے۔ یہ کہا اور باطنی توجہ بھی اس کے قلب پر ڈالی۔ اب کیا تھا کہ وہ سوداگر وجد میں آگیا۔ کیڑے پھاڑ دیئے۔ اور اسی وقت اپنا سارا سامان لٹا کر تن تنہا ان بزرگ کی خدمت میں جا کر رہنے لگا اور بڑے مرتبہ کو پہنچا۔ وہ

سو اگر حضرت سری سقطی رحمہ تعالیٰ اور وہ بزرگ حضرت معروف کرخی رحمہ تعالیٰ جو حضرت جنید بغدادی رحمہ تعالیٰ کے نادا پیر ہیں ایک دفعہ حضرت شاہ عبدالقدوس گنگوہی رحمہ تعالیٰ کسی گاؤں میں اپنے مریدین کے پاس تشریف لے گئے وہاں سے قریب ایک اور گاؤں میں حضرت جلال الدین رحمہ تعالیٰ درس دیا کرتے تھے اس وقت وہ طریقہ اولیاء کرام سے مخالفت رکھتے تھے۔ ان کا ایک شاگرد تھا جو حضرت شاہ عبدالقدوس گنگوہی رحمہ تعالیٰ کا مرید تھا۔ اس نے اپنے استاد سے درخواست کی کہ مجھے اجازت دی جائے تاکہ میں فلاں گاؤں میں اپنے پیر کی خدمت میں حاضر ہوں۔ انہوں نے اجازت دیدی اور طنزاً کہا کہ اپنے سچنیا پیر سے میرا بھی سلام کہنا۔ سچنیا انہوں نے اس لئے کہا کہ حضرت شاہ صاحب سماع سنتے تھے اور رقص کرتے تھے۔ جب لڑکے نے ان کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنے استاد کی طرف سے سلام عرض کیا تو آپ نے فرمایا کہ انہیں میری طرف سے بھی سلام کہنا اور یہ بھی کہنا کہ میرے پیر ناچتے بھی ہیں اور ناچتے بھی ہیں جب اُس نے واپس جا کر یہ پیغام دیا تو حضرت جلال الدین رحمہ تعالیٰ پر جو ہمیشہ تصوف کی مخالفت کرتے تھے عجب کیفیت طاری ہوئی۔ فوراً وجد میں آگئے اور رقص کرنے لگے۔ کپڑے پھاڑ ڈالے اور جسم سے خون نکلنے لگا۔ فارغ ہو کر حضرت شیخ رحمہ تعالیٰ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ معافی حاصل کی اور مرید ہو گئے اور بڑے مرتبے کو پہنچے۔ اب ان الفاظ میں یہ اثر کہاں سے آیا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ بات کے ساتھ انہوں نے ان کے قلب پر بھی توجہ ڈال دی جس سے ان کو وجد آ گیا۔ اس قسم کی مثالیں بے شمار ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اکثر صحابہ کرام کی اسی طریقہ سے فوری اصلاح فرمائی۔ ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صحابی سے فرمایا کہ آدمی کا ایمان اس وقت کامل ہوتا ہے جب وہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی جان و مال اور اولاد سے زیادہ عزیز سمجھے۔ اس صحابی نے عرض کیا۔ حضور میں اپنے اندر یہ کیفیت نہیں پاتا۔ آپ نے فرمایا کہ میں نے اسے پتے ”انہوں نے عرض کیا ”حضور اب پاتا ہوں“ وجہ یہ تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے قلب کی طرف بھی توجہ ہوئے اور توجہ باطنی سے اس کے اندر یہ کیفیت پیدا کر دی۔ ورنہ چشم زدن میں اس قدر عظیم الشان تبدیلی کس طرح واقع ہو سکتی تھی۔ ایک دفعہ آپ نے ایک صحابی کو حکم دیا کہ فلاں جگہ پر جا کر تبلیغ کرو۔ صحابی نے عرض کیا حضور میرے اندر یہ اہلیت تو نہیں ہے۔ آپ نے اس کے سینے پر ہاتھ پھیرا تو وہ صحابی جلا اٹھے کہ حضور اب میں اپنے اندر یہ اہلیت محسوس کرتا

ہوں۔ اس قسم کے واقعات کثرت سے احادیث میں پائے جاتے ہیں۔ اسی طرح اولیاء کرام لوگوں کے سامنے جو گفتگو فرماتے ہیں ان میں خاص اثر ہوتا ہے اور یہ اثر ہمیشہ ان کے الفاظ میں موجود رہتا ہے اور بعد میں جب لوگ ان کے ملفوظات کا مطالعہ کرتے ہیں تو ان کے قلوب پر بھی اثر ہوتا ہے۔ بشرطیکہ چند شرائط کا لحاظ رکھا جائے جو بعد میں بیان کی جائیں گی۔

ملفوظات کی اہمیت | اولیاء کرام کے ملفوظات میں اس قدر برکت ہے اور وہ اس قدر سریع الاثر ہیں کہ سلوک الی اللہ میں ان کو خاص اہمیت دی گئی ہے اور اکثر بزرگان نے ملفوظات کی نشر و اشاعت کے لئے خاص تاکید کی ہے۔ حضرت شیخ فرید الدین عطار رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب تذکرۃ الاولیاء کے مقدمہ میں ملفوظات کی بہت اہمیت بیان فرمائی ہے۔ آپ نے ملفوظات کے سولہ فوائد بیان فرمائے ہیں۔ خواہشمند حضرات اصل کتاب میں مطالعہ کر سکتے ہیں۔

خواجہ بزرگ حضرت خواجہ معین الدین حسن اجمیری رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس سلسلہ میں تخریر فرماتے ہیں کہ جب سیر و سیاحت کے بعد سراج الاولیاء و امام الاصفیاء حضرت خواجہ عثمان ہارونی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے شہر بغداد میں رہائش اختیار کر لی تو مجھے حکم دیا کہ ہر روز چاشت کے وقت میرے پاس آیا کرو ہم تم کو فقیر کی تعظیم و ترغیب دیا کریں گے تاکہ وہ ہمارے بعد یادگار رہے اور ہمارے فرزندوں اور مریدوں کے لئے یہ چشمہ جاری رہے۔ سو یہ فقیر موافق فرمان واجب الازعان کے ہر روز خدمت بابرکت حضرت خواجہ نور اللہ مرقدہ میں حاضر ہوتا تھا اور جو کچھ زبان گوہرستان سے ارشاد ہوتا اسے یہ فقیر قلم بند کرتا جاتا تھا۔ چنانچہ وہ اشارات حضور توفیق اللہ تعالیٰ اٹھائیں مجلسوں پر شامل ہیں اور نام انکا انیس الارواح ہے۔

محبوب الہی حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء فرماتے ہیں کہ جب میں پہلی بار حضرت خواجہ فرید الدین گنج شکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو دل میں خیال کر لیا کہ جو کچھ شیخ الاسلام کی زبان سے سنوں گا اسے قلم بند کرتا جاؤں گا۔ ابھی یہ بات میرے دل میں گزری ہی تھی کہ حضور نے فرمایا کہ اس مرید کے لئے بڑی سعادت ہے کہ جو کچھ اپنے پیر کی زبان سے سنے گوش ہوش اس کی طرف لگائے اور اس کو لکھتا جائے۔ ہر حرف کے بدلے ہزار پیر کی طاعت کا ثواب اس کے نامہ اعمال میں لکھا جاتا ہے اور مرید کے بعد علیین میں جگہ پاتا ہے۔ چنانچہ حضرت محبوب الہی نے اپنے شیخ

کے ملفوظات جمع کئے اور ان کا نام راحتہ القلوب رکھا۔ اسی طرح حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رضی اللہ عنہ نے اپنے شیخ حضرت خواجہ جگان خواجہ معین الدین رضی اللہ عنہ کے ملفوظات بھی جمع کئے ہیں جن کا نام دسل العارفین ہے حضرت خواجہ فرید الدین گنج شکر رضی اللہ عنہ نے جو ملفوظات اپنے شیخ خواجہ قطب الدین والحق کے جمع کئے ہیں ان کا نام فوائد السالکین ہے۔ حضرت امیر خسرو نے بھی اپنے شیخ حضرت محبوب آلہی رضی اللہ عنہ کے ملفوظات جمع کئے ہیں جن کا نام راحتہ المحبین اور افضل الفوائد ہے۔ حضرت مولانا بدر الدین اسحاق رح واما حضرت گنج شکر نے بھی آپ کے ملفوظات جمع کئے ہیں نام ان کا اسرار الاولیاء ہے۔ حضرت خواجہ حسن بھری رح نے جو ملفوظات اپنے شیخ حضرت محبوب آلہی کے جمع کئے ہیں ان کا نام فوائد الفوائد ہے کسی اللہ کے بندے نے ان سب کتابوں کو یکجا جمع کر کے پنج روپے کے نام سے طبع کرایا ہے۔ یہ کتاب دہلی اور لاہور میں مل سکتی ہے۔ شاید کراچی میں بھی مل سکتی ہے۔ یہ تمام ملفوظات ذرا فریاد بھی شائع ہو چکے ہیں جو پاک ٹن شریف اور لاہور میں مل سکتے ہیں۔

حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ و دیگر حضرات نے قطب عالم حضرت مولانا حاجی امداد اللہ مہاجر کی ان کے ملفوظات جمع کئے ہیں جو شماکم امداد کے نام سے طبع ہو چکے ہیں۔ مولانا تھانوی نے ان ملفوظات پر حواشی بھی تحریر فرمائے ہیں جو کتاب امداد المشتاق کی شکل میں طبع ہو چکے ہیں۔ یہ کتاب کراچی اور لاہور میں ملتی ہے۔ حضرت مولانا جلال الدین رومی رضی اللہ عنہ کے ملفوظات بھی نئی دہلی کی صورت میں محفوظ ہیں۔ ہمارے حضرت اقدس نے اپنے شیخ حضرت مولانا شاہ وارث حسن مدد صاحب کے ملفوظات جمع کئے ہیں۔ اس کتاب کا نام شماکۃ العبر ہے اور اب نایاب ہے۔ طبع ثانی کا ارادہ ہے اللہ توفیق عطا فرمائے۔

ہمارے حضرت اقدس کے ملفوظات بھی آپ کے حکم سے لکھے گئے ہیں۔ جب ایچ قمر نے ان کی خدمت اقدس میں اجمیر شریف میں (جون ۱۹۴۲ء) حاضر ہوا تو آپ نے ان کے ملفوظات کو دیکھا اور جو کچھ ہم کہتے جاتے لکھتے جاؤ چنانچہ اسی روز اس بندہ ناپیر نے جب بھی موقع ملا ان کے ملفوظات قلم بند کرنا شروع کر دیئے اور حضرت کے یوم وصال (۹ ذی الحجہ ۱۳۶۲ھ مطابق ۱۱ ستمبر ۱۹۵۱ء) تک تحریر کرتا رہا۔ اور یہ ملفوظات کتاب نہا میں طبع کرائے گئے ہیں۔

دورِ حاضر میں حضرت اقدسؑ کے ملفوظات کی اہمیت

حضرت اقدس کی جامعیت کا مختصر ذکر تو مقدمہ کے شروع میں ہو چکا ہے۔ اب آپ کی خصوصیات کو ذرا وضاحت

سے بیان کیا جاتا ہے تاکہ قارئین آپ کے کمالات اور علو مرتبت سے آگاہ ہو کر ملفوظات سے کما حقہ فائدہ حاصل کریں۔

۱۔ دنیوی معاملات میں مستعدی

دنیا داری کے معاملہ میں آپ کا وہی مسلک تھا جو رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا تھا۔ باہمہ اور بے ہمہ کے مصداق آپ دنیا میں رہتے ہوئے دنیا سے بیزار تھے۔ آپ فرماتے تھے کہ انسان کا کمال اسی میں ہے کہ دنیا میں رہ کر خواہشات نفس کا شکار نہ ہو۔ جو شخص لوگوں سے کنارہ کر کے جنگلوں اور پہاڑوں میں سکونت اختیار کرتا ہے

اس کی کیا بہادری ہے۔ بہادری تو یہ ہے کہ دنیا کے لالچ کے باوجود لالچ سے مغلوب نہ ہو۔

انسان کے لئے یہی دنیا معرکہ عمل اور جولا نگاہ ہے۔ جولا نگاہ کو چھوڑ کر بھاگ جانا بزدلی ہے۔

آپ نے تمام مریدین کو یہی تعلیم فرمائی اور یہ عین اسلام ہے۔ *كَا دُهْبًا بِنِيَّةٍ فِي الْاِسْلَامِ*۔ جب

کوئی مرید ترک دنیا اور عزت کی اجازت طلب کرتا تو آپ فرماتے تھے کہ ہم تمہیں سلوکِ محمدی سے

کرا رہے ہیں نہ کہ سلوکِ عیسوی۔ اس اصول کے ماتحت آپ کی دنیوی زندگی قابل رشک اور مکمل نہایت تھی۔

آپ ہمیشہ نہایت صاف ستھرا لباس زیب تن فرماتے تھے۔ کپڑوں کو اس احتیاط سے رکھتے

تھے کہ کسی دن یہ معلوم نہیں ہوتا تھا کہ جوڑا اُجلا نہیں ہے۔ لباس کی صفائی کے ساتھ صفائی جسم اور

صفائی مکان کا بھی پورا اہتمام فرماتے تھے۔ کمرے کے اندر ہر چیز قرینہ سے رکھتے تھے اور جب

کوئی چیز مثلاً قلم۔ پنسل۔ چشمہ یا کتاب استعمال کے لئے اٹھاتے تو ضرورت پوری ہونے کے بعد پھر

اسی طرح اُسے اپنے مقام پر احتیاط کے ساتھ رکھتے۔ بیٹھنے کے کمرہ میں تمام سامان از نسیم۔ کاغذ

قلم۔ دوات۔ سیاہ اور زنگدار پنسل۔ ٹیگ۔ پن۔ قینچی۔ چاقو۔ گوند۔ کلینڈر۔ خط لکھنے کے کاغذ اور

لفافے۔ خطوط تولنے کے لئے چھوٹا سا میزبان (SCALE) سب چیزیں ہر وقت موجود رہتی تھیں

ٹائپ رائٹر (مشین ٹائپ) اپنا تھا۔ اور ٹائپ کرنا اچھی طرح جانتے تھے۔ بختگی تحریر کا یہ عالم تھا کہ جب

آپ کوئی ادق سے ادق مضمون لکھنا چاہتے تو کاغذ مشین پر چڑھا کر فوراً ٹائپ کرنا شروع کر دیتے اور

جب مضمون ختم کر کے کاغذ نکالتے تو "کاما" ٹیک کی غلطی نہ ہوتی۔ آپ کے کتب خانہ میں ہر قسم کی کتابیں

تھیں یہاں تک کہ _____ مختلف سائنٹفک علوم کے متعلق بھی کئی کتابیں موجود تھیں۔ تمام کتابوں کو نہایت سلیقے سے رکھتے تھے۔ ہر کتاب کے اوپر کاغذ کا کور (COVER) لگاتے تھے اور اس پر کتاب کا نام نہایت خوش خط سے لکھتے تھے۔

اکثر آپ کا دستور یہ ہوتا تھا کہ جس کتاب کا انڈکس نہیں ہوتا تھا اس کے لئے آپ خود انڈکس تیار کر لیتے تھے۔ بعض اہم کتابوں کا خلاصہ بھی آپ بنا کر رکھ لیتے تھے۔ آپ کے پاس کئی بڑے بڑے قلمی بیاض تھے۔ ان میں سے ایک اشعار کے لئے مخصوص تھا۔ جو اشعار یا غزلیات آپ کو پسند آتے تھے اس بیاض میں لکھ لیتے تھے۔ دوسرا بیاض اقوال بزرگان اور اقتباسات کتب کے لئے تھا۔ مطالعہ کتب کے بعد ان میں سے ضروری اقتباسات لے لیتے تھے۔ اسی طرح ایک بیاض عملیات کے لئے مخصوص تھا۔ جہاں تک خطوط کا تعلق ہے آپ تقریباً ہر خط کا جواب دیتے تھے اور بعض اوقات اپنے جوابات کی نقل بھی موجود رکھتے تھے۔ چنانچہ قائمہ اعظم لکھوالی۔ حبیب اللہ لکھوالی اور دیگر اہم شخصیتوں کو جتنے خط لکھے ان کی نقول موجود ہیں۔ آپ ہمیشہ ڈائری لکھا کرتے تھے۔ روز مرہ کے خاص واقعات باقاعدگی سے ڈائری میں درج کرتے تھے۔ اور باقاعدگی اور پابندی اصول کا یہ عالم ہے کہ پوری عمر کی ڈائری اس وقت نہایت سادہ ستھری حالت میں موجود ہے۔ علاوہ ازیں آپ کے پاس ایک رجسٹر تھا جس میں تمام دوستوں اور مخلصین کے پتے (Addresses) درج تھے۔ ایک اور فہرست تھی جس میں تمام دوستوں کے نام درج تھے۔ ایک علیحدہ فہرست میں دوست نہیں صرف واقفیت رکھنے والے اصحاب کے نام درج ہیں۔ اس سے ظاہر ہے کہ حضرت کی ذہنی زندگی اس قدر باطنی اور باقاعدگی سے چلتی رہی ہے کہ جس شخص کی دنیا اچھی نہیں اس کا دین کیسے اچھا ہو سکتا ہے۔

توکل علی اللہ لیکن دنیاوی امور کو اس احسن طریقہ پر انجام دینا ہے۔

حُب دنیا اور حُب جہاد سے سخت بیزاری تھی۔ خدا کے ہوا کسی سے کہیں نہیں لگتا۔

میں قدم رکھنے کے بعد ساری زندگی توکل علی اللہ میں رہی۔ اور اللہ ہی سے سب کچھ مانگا۔ اور اللہ ہی نے میری

- پاکستان بننے کے بعد جب کراچی تشریف لائے تو باوجودیکہ قائد اعظم اور گورنر سندھ (غلام حسین ہدایت اللہ) دوست تھے۔ دیگر وزراء اور امراء معتقد تھے لیکن رہنے کے لئے مکان تک کسی سے طلب نہ کیا چہ جائیکہ فیکٹریاں اور رقبہ جات الاٹ کراتے۔ انسان تو انسان آپ دنیا کی کوئی چیز خدا سے بھی طلب نہیں کرتے تھے۔ اس معاملہ میں آپ کا نظریہ یہ تھا کہ جب ہم ایک ایسے عظیم الشان شہنشاہ کے مہمان ہیں جو بے مانگے دیتا ہے تو پھر کیوں اس سے کوئی چیز طلب کریں جب وہ بے طلب عطا کرتا ہے تو طلب کرنا بے ادبی ہے۔ اگر بادشاہ سے کچھ طلب کرنا ہے تو اس کی شان کے مطابق طلب کیا جائے۔ بادشاہ سے پیسے اور کوڑیاں طلب کرنا اس کی بے ادبی ہے اللہ سے اگر کچھ طلب کرنا ہے تو اسی کو اس سے طلب کیا جائے۔ جب وہ ہمارا ہے تو سب کچھ ہمارا ہے لیکن اس کو اس لئے طلب نہ کیا جائے کہ سب کچھ ہمارا ہو جائے بلکہ اس کو اسی کی خاطر طلب کیا جائے۔ باقی جو کچھ ملے گا ضمناً ملے گا۔

زاہدان خشک کی طرح آپ گھنگاروں اور خطاروں پر سخت گیر نہیں کرتے تھے۔ بلکہ ان کے ساتھ کمالِ شفقت سے پیش آتے تھے۔ آپ کا نظریہ یہ تھا کہ وہ ڈاکٹر ہی کیا جو بیماروں سے اجتناب کرے یا ان پر غصہ ہو مصیبت میں تو شفقت اور نرمی (Relief work) کی ضرورت ہوتی ہے۔ علاج کا طریق بھی آپ کے ہاں نرالہ تھا آپ اکثر لوگوں کو انکی بعض کمزوریوں پر براہ راست تنبیہ نہیں فرماتے تھے بلکہ باطنی توجہ سے بیماری کی اصلی وجہ کو نکال دیتے تھے۔ علامات خود بخود رفع ہو جاتی تھیں۔ ایک دفعہ آپ کی ایک مریدہ نے جو پردہ نہیں کرتی تھیں اور بال کھواتی تھیں۔ عرض کیا کہ اگر آپ چاہیں تو میں برقعہ پہن لوں اور بال کھونا بند کر دوں۔ آپ نے فرمایا فکر مت کرو ہم جڑ کاٹ دیتے ہیں۔ آپ کے اس رویہ کا نتیجہ یہ ہوتا تھا کہ مریدین پر آپ کی کوئی بات گراں نہیں گزرتی تھی۔ لیکن اس کے ساتھ ان کی اصلاح بھی ہو جاتی تھی۔

عرفان کے میدان میں آپ کا مقام اس قدر بلند تھا کہ جس کی مثال متاخرین میں بہت کم ملتی ہے۔ آپ دنیا میں حسن ہی دیکھتے تھے۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ دنیا کی کوئی چیز خواہ سبھی سن اور حکمت سے خالی

نہیں ہے۔ آپ ہر چیز کا مرتبہ پہچانتے تھے اور اس کا حق ادا کرتے تھے۔ اس معاملہ میں آپ اکثر حضرت مولانا جامی رح کے مندرجہ ذیل شعر کا حوالہ دیتے تھے۔

ہر مرتبہ ز وجود حکمے دارد گر حفظ مراتب نہ کنی زندیقی

آپ فرمایا کرتے تھے دنیا میں شہر محض کا وجود نہیں ہے۔ اشیاء کے مختلف استعمال سے خیر و شر وجود میں آتا ہے۔ اس لحاظ سے آپ ہر چیز کی قدر کرتے تھے۔

آپ بڑی چیز کے استعمال کے حق میں نہیں تھے

بلکہ آپ فرماتے تھے کہ بہترین حکمت عملی یہ ہے کہ بڑی چیز کے زور کو توڑ کر اس سے قوت تخریب چھین لینی چاہئے۔ اُسے بالکل معدوم کرنا حکمت ازلی کے خلاف ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کو کسی نہ کسی حکمت کی بنا پر پیدا کیا ہے۔

اکثر بزرگان ہر کام میں احتیاط کا پہلو اختیار کرتے ہیں اور خیر و شر کے درمیان جو باریک لائن (LINE OF DEMAR CATION) ہے۔ اُس سے کافی دور ہو کر چلتے ہیں تاکہ لڑکھٹا کر دوسری جانب نہ گر جائیں لیکن حضرت اقدس بقا باللہ میں وہ مقام رکھتے تھے کہ عین اسی لائن پر جاتے تھے اور چلتے نہیں دوڑتے تھے۔ اس اجمال کی تفصیل قارئین کرام حضرت کے ملفوظات متعلق بہ اختلافی مسائل مثلاً پردہ - فوٹو گرافی - سماع - زیارت قبور وغیرہ میں پائیں گے۔ جب آپ کو کوئی تکلیف ہوتی تو آپ اس کا اظہار کرتے لیکن آپ کا یہ اظہار بے صبر کی وجہ سے نہ ہوتا تھا بلکہ اس میں اور راز پوشیدہ ہے۔ عرفاء کا قول ہے کہ جو بزرگ تکلیف کی حالت میں ہائے ہائے کرے اس کا عرفان اس سے بڑھا ہوا ہوتا ہے۔

جو خاموش رہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے پیارے بندوں سے محبت کرنے سے چھڑ چھاڑ کرتے ہیں۔ اب اگر وہ اس محبوبانہ چھڑ چھاڑ کا جواب نہ دے گا تو سارا کھیل بگڑ جاتا ہے۔ اس لئے وہ شور مچاتے ہیں اور آواز دے رہے ہیں اللہ تعالیٰ خوش ہو جائے۔ قاعدہ ہے کہ جب کوئی شخص چھوٹے بچے کی منہسی اور مذاق کی خاطر چھڑتا ہے یا اس کے چٹکی لیتا ہے تو بچے کے شور مچانے سے وہ خوش ہوتا ہے۔ اگر بچہ خاموش بیٹھا رہے تو اُسے لطف نہیں آتا اور سارا کھیل بے معنی ہو جاتا ہے۔

تانا گریڈ کود کے علاوہ فروش سحر بخشائش نے آید بگوش

۴۔ عشقِ آلہی | عشقِ آلہی میں حضرت بالکل ڈوبے ہوئے تھے۔ ہر کام اللہ کی خاطر کرتے تھے اور ہر فعل میں اللہ کی رضا جوئی مطلوب تھی۔ اور یہی مومن کا خاصہ ہے۔ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَشَدَّ حُبًّا لِلَّهِ ۗ آيَةٌ مِّنْ مَّارِكِ إِنَّ صِدْقَاتِي وَ لَسْمِي كِي وَ نَجْبَاتِي وَ صَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ کے آپ صحیح نمونہ تھے۔ آپ کے ہر قول و فعل سے فدائیت و جانبازی اور تسلیم و رضا کے جذبات ٹپکتے تھے۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ بعض لوگ اللہ تعالیٰ۔ رسول اللہ صلعم اور خواجہ غریب نواز رض سے اس لئے محبت کرتے ہیں کہ ضرورت کے وقت کام آتے ہیں اور مصیبت میں امداد کرتے ہیں۔ یہ بھی نفاست ہے۔ انسان کو چاہئے کہ بلا غرض اور بے لوث محبت کرے۔

بہشت اور حور و تصور کی خاطر عبادت کرنے والوں کے متعلق آپ فرمایا کرتے تھے کہ وہ لوگ یہیں جلتے کہ اس قدر پارسائی کے باوجود بھی وہ اپنے نفس کا طواف کر رہے ہیں۔ اس مضمون کو مرزا غالب نے کیا ہی اچھی طرح ادا کیا ہے۔ فرماتے ہیں ۵

طاعت میں تار ہے نہ مے و انگبیس کی لاگ دوزخ میں ڈال دے کوئی لے کر بہشت کو اس سلسلہ میں خواجہ حافظ شیرازی فرماتے ہیں ۵

باغ بہشت و سایہ طوبی و قصر و حور با خاک کوئے دوست برابر نے کنم

قصر جنت دیر و کعبہ جہاہ را کر دم عدم

(نظامی رح)

ن۔ حور و علماں

جلوہ گاہِ ساقیم را بار گاہ ہے ساختیم

آپ فرماتے تھے کہ ہم دوزخ سے نہیں ڈرتے۔ اگر وہ ہمیں دوزخ میں ڈال کر فروش ہوتے ہیں تو ہم خوشی سے دوزخ میں جانے کے لئے تیار ہیں۔ ہمیں اپنی خوشی مطلوب نہیں ہے۔ ہماری خوشی اس میں ہے کہ وہ خوش ہو جائیں۔

۵۔ وسعتِ ظرف | وسعتِ ظرف کا یہ عالم تھا کہ آپ ہمیشہ تکین اور استقامت سے رہتے

تھے۔ اور کبھی مغلوب الحال نہیں ہوتے تھے۔ یہ شان بقائیت ہے۔ جو حضرات تلویں کے مقام میں ہوتے ہیں ان پر اکثر کیفیات کا غلبہ رہتا ہے۔ اور یہ قنایت فی اللہ کا خاصہ ہے۔ لیکن جب قنایت سے گذر کر مقام بقا باللہ میں پہنچتے ہیں تو کیفیات پر غلبہ پالیتے ہیں اور مسند تکمیل اور رشد پر متمکن ہوتے ہیں۔ اس مقام پر ان کو "ابوالحال" کہتے ہیں۔ قوالی میں یا عزارات کی حاضری کے وقت خواہ کیفیات اور ذوق و شوق کا کتنا ہی غلبہ ہو آپ دریا پر دریا نوش کئے جاتے تھے لیکن سمندر کی طرح خاموش اور پرسکون رہتے تھے۔ اس مضمون کو حضرت خواجہ غلام فرید صاحب رح (کوٹ مٹھن شریف۔ بہاولپور) نے خوب ادا کیا ہے۔

اگرچہ ^{ہوتے ہیں} تو نے جو دریا نوش ہیں۔ پُر جوش ^{ہوتے ہیں} کھی خاموش ہیں
 کے ^{خاموش} اسرار دے سرپوش ہیں۔ صامت رہن مارن نہ بک

یعنی اگرچہ وہ دریا نوش ہیں جوش سے بھرے ہوئے ہیں لیکن خاموش ہیں۔ اسرار الہی کے خزانے ہیں۔ ثابت قدم اور پرسکون رہتے ہیں اور راز فاش نہیں کرتے۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ مغلوب الحال ہونا کمزوری کی علامت ہے۔ آدمی کو چاہئے کہ پتیا رہے اور مست نہ ہو کیونکہ غلبہ حال سے ترقی رک جاتی ہے۔ جب تک کہ دی ہوڈ غذا مضم نہ کرے مزید کچھ نہیں ملتا منصور ابن حلاج کا نعرہ انا الحق اگرچہ درست تھا لیکن عرفاء کا بلین نے اسے پسند نہیں کیا۔

۶۔ کشف و کرامات سے اجتناب | عروج و نزول۔ آفاق و انفس اور اسما و صفات
 کی دائمی سیر کے باوجود آپ کشف و کرامات سے اجتناب فرماتے تھے۔

کشف و کرامات آپ کے نزدیک کرامات الہیہ سے زیادہ حیثیت نہ رکھتی تھی۔ اور اس قسم کے شوق کو آپ نے پورے دل سے مٹا دیا کرتے تھے۔ آپ کا مسلک یہ تھا کہ ہر وقت طالب مولیٰ رہنا چاہئے اور کشف کے پیچھے نہیں دوڑنا چاہئے۔ کیونکہ اس سے طرح طرح کے حجابات داخل ہو جاسکتے ہیں۔ اور

مزید ترقی بند ہو جاتی ہے۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ حجابات کئی قسم کے ہوتے ہیں۔ شروع کے حجابات کو حجاباتِ ظلمانی کہتے ہیں۔ یہ معصیت کی وجہ سے اللہ اور بندہ کے درمیان حائل ہوتے ہیں۔ دوسری قسم کے حجاب کو حجاباتِ نورانی کہتے ہیں۔ یہ کشف و کرامات کی وجہ سے ہوتے ہیں۔ جب سالک کیفیت میں مستغرق ہو کر آگے نہیں بڑھ سکتا تو اس حالت کو حجاباتِ کیفی کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ آپ کا قاعدہ تھا کہ مریدین کو کشف نہیں ہونے دیتے تھے۔ اور ان کی آنکھیں بند کر کے آگے لے جاتے تھے۔ کیونکہ آپ فرماتے تھے کہ اگر سالک کو اپنے مقام کا علم ہو جائے تو اس کی رفتار سست پڑ جاتی ہے اور بسا اوقات ترقی بالکل رک جاتی ہے۔ تصوف کی اصطلاح میں اس قسم کی رفتار کو طیر کہتے ہیں اور رفتار کے دوران میں کشف و کرامات جاری رہے تو اسے سیر کہتے ہیں۔ آپ کے نزدیک طیر افضل ہے۔ سیر سے۔ کیونکہ طیر میں سالک کی آنکھیں بند ہوتی ہیں اور پردہ ہائے نورانی حائل نہیں ہونے پاتے۔ یہ یاد رہے کہ اس طور پر سلوک طے کرانا بڑے بڑے عالی مقام مشائخ کا کام ہے۔ یہ معمولی بات نہیں ہے۔ یہ کام جنید اور پانزوی جیسے اکابر اولیاء سرانجام دیتے ہیں۔ حضرت اقدس فرمایا کرتے تھے کہ ہم جن مریدین کو بہت اوپر لے جانا چاہتے ہیں۔ ان کی آنکھیں بالکل بند کر دیتے ہیں۔ حتیٰ کہ وہ بلند مقامات پر پہنچ جاتے ہیں اور انہیں خبر تک نہیں ہوتی کہ ہم بھی کچھ ہیں۔ حضرت جنید بغدادیؒ نے حضرت ابو بکر شبلیؒ کو بھی اسی نوع پر سلوک طے کرایا تھا۔ یہ ہمارے حضرت کی خاص بات ہے۔ لیکن اس کے باوجود کمزور مریدین کو سہارا دینے کے لئے آپ گاہے گاہے ان کی آنکھیں کھول دیتے تھے۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ جن لوگوں کو کشف کی ضرورت نہیں ہم ان کو کشف دے کر مفت میں زیرِ بالہ نہیں کرتے ہاں جن کو اس بات کی ضرورت ہے انہیں دکھا دیتے ہیں تاکہ آگے چل سکیں۔ یہ عام ظاہری اصول ہے۔ لیکن باطناً ہر مرید پر بالعموم اور سالکین پر بالخصوص آپ کی کرامات روحانی توجیہ اور انوار و برکات روز روشن کی طرح ظاہر تھے۔ سالکین کے قلوب پر ہر لحظہ اور ہر لمحہ آپ کی توجہات اور انوار کی برسات رہتی ہے اور یہ بات تو سلوک کا جزو ہے۔ اس کے

سوا چارہ نہیں۔ یہ بات آپ کے وصال کے بعد بھی جاری ہے۔

۷۔ جذبہ جہاد | اگرچہ بظاہر آپ ضعیف تھے۔ لیکن باطن آپ ایک بہت بڑے جرنیل کا دل رکھتے تھے۔ کم تعداد اور کمی سامان کے متعلق آپ بالکل فکر مند نہیں تھے۔ اور ہمیشہ اللہ کی استعانت اور قوت پر بھروسہ رکھتے تھے آپ فرماتے تھے کہ شکر ہے کہ ہم تعداد میں بھارت سے کم ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں کم تعداد والوں ہی کے لئے مژدہ فتح دیا ہے۔ **وَكَهَمَّ مِنْ فَئِةٍ قَلِيلَةٍ غَلَبَتْ عَلَى فِئَةٍ كَثِيرَةٍ بِإِذْنِ اللَّهِ** فتح مالک۔ اور شوکتِ پاکستان کے متعلق آپ کے متعدد مشاہدے اور پیشینگوئیاں درج ملفوظات ہیں۔ اور آپ کے ملفوظات جذبہ جہاد اور شوقِ شہادت سے بھرپور ہیں۔

۸۔ پاکستان بنانے میں آپ کا ہاتھ | یہ بات عام لوگوں کو معلوم نہیں ہے لیکن خواص جانتے ہیں کہ پاکستان بنانے والے بظاہر قائد اعظم اور باطن آپ تھے۔ بات یہ ہے کہ عہدِ قدیم سے فتح ہندوستان میں حضراتِ چشتیہ کا بہت بڑا حصہ ہے۔ جب سلطان محمود غزنوی سومنات کے فیصلہ کن معرکہ میں مصروف تھے۔ تو اس وقت ان کی پشت پر حضرت خواجہ ابو محمد محترم چشتی رح تھے جو آپ کی فوج کے ساتھ ہندوستان تشریف لائے اور سومنات اور دیگر اہم مقامات فتح کرائے۔ اس کے بعد خواجہ بزرگ حضرت خواجہ معین الدین حسن سجریؒ کو حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ہندوستان سپرد ہوا اور آپ کی زیر سرپرستی مجبوراً غوری نے اس وقت کے والی ہند راجہ پرتھوی راج کو ختم کیا۔ بعد میں راجپوتوں کے ساتھ کہانوں میں علاؤ الدین خلجی اور دیگر فاتحین کی پشت پر متعدد چشتی حضرات تھے۔ جن میں سے امام شمس الدین ترکا قابل ذکر ہیں۔ اسی وجہ سے حضرت اقدس قادریؒ فرماتے تھے کہ ہندوستان چشتیوں کا ورثہ ہے۔

اس کے بعد سلاطین اسلام کا دور شروع ہو گیا۔ اور عہدِ مغلیہ کے بعد جب ہندوستان مسلمانوں کے ہاتھوں سے نکل گیا تو طلبِ عالم حضرت مولانا حاجی امداد اللہ صاحب

مہاجر کی رح نے انگریزوں کے خلاف علم جہاد بلند کیا۔ جس کے نیچے آپ کے مریدین اور متعلقین کا فی عرصہ تک لڑتے رہے۔ ان میں حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی اور مولانا محمد قاسم صاحب بانی مدرسہ دیوبند جیسے اکابر اولیاء بھی تھے۔ حضرت شیخ المشائخ حاجی صاحب کے وصال کے بعد یہ کام آپ کے خلیفہ شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسن صاحب کے سپرد رہا۔ جب آپ قید مالٹا سے واپس آئے تو ہمارے حضرت کے شیخ حضرت مولانا وارث حسن صاحب ان کے ہاں گئے اور ایک ہفتہ تک دونوں حضرات ایک کمرہ کے اندر خلوت میں رہے اور اسی وقت ہندوستان کے چارج کی لین دین ہوئی۔ اس ملاقات کے ایک ہفتہ بعد حضرت شیخ الہند کا وصال ہو گیا اور باگ ڈور حضرت مولانا وارث حسن کے ہاتھ میں رہی۔ سال ۱۹۳۶ء میں آپ کے وصال کے بعد ہمارے حضرت اقدس آپ کے جانشین ہوئے اور سیاست ہند کو ہاتھ میں لیا۔ اس سلسلہ میں حضرت اقدس کا وہ مشاہدہ جو آپ کو حضرت خواجہ غریب نواز کی معیت میں ہوا (درج ملفوظات ہے) اور آپ کا وہ رویا جسے صادقہ جو آپ نے حضرت خواجہ نصیر الدین چراغ دہلی کے مزار پر دیکھا (درج ملفوظات) معنی خیز ہیں۔ خیر یہ تو عالم بطون کی باتیں ہیں۔ ظاہر میں بھی حضرت سیاست ہند میں عملی حصہ لیتے رہے اور قائد اعظم رحم سے خط و کتابت اور ملاقات کا سلسلہ جاری رہا۔ مؤخر الذکر کا حضرت سے تعلق اس قدر گہرا ہو گیا کہ جب کسی شہر میں حضرت کی طرف سے ان کو اطلاع ملتی تو آپ سے ملاقات کرنا قائد اعظم کا پہلا کام ہوتا۔ آپ اکثر ان کو خط و کتابت کے ذریعہ پیش بہا مشورے ارسال کیا کرتے تھے۔ یہ خط و کتابت محفوظ ہے اور انشاء اللہ تعالیٰ شائع کی جائے گی۔ ایک دفعہ جب پنجاب میں سکندر حیات خاں اور بنگال میں فضل الحق قائد اعظم کو تکلیف دے رہے تھے تو حضرت نے ان کو یہ مختصر لیکن معنی خیز تار دیا:۔

”SMASH MISCHIEVOUS AND FORGIVE FOOLS”

یعنی شریروں کو کچل ڈالو اور بے وقوفوں کو معاف کر دو۔

غرضیکہ آپ ظاہراً اور باطناً ملک کی سیاست میں برابر حصہ لیتے رہے۔ آپ

اجیر شریف کی طرف سے مسلم لیگ کونسل کے ممبر بھی تھے۔ اور جب بھی میڈنگ میں جاتے تو لوگوں کے قلوب پر انقلابی توجہ ڈال کر انہیں خوب مشتعل کر دیتے۔ ایک دفعہ شاہد سہیل نے ۱۹۴۲ء میں جب آپ کونسل کے اجلاس میں شرکت کی خاطر دہلی تشریف لے گئے تو واپسی پر فرمایا کہ ہم کھلی آنکھوں سے لوگوں کے قلوب کی طرف متوجہ رہے اور ان کے اندر جذبہ جہاد پیدا کر دیا۔ چنانچہ جب ظفر علی خاں تقریر کے لئے کھڑے ہوئے تو انہوں نے نہایت جوش سے کہا کہ اب ہم کچھ نہیں چاہتے۔ ہم مرنا چاہتے ہیں۔ جب مریں گے تو پہلے اورون کو مار کر مریں گے۔ آپ نے پریس کے ذریعہ بھی لوگوں کی بہت رہنمائی فرمائی۔ آپ کے مضامین اکثر منشور و دیگر جرائد میں شائع ہوتے رہتے تھے۔ جواب "مضامین ذوقی" میں لکھا طبع ہو چکے ہیں۔

پاکستان بن جانے کے بعد بھی آپ کا کام ختم نہ ہوا۔ اور ملک کی تعمیر اور ترقی میں گہری دلچسپی لیتے رہے۔ اس سلسلہ میں آپ کی زیر سرپرستی ایک انگریزی ہی ہفتہ وار اخبار PEOPLES VOICE آوازِ خلق شروع ہو گیا جس میں حضرت مکے مضامین شائع ہوتے رہے۔ یہ بہت بلند پایہ اخبار تھا لیکن چند وجوہات کی بنا پر کچھ عرصہ کے بعد بند ہو گیا۔ ویسے ظاہری طور پر تو آپ کراچی میں قائد اعظم کے پاس کبھی نہ گئے لیکن ان کے فاس آدمیوں نے رات کے وقت کئی دفعہ حضرت کو قائد اعظم کی کوٹھی کے اندر دیکھا اور ان سے شکایت کی بغیر اجازت ایک سفید پوش سفید رنگ اور سفید ریش بزرگ کوٹھی کے اندر داخل ہو جاتے ہیں۔ قائد اعظم نے جواب دیا کہ تمہارا کام ہے ان کو کپڑے دے دیتے ہیں کہ ایک دفعہ وہ بزرگ آئے۔ جب ہم ان کو کپڑے کی خاطر آگے بڑھے تو وہ دیوار سے ٹکرائے گئے۔

جہاں تک ناولس ادب اور صحافت کا تعلق ہے وہاں آپ نے مرید ہونے سے قبل اور بعد اسلامی لٹریچر اور اسلامی تمدن اور معاشرے کی خوب خدمت کی اور ملک کی فلاح و بہبود کے لئے کافی جدوجہد کی۔ آپ کی ادبی سرگرمیوں کو اچھی طرح وہ لوگ جانتے ہیں جو اس وقت آپ کے شریک کار تھے لیکن انہوں نے

۹۔ ادبی ذوق

یہ حضرات اب صفحہ ہستی پر بہت کم ہیں۔ چونکہ آپ شہرت اور پبلسٹی کو پسند نہیں فرماتے تھے اس لئے آپ کی سوانح حیات کے متعلق کم معلومات ہیں۔ بہر حال جو کچھ کبھی لکھی آپ کی زبان گوہر نشاں سے سن لیا جاتا تھا اس سے ظاہر ہے کہ آپ بڑی مدت تک اس کام میں سرگرم رہے اور کافی کامیابی حاصل کی۔ آپ کے زمرہ اجاب میں سے چند حضرات حسب ذیل ہیں:- اکبر الہ آبادی۔ ڈاکٹر اقبال۔ قائد اعظم۔ ابوالکلام آزاد۔ (ابتدا میں) سر عبد القادر۔ جسٹس شاہ دین چیف جج ہائی کورٹ لاہور۔ مولانا محمد علی۔ مولانا شوکت علی۔ خواجہ حسن نظامی۔ سر غلام حسین ہدایت اللہ گورنر سندھ اور چودھری خوشی محمد ناظر (مصنف نظم جوگی) شاید سب سے پہلے حضرت نے صوبہ سندھ میں اخبار "الحق" شروع کیا۔ یہ اخبار جو بہت بلند پایہ تھا بہت مقبول عام ہوا اور اس کی بدولت سندھ میں بے شمار اصلاحات عمل میں آئیں۔ حکام پر بھی اخبار کا بہت اثر تھا۔ یہاں تک کہ خود چیف کمشنر (گورنر) بھی مرعوب ہو گئے اور اخبار کی ثقافت اور ہردلعزیزی کے باعث حضرت اقدس رح کی بہت قدر کرتے تھے اور اخبار کی رائے مطابق اکثر عمل کرتے تھے۔ چونکہ آپ کا رویہ حق پر مبنی تھا اس لئے خوب بے باکی سے لکھتے تھے اور جو کچھ لکھتے تھے اس کا رعایا اور حکومت پر بہت اثر ہوتا تھا۔ مقبولیت کا یہ عالم ہے کہ آج تک یہ عصرع زبان زد ہر خاص و عام ہے۔

حق جاننے کے لئے حق۔ حق نے پیدا کر دیا

الحق کی کاپیاں اب تک بعض لوگوں کے پاس تبرکاً موجود ہیں "الحق" کے علاوہ لاہور میں آپ جریدہ "وکیل" اور کئی اور اخباروں اور رسالوں کی اشاعت میں شریک کار رہے۔

جنرلزم میں آپ کی اس قدر شہرت ہو گئی تھی کہ شاہ جارج پنجم جب پرنس آف ویلز (PRINCE OF WALES) کی حیثیت سے سال ۱۹۰۶ء میں ہندوستان کے دورہ پر آئے تو چند مخصوص صحافیوں کو شہزادہ کے ساتھ دورہ پر رہنے کے لئے منتخب کیا گیا آپ بھی ان میں شامل تھے۔

مُرید ہو کر سلوک تمام کرنے کے بعد آپ نے اپنے شیخ کی سرپرستی میں بھنبی سے ایک ماہوار رسالہ موسوم بہ "انوار القدس" جاری کیا جس کے ذریعہ روحانیت اور تصوف کی کافی خدمت ہوئی۔ اور لوگوں کے درمیان تصوف کے متعلق جو غلط فہمیاں تھیں ان کا کافی حد تک ازالہ ہو گیا۔ "انوار القدس" کے اکثر مضامین "سردلبرائ" میں شائع ہو چکے ہیں۔

۱۔ تصانیف حضرت کے مختلف مضامین کو جمع کر کے اب طبع کر لیا گیا ہے۔ اس کتاب کا نام "مضامین ذوقی" ہے۔ اس کے دو ایڈیشن ہیں ایک انگریزی اور ایک اردو۔ اس کے علاوہ حضرت کی تصوف و روحانیت میں سرگرمی سے شرکت "آلار کتاب" سردلبرائ" بھی شائع ہو چکی ہے جو اس نوعیت کی پہلی کتاب ہے اس سے قبل اس مضمون کی کتاب کسی زبان میں نہیں چھپی۔ مختصراً یہ کہ یہ کتاب تصوف کا انسائیکلو پیڈیا (ENCYCLOPEDIA) ہے۔ ان کے علاوہ آپ نے مندرجہ ذیل کتابیں لکھی ہیں جن کا مفصل ذکر باب سوانح حیات میں آئے گا۔ کتب سماوی پر ایک نظر۔ برزخ۔ بادہ و ساغر (روحانی ناول) اب شائع ہو چکی ہے۔ انقا الہام وحی۔ نیوسریج لائٹ ان ویدک ایرینز (انگریزی) (NEW SEARCHLIGHT ON VEDIC ARYANS) صوفی ازم (انگریزی) وغیرہ۔ اسی "صوفی ازم" کی ایک گونج انگلستان پہنچی جس نے حبیب اللہ لوگرود (LOVEGROVE) کو گرویدہ بنا کر اُسے روحانی دولت سے مالا مال کیا۔

ترتیب ملفوظات حضرت اقدس کے ملفوظات اسی ترتیب سے شائع کئے گئے ہیں جس ترتیب سے بیان ہوئے ہیں۔ دوسرا طریقہ یہ ہے کہ ہر مضمون کے ملفوظات کو یکجا کر کے طبع کرایا جاتا ہے۔ لیکن احقر نے اول الذکر طریق کو ترجیح دی۔ اس کا فائدہ یہ ہے کہ جس موضوع پر اور حاضرین کے حوزہ علم میں بیعت کے مطابق حضرت نے گفتگو فرمائی اس سے تاریخ آگاہ ہو جائے گی اور اپنے حالات اور کوائف کو ان پر تطبیق دے کر مفہوم کو اچھی طرح سمجھ سکتے ہیں۔ تکرار یعنی ایک بات کے بار بار ذکر ہونے کو حتی الامکان خارج کر دیا گیا ہے لیکن بعض مقامات پر جہاں تکرار سے نئے معانی اور نئے مطالب ظاہر ہوتے ہیں۔ تکرار کو رہنے دیا ہے۔ تکرار کے متعلق حضرت اقدس فرماتے تھے

کہ جب شیخ کامل اپنے مریدین کے سامنے ایک بات کو بار بار دہراتے ہیں ہر بار ان سے نئے حقائق کا انکشاف مطلوب ہوتا ہے۔ اس سلسلہ میں آپ نے فرمایا کہ حضرت مخدوم مہاشمی (مہسبی) نے جو بیک وقت ایک مفسر۔ محدث۔ فقیہ اور عارف باللہ تھے اپنی تفسیر میں آیات کے ہر بار واقع ہونے سے مختلف معانی اور حقائق بیان فرمائے ہیں۔ حتیٰ کہ جتنی باریسم اللہ شریف وارد ہوئی ہے۔ ہر موقع پر اس سے سورۃ متعلقہ کے مضمون کے مطابق نئے معانی نکالے ہیں۔

آداب ملفوظات | ملفوظات سے کما حقہ فائدہ حاصل کرنے کے لئے چند آداب ضروری ہیں۔ اول یہ کہ ملفوظات پڑھتے وقت با وضو ہو اور مؤدب ہو کر بیٹھے۔ دوم یہ کہ توجہ صاحب ملفوظات کی روح کی جانب ہو۔ اس سے وہ بھی متوجہ ہو جاتے ہیں۔ اور پڑھنے والے کا تزکیہ نفس کرتے ہیں۔ روح مکان و زمان اور موت و حیات کی قیود سے آزاد ہے۔ سوم صاحب ملفوظات کی کسی بات پر اعتراض نہ کرے۔ اگر کوئی بات سمجھ ہی میں نہ آئے تو کسی صاحب حال سے دریافت کر لے۔ ظاہر بین لوگوں سے دریافت کر کے اپنے دماغ کو پرانگندہ نہ کرے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں بھی صاحب حال سے دریافت کرنے کی تاکید فرمائی ہے۔ **فَاَسْئَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ (اہل ذکر سے دریافت کرو) چہارم۔** ملفوظات شروع سے پڑھنے چاہئیں کیونکہ عام طور پر شروع کے ملفوظات مبتدیوں کی حالت کے مطابق ہوتے ہیں اور آسانی سے سمجھ میں آجاتے ہیں۔ بعد کے ملفوظات متوسطین اور منتہیوں کے مطابق ہوتے ہیں جن کو نوا آموز نہیں سمجھ سکتے۔ **رابعہ بصری اور حضرت حسن بصری کے مواعظ کا قصہ آپ کو یاد ہوگا۔**

آخر میں یہ ناچیز ان حضرات سے معذرت چاہتا ہے۔ جن کا ذکر ملفوظات میں آیا ہے۔ خاص طور پر ان حضرات سے جن کو اپنا ذکر ناگوار معلوم ہو کیونکہ ان کے متعلق واقعات درج کرنے سے غرض فقط تعلیم و اصلاح ہے۔ بجز توہین قطعاً نہیں۔ اس کے بعد احقر اراکین "مخبل ذوقیہ" خصوصاً حضرت شاہ شہید اللہ صاحب

مظلہ العالی۔ خطیب مولانا محمد حسین صاحب برے۔ مٹھ فرخ حاجی محمد صاحب۔
عبداللہ شنگے صاحب و دیگر حضرات کا بے حد مشکور ہے کہ انہوں نے اس کارِ عظیم کی
طباعت و اشاعت میں بہت محنت فرمائی ہے نیز سید قمر لیا الحسن جن کو حضرت اقدس کے ساتھ رہنے
کا شرف حاصل ہے۔ اور جنہوں نے سوانح حیات بہتیا کی سے اور ملفوظات کے مسودہ کی تصحیح
فرمائی ہے۔ احقر بہت ممنون ہے۔

علاوہ ازیں سید مقصود حسن صاحب۔ مٹھ محمد امیر ایاز صاحب (بہاول پور)
اور دیگر حضرات کا جنہوں نے اس کام میں معاونت فرمائی ہے۔ یہ احقر بے حد
شکر گزار ہے۔ اللہ تعالیٰ ان سب کے دینی و دنیوی مقاصد پورے فرمادیں۔ آمین۔
نوٹ: کتاب کے آخر میں ضمیمہ جات ملاحظہ ہوں۔ ضمیمہ اول میں حضرت
اقدس کے نامور مریدین کا ذکر ہے۔ اور ضمیمہ دوم میں اذکار و مشاغل و مراقبات
مروجہ کا۔

الْعَبْدُ الضَّعِيفُ

واحد بخش بی اے چشتی صابری

بہاول پور

۱۲ نومبر ۱۹۵۴ء

نوٹ

برادر سلسلہ کیپٹن واحد بخش صاحب سیال بی اے کے ہم شکر گزار
ہیں کہ موصوف نے اس دور الحاد میں ایک شیخ بکریل کے ارشاد
گرامی تا حد امکان محفوظ کر لئے ہیں۔ جسے بغرض رفاہ عام
”محفلی ذوقیہ“ کی جانب سے کتابی شکل میں شائع کیا جاتا

ہے۔ نیز اس کتاب میں پہلے وہ مقالات قدسیہ تبرکاً درج
کئے جاتے ہیں۔ جو قطب ارشاد شاہ سید محمد ذوقی کے
علیفہ و جانشین حضرت شاہ شہید اللہ صاحب ادا م اللہ فیوضہ
نے قلم بند کئے تھے۔

ناشران

ادراکین (محفلی ذوقیہ)

حضرت ذوقی شاہ صاحب کی تمام تصنیفات ان تپوں سے حاصل کی جاسکتی ہیں :-

(۱) محفلی ذوقیہ :- ڈیون ہاؤس - الٹی روڈ - صدر (کینٹ) کراچی۔
(۲) محفلی ذوقیہ :- معرفت ایجنٹ - ایچ ٹی بی گلی - راجہ محمود آباد روڈ - کراچی۔

ملفوظات

جمع کردہ حضرت شاہ شہید اللہ صالحی (دہلوی)

۴ رجب ۱۳۶۱ھ - اجیر شریف

تسخیر اور دستِ غیب کے متعلق گفتگو ہو رہی تھی۔ حضرت اقدس نے ارشاد فرمایا کہ یہ بہت نیچے کی چیزیں ہیں۔ سالک کو ان باتوں میں

مقصد براری کیلئے
سلسلہ کا اکیس عمل

ابھ کر اپنا وقت ضائع نہیں کرنا چاہئے۔ کیونکہ ان کا تعلق دنیا سے ہے اور دنیا طلبی سلوک میں روا نہیں ہے۔ پھر بھی ہمارے سلسلہ میں ایک اکیس عمل ہے جس سے ضرورت فوراً رفع ہو جاتی ہے۔ وہ یہ کہ جب کوئی ضرورت پیش آئے دل کو غیر اللہ سے پاک و صاف کر کے اللہ کی طرف متوجہ ہو جائے۔ یہ طریق سنون بھی ہے کہ دل کو غیر اللہ سے پاک کر کے دو رکعت نماز پڑھے حاجت پوری ہو جائے گی۔ اس کی وجہ یہ ہے۔ جب بچے کو کانٹا چبھتا ہے تو وہ جا کر ماں کو چپٹ جاتا ہے۔ ان خود بخود اس کی تکلیف معلوم کر کے اسے دور کر دیتی ہے۔ ماں تو جاہل اور بے اختیار ہے۔ لیکن اگر یہی روش اللہ تعالیٰ کے ساتھ اختیار کی جائے جو ہر چیز پر قادر ہے تو وہ ضرور عنایت فرماتے ہیں۔ بس غیر اللہ کو دل سے نکال کر اس سے چپٹ جانا چاہئے۔ دیکھیں کیا ہوتا ہے۔ فرمایا ایک شخص کسی بزرگ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور عمل تسخیر طلب کیا۔ انہوں نے فرمایا ذرا ٹھہر جاؤ۔ کھوڑی دیکھ کر ایک خادم نے آکر عرض کیا کہ حضور آج لشکر میں کچھ نہیں ہے۔ نہ آٹا ہے نہ کھجور ہے۔ سب کچھ ختم ہو گیا ہے۔ انہوں نے کوئی جواب نہ دیا۔ اور کھڑے ہو کر دو رکعت نماز ادا کی۔ جب نماز پڑھ چکے تو خادم نے آکر عرض کیا کہ فلاں زمین کی طرف سے اتنے اونٹ اناج کے اور اتنے شکر کے اور اتنے تاشان گئی آئے ہیں اور اتنی اٹھ فیاں بھی اس نے پیش کدیں۔ اس پر انہوں نے اس آدمی کو مخاطب کر کے فرمایا کہ یہ سب ہمارے تسخیر کا ہی ثمر ہے۔

بس انسان کو چاہئے کہ بچے کی طرح ماں کو لپٹ جائے۔ ماں خود بخود اس کی تکلیف معلوم کر کے اُسے رفع کر دے گی۔ لیکن بشرط یہ ہے کہ دل ماسوا سے خالی ہو ورنہ اگر سو رکعت بھی پڑھے گا تو کچھ نہ ہوگا۔ فرمایا یہ کام آسان نہیں ہے۔ بہت مشق کی ضرورت ہے۔

ایک روز ارشاد فرمایا کہ یہ جو محفل سماع میں چوب دار خدام اور
آداب محفل سماع | مند نشینی وغیرہ ہے۔ سب مغلوں کی لغویات ہیں۔ محفل سماع سے ان باتوں کا کوئی تعلق نہیں۔ محفل سماع کے آداب اور ہیں۔ خواجہ صاحب بادشاہ ہیں اور بادشاہ کے دربار میں بیٹھنے والوں کو چاہئے کہ ادب سے بیٹھیں۔ بار بار نشست تبدیل نہ کریں۔ اوھر اوھر نہ دیکھیں۔ جسم کو بلا ضرورت حرکت نہ دیں اور بادشاہ کی طرف متوجہ رہیں ورنہ فیضان میں کمی ہو جائے گی۔

۱۲۔ رجب ۱۳۶۱ھ
 ارشاد فرمایا کہ ایک دفعہ حضرت شاہ عبدالقادر گنگوہی
 کو معلوم ہوا کہ شہر میں ایک جوگی آیا ہے جس کے ساتھ
اولیاء کے کرام اور جوگیوں کی کرامت میں فرق

دو تین سو چیلے ہیں۔ اور کرامات میں شہرت رکھتا ہے۔ چنانچہ آپ اُسے دیکھنے کی غرض سے تشریف لے گئے۔ وہاں پہنچ کر چیلوں سے دریافت کیا کہ وہ کہاں ہیں۔ انہوں نے جواب دیا کہ اُس درخت کے اندر ہیں۔ اب اُن کے باہر آنے کا وقت آگیا ہے ابھی آجائیں گے۔ وہ درخت اندر سے کھوکھلا تھا اور اس میں ایک چھوٹا سا سوراخ تھا۔ جس میں سے گھس کر وہ درخت کے خالی تنے میں داخل ہوا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ جوگی دھواں بن کر باہر نکلا۔ چیلوں نے سامنے ایک پانی سے کھرا ہوا ٹشت رکھا دیا۔ جس میں وہ پانی بن کر ٹپکا اور حضرت شاہ صاحب کے سامنے نمودار ہوا۔ اُس نے آپ کو دیکھ کر کہا کہ آپ بھی کرامت دکھائیں۔ حضرت نے فرمایا پہلے تم اپنی کرامت دکھا۔ چنانچہ وہ کھرا اسی طرح دھواں بن کر درخت کے اندر گھس گیا اور کھردھواں بن کر باہر نکلا اور پانی کی طرح ٹپک کر اپنی شکل میں آگیا۔ حضرت شاہ صاحب نے بھی اسی طرح کیا۔ پہلے آپ دھواں بن کر درخت کے اندر داخل ہو گئے اور کھردھواں کی شکل میں

باہر آئے اور پانی بن کر ٹپکے اور اپنی اصلی شکل میں نمودار ہو گئے۔ یہ دیکھ کر جوگی نے کہا یہ کون سی بڑی بات ہے۔ آپ نے تو وہی کیا ہے جو میں نے کیا ہے۔ آپ میں اور مجھ میں کیا فرق ہے۔ حضرت نے فرمایا۔ اچھا پھر وہی کرامت دکھاؤ۔ چنانچہ جب اس جوگی نے پانی کی شکل اختیار کی تو آپ نے اس میں ایک تنکا ڈبو کر رکھ دیا۔ اور چیلوں سے کہا کہ جب میں پانی بن جاؤں تو تم ایک اور تنکا اس میں بھگو کر رکھ دینا۔ انہوں نے اسی طرح کیا جب حضرت پھر اپنی اصلی صورت میں نمودار ہوئے تو جوگی سے فرمایا کہ اب ان دونوں تنکوں کو سو گھسو۔ جب اس نے تنکوں کو سو گھکا تو اس کے اپنے تنکے میں پاخانہ کی بدبو تھی۔ اور جو تنکا حضرت کے پانی میں بھگو یا گیا تھا اس میں نہایت نفیس مشک کی خوشبو تھی۔ اس پر حضرت شاہ صاحب نے فرمایا کہ یہ ہے فرق مجھ میں اور تم میں۔ تم یہ چیزیں جس طریقے سے کرتے ہو اور ہمارا طریقہ پاک ہے۔ وہ آدمی سمجھدار تھا۔ سمجھ گیا اور اپنے چیلوں سمیت مشرف باسلام ہوا۔ اس کی قبر گنگوہ شریف میں موجود ہے۔

۱۲۔ رجب ۱۳۷۱ھ حضرت اقدسؒ ایک کتاب دیکھ رہے تھے۔ اس میں سے پڑھ کر فرمایا کہ قرآنی وجد | میں وجد مبتدی کے لئے کمال ہے لیکن منہتی کے لئے نقص ہے۔ اس وجہ سے کہ شروع میں ایک نئی چیز سے نخطوظ ہو کر روح وجد میں آجاتی ہے لیکن بعد میں جب کئی بار وہی کیفیت حاصل ہوتی ہے تو اس سے لذت ضرور محسوس ہوتی ہے لیکن وجد نہیں آتا۔ جس طرح جب کوئی شخص پہلی دفعہ قلمی آم یا قناد کھائے تو اس کی خوشی میں وہ سرت سے جھومتا ہے۔ لیکن بہت دفعہ کھالینے کے بعد اسے لذت تو محسوس ہوتی ہے لیکن وجد نہیں آتا۔

ارشاد فرمایا کہ انسان اپنی ہستی کا احساس کر سکتا ہے۔ اس کی حیات کا احساس نہیں کر سکتا۔ اس کی ہستی کو اللہ کی ہستی کی ایک آواز بازگشت (۱۱۵) مانا۔ اس سے فوراً کام بن جاتا ہے۔ صرف پندرہ منٹ کا کام بن۔ سخانی اذکار و مشاغل سے کچھ نہیں بنتا۔ جو شخص مشغول ذات نہیں کرتا وہ کبھی انتہا تک نہیں پہنچتا۔ اس یہ خیال ہمالینا چاہئے کہ

اللہ کی ہستی کا ادراک
اپنی ہستی سے

میں نہیں ہوں وہ ہے۔

۱۵۔ رجب ۱۳۶۱ھ

آغاز سفر کن آیام میں ممنوع ہے

ارشاد فرمایا کہ سینچر کی رات کو سفر شروع کر سکتے ہو کیونکہ جمعہ کی برکات جمعرات کی شام سے شروع ہوتے ہیں اور سینچر کی رات تک رہتے ہیں۔ البتہ سینچر کے دن کو سفر شروع نہیں کرنا چاہئے (اس کے متعلق ایک اور ملفوظ میں وضاحت کر دی گئی ہے)

۱۷۔ رجب ۱۳۶۱ھ

پھول کی شان دکھانے کے لئے کانٹوں کا وجود لازمی ہے

ارشاد فرمایا کہ اجمیر شریف میں حضرت خواجہ غریبؒ ایک گلاب کا پھول ہیں۔ باقی سب کانٹے ہیں۔ ایک پھول کی خاطر سینکڑوں کانٹوں کو پانی دیا جاتا ہے آپکی شان دکھانے کیلئے کانٹوں کا وجود لازمی ہے۔ ایک دفعہ میں نے عرض کیا کہ قرآن و حدیث یا بزرگان کے ملفوظات میں وظائف وغیرہ ذکر ہے۔ کیا ان پر بغیر اجازت شیخ عمل کیا جاسکتا ہے۔ ارشاد فرمایا کہ قرآن اور حدیث میں جو وظائف اور معمولات ہیں ان کے لئے اجازت شیخ کی ضرورت نہیں ہے۔ البتہ جو معمولات بزرگوں کے ملفوظات میں درج ہیں وہ مختلف مشائخ اور مختلف سلسلوں کی خاص چیزیں ہیں جو ان کو بذریعہ کشف ملی ہیں یا ان کے تجربہ کا نتیجہ ہیں یا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کو ملی ہیں۔ ان کے لئے اجازت شیخ ضروری ہے۔

۱۸۔ رجب ۱۳۶۱ھ

مادر زاد ولی

ارشاد فرمایا کہ جب حضرت قطب الدین بختیار کاکی رح ماں کے پیٹ میں تھے تو چار ابدال ان کے مکان کے پاس سے گزرے۔ ایک نے کہا کہ اس گاہ میں ایک حاملہ عورت ہے جس کے لطن میں قطب ہے۔ آئیے ان کو سلام کر لیں چنانچہ وہ سلام کر کے چلے گئے۔ چند سال کے بعد ان کا بچہ وہیں گزر ہوا۔ اس وقت قطب صاحب

لوگوں کے ساتھ کھیل رہے تھے۔ وہ ابدال وہیں رک گئے اور قطب صاحب کو سلام کیا قطب صاحب نے کہا وعلیکم السلام۔ وعلیکم السلام۔ انہوں نے دریافت کیا کہ دو دفعہ جواب دینے کی کیا وجہ ہے۔ آپ نے فرمایا کہ جب میں ماں کے پیٹ میں تھا تو آپ نے سلام کیا تھا۔ اس کا جواب مجھ پر فرض تھا۔ اس وقت میں نے اس لئے جواب نہ دیا کہ کہیں والدہ صاحبہ کو کوئی نقصان نہ پہنچ جائے۔ اس لئے اس کا جواب بھی اب دے رہا ہوں۔ اس کے بعد حضرت اقدس رحم نے فرمایا کہ جو حضرات اس طرح پیدا ہوتے ہیں ان کے لئے بلند مراتب پر پہنچنا کیا مشکل ہے۔ وہ تو مادر زاد قطب تھے۔ اور ایسی عجیب و غریب ہستی تھے۔ جس کی کوئی نظیر نہیں۔ یہاں تک کہ بعض کے نزدیک یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کس کا مقام بلند ہے۔ مرید کا یا شیخ کا۔ بندہ نواز سید محمد گیسو درازم نے اس سوال کے جواب میں کہ اس کی کوئی مثال ہے کہ مرید اپنے پیروں سے بڑھ جائے۔ اپنی ایک کتاب میں لکھا ہے کہ ہاں قطب صاحب۔

حضرت غوث علی شاہ صاحب کے سامنے ایک دفعہ یہ ذکر ہوا کہ حضرت شاہ بوعلی قلندر سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر تم میرے لئے جاگو تو میں تم کو اپنا دیدار دکھلاؤں گا۔ یہ سن کر حضرت بوعلی قلندر ایک سال تک نہ سوئے۔ حضرت غوث علی شاہ صاحب رحم نے فرمایا کہ یہ کون سی بڑی بات ہے۔ اگر میرے ساتھ اللہ تعالیٰ کی گفتگو ہو جاتی تو میں پچیس سال تک جاگتا۔ کیونکہ فیض کلام سے معاملہ آسان ہو جاتا ہے۔ کمال تو اس میں ہے کہ بغیر اس کے نینت کر رہے ہیں۔ چکی پیس رہے ہیں۔ جاگ رہے ہیں۔ نہ کچھ دکھا ہے نہ سنا ہے۔ حیرت غیب پر ایمان ہے۔ مگر جاگ رہے ہیں۔ اس کے بعد حضرت ابو سلمہ علیہ السلام کا قصہ بیان فرمایا کہ کس طرح غلبہ مصیبت کے وقت جب اللہ تعالیٰ نے اس پر میں ایک دفعہ ان سے دریافت فرماتے تھے کہ ایوب کیسے ہوتا ہے۔ اس سے اٹھ پہرہ اس ذوق کلام میں ست رجتے اور تکلیف و درد بالکل محسوس نہ ہوتا۔

سانپ کی لطیف مزاجی | ارشاد فرمایا کہ سانپ راگ کا عاشق ہے۔ وہ خوشبو کا بھی

عاشق ہے۔ سانپ بہت نفیس مزاج جانور ہے۔ تو اُن مولوی صاحبان سے جن کے دل میں راگ کا کچھ اثر نہیں ہوتا سانپ بھی اچھا ہے۔

۱۹ رجب ۱۳۶۱ھ

ایک دفعہ مجھے پیش ہو گئی۔ حضرت اقدسؒ نے فرمایا کہ دو دفعہ گڑ دسترخوان پر آیا ہے۔ یہ گڑ کی مہربانی ہے۔ اس سے پیٹ میں گرمی ہو گئی ہے۔ جس سے دست شروع ہو گئے۔ اگر یہ دست نہ آئے تو BRONCHITIS (شہید نزلہ) ہو جاتا۔ گرمی کی وجہ سے تمام خرابیاں نکل رہی ہیں۔ اس کے بعد فرمایا کہ ایک دفعہ ایک شخص رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور شکایت کی کہ مجھے دست آرہے ہیں۔ آپ نے فرمایا شہد کھاؤ۔ دوسرے روز وہ شخص پھر آیا اور عرض کیا کہ شہد کھانے سے دست زیادہ ہو گئے ہیں۔ آپ نے فرمایا پھر کھاؤ۔ تیسرے دن وہ پھر آیا اور عرض کیا دست اور زیادہ ہو گئے ہیں۔ آپ نے فرمایا اللہ سچا ہے اور تیرا پیٹ جھوٹا۔ شہد کھاؤ۔ آخر یہ ہوا کہ شہد کی گرمی سے پیٹ میں جو خرابی تھی سب دور ہو گئی۔ اور وہ اچھا ہو گیا۔ یاد رہے کہ قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ نے شہد کے متعلق فرمایا ہے۔

پرکات مصائب

ارشاد فرمایا کہ ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ فلاں شخص بہت خوش نصیب ہے۔ مال و دولت ہے۔ بیوی بچے ہیں اور طرہ یہ کہ کبھی بیمار بھی نہیں ہوا۔ آپ نے فرمایا اس سے بچو۔ اس پر اللہ کی رحمت نہیں ہے۔ مصیبت اللہ تعالیٰ اپنے دوستوں پر نازل کرتا ہے تاکہ نفس کا زور کم ہو۔ اور قرب الہی حاصل ہو عیش و عشرت میں نفاذ نیت کا غلبہ ہو جاتا ہے اور اللہ سے بچتا ہے۔ جب مقصود اللہ ہے تو مصیبت رحمت ہوتی اور عشرت زحمت۔ فرمایا دو بھائی تھے۔ ایک امیر تھا دوسرا غریب۔ امیر بھائی غریب کو اس کی غربت کی وجہ سے چھیڑا کرتا تھا۔ ایک دن غریب بھائی نے کہا کہ تم اس واسطے اترتے ہو کہ تمہیں فرعون کی وراثت ملی ہے اور مجھے حضرت موسیٰؑ کی۔ ایک دفعہ ارشاد فرمایا کہ بیماری میں جو مشاغل چھوٹ جاتے ہیں۔ ان کا اجر ملتا ہے۔ البتہ جو فائدہ روحانیت اور جسمانی نیت کو مشاغل سے ہوتا ہے۔ وہ نہیں ملتا لیکن اجر ضرور ملتا ہے۔

ایک روز حضرت اقدسؒ اپنی بیاض میں سے حضرت حاجی صاحبؒ کے اشعار پڑھ کر سنا رہے تھے۔ ایک مصرعہ یہ تھا۔

حضرت حاجی ادا اللہ صاحبؒ
مہاجر کی کا انکسار

بباطن شاہ کو نینم۔ بظاہر خوار سے گردم
فرمایا ان میں بہت انکسار تھا۔ ان کی کتاب شام امداد یہ میں لکھا ہوا ہے کہ وہ اپنے مریدین سے فرمایا کرتے تھے کہ میں کچھ بھی نہیں ہوں۔ تم لوگوں کا حسن ظن ہے۔ امید ہے اس حسن ظن کی وجہ سے مجھے بخش دیا جائے گا۔ آپ کی یہ عادت تھی کہ جب سر میں درد ہوتا یا کوئی اور تکلیف ہوتی تو اپنے مریدین سے کہتے تھے کہ میرے لئے دعا کرو تم طالب اللہ ہو۔ تمہاری دعا قبول ہوگی۔ ایک طرف یہ انکسار اور دوسری طرف یہ تصرفات اسکے بعد حضرت نے وہ حکایت بیان فرمائی جس میں شریف مکہ کی حاجت براری کا ذکر ہے۔ یہ حکایت اور مقام پر درج کی جائے گی۔ حکایت بیان کرنے کے بعد فرمایا کہ دیکھو تو ایک طرف ایران کا خزانہ لار ہے ہیں اور وزیروں کو معزول اور مقرر کر رہے اور دوسری طرف یہ عجز و انکسار۔ اس مصرعہ کے یہی معنی ہیں۔ باطن شاہ کو نین ام۔ بظاہر خوار می گردم
فرمایا حاجی صاحبؒ بہت بڑی مہتی تھے۔ آپ قطب مکہ تھے۔ مکہ مدینہ میں تین سو ساٹھ اولیاء اللہ رہتے ہیں۔ اور حاجی صاحبؒ ان سب سے افضل تھے۔ متقدمین میں بھی ایسے لوگ بہت کم گذرے ہیں۔

اس کے بعد فرمایا کہ ایک دفعہ مہی کا ایک سیٹھ حضرت حاجی صاحبؒ کی خدمت میں پانچ سو روپے نذر پیش کرنا چاہتا

مہی کے سیٹھ کی نذر

تھا۔ ایک تاجر مہی سے مکہ معظمہ جا رہا تھا۔ اُس نے وہ نذر اس کے پاس رکھی۔ تاجر پہنچ کر اُس تاجر نے آپ کے پاس خط بھیجا کہ میرے پاس آکر اس نذر کو روپے لے لیں۔ کسی آدمی کو بھیج کر منگوا لیجئے۔ حاجی صاحبؒ نے جواب میں لکھا کہ میں نے روپے مہی سے مکہ معظمہ تک پہنچائے وہی آپ کے مکان سے میرے مکان تک پہنچا سکتا ہے۔ یہ جواب سن کر وہ آدمی حیران ہوا۔ اور لوگوں سے دریافت کیا کہ وہ کون ہیں۔ لوگوں نے بتایا کہ

وہ بہت بڑے بزرگ ہیں اور تم نے ان کو گھر پر بلا کر بہت بڑی غلطی کی ہے۔ وہ کسی کے مکان پر کچھ لینے کی غرض سے نہیں جاتے۔ چنانچہ وہ شخص روپے لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور ادب سے رقم پیش کی۔ اور اپنی طرف سے بھی مزید پانچ سو روپے پیش کئے۔ اس کے بعد فرمایا کہ ایک اور شخص حج کو گیا۔ وہ ایک سرائے میں گیا۔ جہاں سب فقیر رہتے تھے۔ اور فقیروں میں دو دو آنے تقسیم کئے۔ اس وقت حاجی صاحب رحمہ اس سرائے میں اوپر کے ایک کمرے میں رہتے تھے جب سب فقیروں کو دے چکا ان سے دریافت کیا بس اب کوئی باقی تو نہیں رہ گیا۔ لوگوں نے کہا اوپر ایک فقیر رہتے ہیں جو نیچے نہیں آیا کرتے۔ صرف حرم شریف میں جانے کے لئے نیچے آتے ہیں۔ چنانچہ وہ آدمی اوپر گیا اور دیکھا کہ نہایت ٹھاٹھ سے بیٹھے ہیں۔ فرش بچھا ہوا۔ اور تکیہ وغیرہ لگے ہوئے ہیں۔ حاجی صاحب کی یہ ظاہر یہ حالت تھی اور حقیقت میں وہ کئی کئی روز فاقہ سے رہتے تھے۔ ایک دفعہ سات روز کے فاقہ کے بعد ایک دوست سے قرض مانگا۔ لیکن اس کے انکار پر آپ نے عہد کر لیا کہ آئندہ کسی سے حاجت طلب نہیں کریں گے۔ سوائے اللہ کے کیونکہ آپ پر وحدتِ افعالی منکشف ہوئی۔ خیر وہ آدمی تھوڑی سی دیر بیٹھا رہا۔ لیکن شرم کے مارے دو آنے نہ دئے۔ اب وہ اٹھ کر جانے لگا تو حاجی صاحب ننگے پاؤں اس کے پیچھے گئے اور کہا بھائی وہ دو آنے پیسے دیتے جاؤ۔ مجھے کیوں محروم کر رہے ہو۔

ادھر پانچ سو روپے سے انکار ہے اور وہ ایک ہزار روپے بن جاتے ہیں اور دوسری طرف اس قدر انکار ہے کہ دو آنے کے پیچھے ننگے پاؤں دوڑ رہے ہیں۔ اس کے بعد حضرت اقدس آنے ارشاد فرمایا کہ صالہ ایلپیہ شکر سے کو آخری دعوت سے تھوڑی دیر پہلے حضرت حاجی صاحب رحمہ نے

اپنی بیوی کو بلا کر فرمایا کہ تم دنیا چاہتی ہو یا دین۔ اگر دنیا چاہتی ہو تو میں تم کو مالا مال کر دوں گا۔ اگر دین چاہتی ہو تو محض اللہ پر بھروسہ کرنا ہوگا۔ آپ کی بیوی نے کہا مجھے دنیا کی ضرورت نہیں ہے۔ میرے لئے اللہ کافی ہے۔ یہ سن کر حاجی صاحب نے گھر کا سب سامان خیرات کر دیا۔ حتیٰ کہ لوٹا تک بھی نہ رکھا جس سے آپ کو غسل دیتے

وصال کے بعد لوٹا کہیں سے مانگ کر آپ کو غسل دیا گیا حضرت اقدس مولانا شاہ وارث حسن صاحب جو اس وقت موجود تھے بیان کرتے تھے کہ جنازہ کے ساتھ اس قدر ہجوم تھا کہ کندھا لگانے کے لئے نزدیک جاننا دشوار تھا۔ اب لوگوں کو فکر ہوئی کہ آپ کی بیوی کیسے بسر اوقات کریں گی۔ وہاں کوئی پارو مدوگکار نہ تھا۔ لیکن ایسا ہوا کہ ان کو کبھی کوئی تکلف نہ ہوئی اور ہمیشہ عیش و عشرت سے رہتی تھیں۔ آخر چھ ماہ کے بعد ان کا بھی انتقال ہو گیا۔ اس کے بعد فرمایا کہ حاجی صاحب بہت بڑی ہستی تھے۔ جب کوئی آپ کے پاس جاتا تو خالی واپس نہ آتا۔ کوئی نہ کوئی عطیہ لے کر آتا۔ اجازت یا کچھ اور۔ اب بھی وہی حال ہے آپ کے مزار پر بہت فیضان ہوتا ہے۔

۲۲ رجب ۱۳۶۱ھ (پنجشنبہ)

ضرورت شیخ

ارشاد فرمایا کہ انسان کے جسم کے دو حصے ہیں۔ ایک علوی اور دوسرا سفلی۔ سر سے ناف تک علوی ہے۔ اور ناف سے نیچے سفلی۔ علوی کا مرکز قلب ہے اور سفلی کا مرکز لطیفہ نفس (ناف)۔ لطیفہ نفس کے لئے ایک مشغول کیا جاتا ہے۔ مشغول دائرہ حقیقی کہنے میں۔ سلوک میں دونوں حصوں کی نمود نما کی جانی ہے۔ یہ شیخ کا ہر کام ہے کہ ان میں توازن (CORRECT PROPORTION) رکھا جائے۔ مرنے کو علوی رکھنا پڑتا ہے اور علوی کو غالب۔ جس طرح سوار اور گھوڑا، سوار کو ہمیشہ گھوڑا چاہتا ہے۔ یہنا ضروری ہے۔ ورنہ ہلاک ہو جائے گا۔ اس لئے شیخ کی بڑی نصیحت ہے کہ کام سنا کر خود نہیں کر سکتا۔

شنبہ ۲۴ رجب ۱۳۶۱ھ

سلوک عیسوی

اور سلوک محمدی

جب شہر یا قلعہ مکان پرستوں کا جلال ہے۔ اور وہاں پرستوں کی عظمت رہتی ہے۔ فرمایا کہ مکان پرستوں میں کم از کم دو چیزیں ہونی چاہئیں۔ پہلی عظمت رہتی ہے۔ اگر کندھے پر صرف کبیل بہت تو جہاں گئے بڑے گئے۔ یہاں عیسوی ہے۔ لیکن سلوک محمدی میں نجاہ ہ کر پڑا۔ ان اور کے تماشے کے ساتھ۔ اور یہ بہت مشکل کام ہے۔ سلوک عیسوی آسان ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نہ کوئی مکان تھا نہ بیوی بیٹے اور نہ رشتہ دار

کبھی اس پٹر کے نیچے کبھی اس پٹر کے نیچے جا بیٹھتے۔ ان کے پاس کوئی چیز نہ تھی۔ چلو سے پانی پیتے تھے۔ خرقة میں لگی ہوئی سوئی اور ایک ڈرہ تھا۔ یہی۔ لے کر جو تھے آسمان پر پہنچے تو حکم ہوا کہ یہ دنیا کی چیزیں کیوں لائے ہو۔ لیکن ہمارے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جوتے کے ساتھ عرش پر گئے حالانکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم ہوا تھا کہ جوتا اتار دو۔ اس کے بعد فرمایا کہ مولانا صاحب نے مجھے حکم دیا کہ نکاح کر لو۔ ایک سال تک میں ٹاٹا رہا۔ آخر آپ نے فرمایا کہ میں نے تمہیں نکاح کا حکم دیا ہے۔ اور تم ایک سال سے ٹال رہے ہو۔ تم سلوک عیسوی میں کینس گئے ہو۔ جب تک نکاح نہ کرو گے سلوک ٹھہری۔ طے نہ ہوگا۔ اور تمہاری منزل میں ترقی نہیں ہوگی۔ میں نے کہا اگر منزل میں ترقی نہ ہوگی تو یہاں سے نہ اٹھوں گا۔ اور میرا نکاح آپ جس سے کرنا چاہتے ہیں کر دیجئے۔

۲۸۔ جب ۱۳۶۱ھ (چہار شنبہ)

تبرکات میں شفاء | ارشاد فرمایا کہ ایک دفعہ ہمارے مولانا صاحب شاہ مینا کے مزار (گھنٹی) پر تشریف لے گئے۔ اور وہاں ان کو کسی نے تبرک پیش کیا جو معمولاً چنے کی دال گائے کا گوشت اور موٹی روٹی ہوا کرتی ہے۔ تبرک لے کر آپ فوراً ڈبھی نہال الدین صاحب کے مکان پر تشریف لے گئے۔ جن کے بھانجے سخت بیمار تھے۔ ان کو معدہ کی شکایت تھی۔ وہاں پہنچتے ہی سیدھے مریض کے کمرہ میں گئے اور تبرک سامنے رکھ کر فرمایا کہ خوب پیٹا بھر کر کھاؤ۔ بعد میں فرمایا کہ اگر کوئی اعتراض کرتا تو میں بید ہاتھ میں لے کر مارنے کے لئے تیار تھا انہوں نے تبرک کھایا اور شام تک چلنے پھرنے لگے اور دو تین دن میں بالکل اچھے ہو گئے۔ فرمایا کبھی کبھی حقیر چیزیں مفید ثابت ہوتی ہیں۔ اس موقع پر میں نے عرض کیا کہ شب معراج کو فاتحہ کھا کر میں بھی چش سے اچھا ہو گیا ہوں۔ اس پر حضرت اقدس نے فرمایا کہ بیماری کے لئے وقت مقرر ہے جو تقدیر میں لکھا ہے۔ یہ ایسا ہے کہ فرض کرو کہ ہم کسی کو سلب مرض کی توجہ دے ہیں۔ جو آٹھ دن کے بعد ظاہر ہوگی۔ اس دوران میں اگر کوئی شاہ صاحب آئے اور کچھ کرے اور دوسرے دن مریض اچھا ہو جائے تو لوگ تعجب کریں گے کہ اس دم میں کبھی تاثر ہے۔

وساوس کی وجہ سے شرم محسوس کرنا

علامت ایمان ہے

۲۔ شعبان ۱۳۶۱ھ

ارشاد فرمایا کہ ایک صحابی نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ کبھی کبھی دن میں ایسے خطرات و

وساوس آتے ہیں کہ زبان پر لاسے سے مجھے شرم آتی ہے۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ ایمان کی علامت ہے۔ کیونکہ خطرات و وساوس تو شیطان کی طرف سے آتے ہیں اور ان کی وجہ سے شرم محسوس کرنا ایمان کی علامت ہے۔

اس کے بعد فرمایا کہ ایک اور صحابی نے عرض کیا کہ جب آپ کے حضور میں بیٹھتا ہوں تو قلب کی کیفیت اور ہوتی ہے اور جب گھر میں بال بچوں کے ساتھ ہوتا ہوں تو اور کیفیت ہوتی ہے۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اگر میری صحبت میں اور گھر پر یکساں کیفیت ہوتی تو فرشتے تمہارے ساتھ مصافحہ کرنے کے لئے آجاتے۔

اس کے بعد ادیباء اللہ کا ذکر ہونے لگا فرمایا۔ ان لوگوں کا حساب

ہی الگ ہے۔ اس کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام اور گڈرے کا قصہ بیان فرمایا جو مشنوی مولانا روم میں درج ہے۔ اس کے بعد فرمایا کہ سر محمد رفیق نے جو حضرت مولانا صاحب کے مرید تھے اور دکن کے

کی کونسل کے ممبر تھے۔ ایک دفعہ مولانا صاحب سے دریافت کیا کہ آستانہ خواجہ غریب نواز پر سجدہ کرنا جائز ہے یا نہیں۔ مولانا صاحب نے فرمایا۔ اندر جاؤ۔ جب وہ اندر گئے تو کہنے

ہیں کہ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ کسی نے گردن پکڑ کر پشانی چوکھٹا پر رکھوائی۔ اس کے بعد فرمایا۔ کہ حقیقت عبد حقیقت کعبہ سے بڑی ہوتی ہے۔ کیونکہ کعبہ کے متعلق تو صرف ایک حدیث ہے۔

لے "بیتي" یعنی "میرا گھر" فرمایا ہے اور وہاں اللہ میاں رہتے تھوڑی ہیں۔ کعبہ کو اللہ سے زیادہ سزا ہے۔ وہاں

بجہ تخلیقات ہیں۔ کعبہ صحت ایک مشنوی کا منظر ہے اور انسان منظر جمیع اسماء و صفات ہے۔ اس میں کل کچھ تھو

فی شان بھی ہے۔ اسی طرح حقیقت عبد حقیقت قرآن سے افضل ہے

حقیقت عبد حقیقت قرآن سے افضل ہے کیونکہ قرآن شریف ایک صفت کا مظہر ہے صفت کلام۔ اس کے

مولوی صاحبان کے نزدیک بھی قرآن کو تکیہ کے نیچے رکھ کر سو سکتے ہیں۔ مولوی صاحبان اس امر کو جائز بتاتے ہیں۔ لیکن اس کی وجہ نہیں بیان کر سکتے۔ فرمایا حضرت بایزید بسطامیؒ اس اونچے مرتبہ پر پہنچنے سے قبل ایک دفعہ حج پر جا رہے تھے۔ راستے میں ایک بزرگ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ انہوں نے کہا جو روپیہ تم حج کے خرچ کے لئے لائے ہو۔ یہیں رکھ دو اور میرا طواف کرو۔ اس وقت تم میں اتنی صلاحیت پیدا نہیں ہوئی کہ حج سے فائدہ حاصل کر سکو اگر میرا طواف کر لو گے تو تمہارے اندر یہ صلاحیت پیدا ہو جائے گی۔ حضرت بایزید رضی فرمایا کرتے تھے کہ واقعی اس وقت میرے اندر یہ صلاحیت نہ تھی۔ اور ان بزرگ کی خدمت سے مجھے بہت فائدہ ہوا۔

حضرت براہیم بن اویسؒ جب حج کو گئے تو ہر دو قدم کے بعد دو رکعت نفل پڑھتے تھے۔ جب حرم شریف میں پہنچے تو ان کی نظروں سے کعبہ غائب تھا۔ آپ نے اللہ تعالیٰ سے التجا کی کہ یا اللہ یہ کیا معاملہ ہے۔ ارشاد ہوا کہ میری ایک ضعیف بندی حج پر آرہی ہے کعبہ اس کے استقبال کے لئے گیا ہوا ہے۔ انہوں نے کہا اچھا میں بھی اس اللہ کی بندی کی زیارت کروں۔ جا کر دیکھا کہ رابعہ بصریؒ آرہی ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ یہ کیا شور بپا کر رہا ہے کہ کعبہ استقبال کے لئے آتا ہے۔ حضرت رابعہؒ نے جواب دیا کہ میں نے کیا شور بپا کیا ہے۔ مجھے معلوم بھی نہیں کہ کیا ہو رہا ہے۔ جب آپ نے بتایا کہ کعبہ استقبال کو آیا ہے تب مجھے معلوم ہوا۔ میں تو چپکے سے آرہی تھی۔ اس شور تو تم نے بپا کیا ہے کہ ہر دو قدم پر دو رکعت ادا کرتے ہوئے آئے ہو اور ساری دنیا میں شہرت ہوئی ہے۔ فرمایا رابعہ بصریؒ کی نظر بہت اونچی تھی۔

۱۰۔ شعبان ۱۳۶۱ھ

مجاہدات میں برکت

ارشاد فرمایا بعض نکالیت ایسی ہوتی ہیں کہ جن سے بہت فائدہ ہوتا ہے۔ لیکن مبتدی نہیں سمجھ سکتا۔ اکیسا دفعہ میں کسی وجہ سے جنگل میں بھیجا گیا وہاں تین دن تک کھانا نہ کھایا۔ جب واپس آیا تو خیال تھا فوراً کھانے کو کچھ لے گا۔ لیکن مولا صاحب حج نے فرمایا کہ آج کھانا مت کھانا اور لنگر والے کو حکم دیدیا کہ آج رات ذوق

کو کھانا مت دینا۔ رات کے وقت جب لنگر والا آیا تو اس نے بتایا کہ آج آپ کے لئے کھانا دینے کی ممانعت ہے۔ کھانا نہ کھانے کی وجہ سے پچھلی رات مجھے بہت تکلیف ہوئی۔ صبح مولانا صاحب کے پاس ناشتہ آیا کرتا تھا۔ اس میں دو تین پیالیاں چائے کی ہوتی تھیں۔ انہوں نے صرف ایک انڈالیا اور باقی سب میرے پاس بھیجا۔ تین دن کے فاقہ کے بعد یہ تو کچھ بھی معلوم نہ ہوا لیکن پھر بھی کچھ تو کھا۔ اس سے ذرا سکون ہوا۔ اس کے بعد مولانا صاحب نے بلایا۔ مجھے ایک منتم کی روٹھ ہو گئی کہ تین دن تو ہو گئے ہیں۔ چوتھے دن کبھی فاقہ کروا رہے ہیں۔ مشاغل وغیرہ کیسے کر سکتے ہیں۔ جب میں مولانا صاحب کے پاس گیا تو آپ نے فرمایا کہ مرنے کے بعد تم میرا شکر یہ ادا کرو گے۔ اس وقت تمہیں معلوم نہیں ہوتا۔ میں نے کچھ جواب نہ دیا۔ نہ شکایت کی۔ نہ ہاں کہا بلکہ خاموش کھڑا رہا۔ یہ درست تھا کہ ہم اس وقت ان باتوں کے فوائد نہیں معلوم کر سکتے تھے۔ خیر جب رخصت ہونے والا تھا تو میں نے کہا آج دوپہر کو تو کھانا ملے گا۔ آپ ہنسنے اور فرمایا ہاں آج جس قدر کھانا چاہتے ہو کھاؤ۔ بعد میں سات سات دن کے فاقے ہوئے اور ایک رات کا فاقہ تو کچھ بھی معلوم نہ ہوتا تھا۔

اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ دیکھو جہاں میں بیٹھتا ہوں میرے پیچھے دلیوار پر کیسا تیل کا نشان ہے۔ حالانکہ میں تیل کبھی نہیں لگاتا۔ جسم میں اتنی چکنائٹ ہے۔ باوجود اس راشن کے جو آجکل ہم کھاتے ہیں۔ یہ سب میرے والد مرحوم کی بدولت ہے۔ جب میں چھوٹا تھا تو اس قدر اچھی غذا کھلاتے تھے کہ جس کا اثر اب تک موجود ہے۔ ورنہ مجھ سے بہت سخت مجاہدے لئے گئے ہیں۔ سات سات دن تک گھر میں آگ نہیں جلتی تھی۔ میرے بال بھی قبل از وقت سفید ہو گئے۔ لیکن یہ چکنائٹ صرف اس غذا کا نتیجہ ہے۔

۱۱ شعبان ۱۳۶۱ھ

ارشاد فرمایا کہ جن اولیاء اللہ کے پاس اس دولت کی فراوانی ہوتی ہے ان کا مرتبہ بہت بلند ہوتا ہے۔ کیونکہ ان میں اس قدر قوت ہوتی ہے کہ وہ دین اور دنیا دونوں کا حق ادا کر سکتے ہیں۔ اس کے بعد حضرت اقدس نے حضرت بہاء الدین دکر یا ملتانی رحمہ کا قصہ بیان فرمایا۔ جو کسی اور جگہ پر درج

اولیاء کے پاس
دنیا کا ہونا کیسا ہے

ملفوظات ہو جائے گا۔ اس کے بعد حضرت شاہ عبدالرحیم اور حضرت شاہ عبدالباری کا قصہ بیان فرمایا کہ کس طرح وہ امیرانہ ٹھاٹھ سے رہتے تھے اور شان سے تمکار کو جاتے تھے۔ لیکن ساتھیوں سے نکل کر پوشیدہ ہو کر مشغول ہو جاتے تھے۔ حضرت شاہ عبدالرحیم کو بھی تمکار پر ساتھ لے گئے اور ایک ریا کے کنارے پڑھ گئے اور وہاں نسبت فقہ سے ان کی تکمیل کر دی۔ فرمایا نسبت فقہ حقیقی کی ایک مخصوص چیز ہے۔ اس سے ایسے فقہ ہوتے ہیں کہ پسلیاں ٹوٹنے لگتی ہیں۔ نسبت گریبی ہے۔ لیکن ہمارے سلسلہ میں نسبت فقہ ہے۔ یہ فقہ کسی اور جگہ پورا درج ہوگا۔

اس کے بعد فرمایا کہ دین اور دنیا کا یکجا جمع ہونا بہت مشکل ہے۔ تکلیف دہ ہے۔ دونوں پہلوؤں کو مد نظر رکھنا پڑتا ہے اور بڑی مشکل سے توازن قائم ہوتا ہے۔ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب ہجرت کر کے مکہ معظمہ گئے تو شروع میں آپ کو بہت تکلیف اٹھانی پڑی۔ سات سات دن تک فاقے ہوتے تھے۔ وہاں آپ بالکل اجنبی تھے۔ نہ کوئی جانتا تھا نہ پہچانتا تھا۔ ایک دن ایک فقیر آیا اور کہا کہ آپ نے کیا شور برپا کیا ہے۔ رات میں نے عالم معاملہ میں دیکھا کہ ایک شور مچ رہا ہے کہ امداد اللہ کے لئے وظیفہ مقرر کیا جائے وہ بہت تکلیف میں ہیں۔ اسی رات حضرت خواجہ غریب نواز رح نے حاجی صاحب سے خواب میں فرمایا کہ آپ کے لئے رقم کثیر مقرر ہوئی ہے۔ حاجی صاحب نے عرض کیا کہ رقم کثیر تو میں نہیں سنبھال سکتوں گا۔ اس کا حق ادا کرنا بہت مشکل ہے۔ بس میری ضروریات پوری ہوتی رہیں۔ یہ میرے لئے کافی ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ اولیاء اللہ کس طرح دنیا سے گریز کرتے ہیں۔ بس سب سے اچھا یہ ہے کہ ضروریات پوری ہوتی رہیں۔

۱۴۔ شعبان ۱۳۶۱ھ

عمر علی جناح کو غیبی امداد | ارشاد فرمایا کہ یہ جو مسلم لیگ کو کامیابی ہو رہی ہے صرف جناح کا کام نہیں ہے۔ بلکہ اللہ کا کام ہے۔ اُسے غیب سے مدد مل رہی ہے۔ قابلیت کا لحاظ رکھا جاتا ہے اور قابلیت کی وجہ سے جناح کو پسند کیا گیا ہے۔ تم کو یاد ہے کہ مولانا اشرف علی صاحب تھانوی نے عالم معاملہ میں دیکھا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے ہیں

کہ محمد علی جناح سے ہمیں بڑا کام لینا ہے۔ امام مالکؒ نے اپنے مجموعہ حدیث میں ایک حدیث درج کی ہے۔ جس میں فرمایا گیا ہے کہ کبھی کبھی کسی فاسق سے اسلام کی بڑی خدمت ہوتی ہے ایک دفعہ میں نے ایک مولوی صاحب سے دریافت کیا کہ تاریخ میں کبھی ایسا ہوا ہے کہ کسی فاسق نے اسلام کی خدمت کی ہو۔ اُس نے کہا کہ مجھے تو یاد نہیں ہے۔ میں نے کہا یہ اب ہو رہا ہے۔ اس حدیث کا محمد علی جناح کی طرف اشارہ ہے۔ اب اس فاسق و فاجر سے اسلام کی بڑی خدمت ہو رہی ہے۔

فرمایا امام مالکؒ نے لکھا ہے کہ مسلمانوں کو ایسا امام بنانا چاہئے جو ضروریاتِ وقت کے لئے مناسب ہو۔ اگر کسی وقت فوجی

امام وقت کی خصوصیات

قابلیت کی ضرورت ہے۔ تو ایسا امام ہونا چاہئے جو فوجی معاملات میں ماہر ہو خواہ وہ فقہ یا دوسرے علوم میں کمزور ہی کیوں نہ ہو۔ اگر سیاسی قابلیت کی ضرورت ہے تو ایسا امام ہونا چاہئے جو سیاست میں خاص قابلیت رکھتا ہو۔ چنانچہ موجودہ دور میں جناح اپنی سیاسی قابلیت کی وجہ سے نہایت موزوں آدمی ہے۔

۲۰۔ شعبان ۱۳۶۱ھ

آپ کی طبیعت ناماز تھی۔ آپ نے فرمایا کہ یہ جسم بہت کلیفٹ چیز ہے بلکہ یہ ایک پنجرہ ہے۔ جب اس کے چھوڑنے کا وقت آئے گا تو تم بہت خوش ہوں گے۔ اس وقت ہم

اولیاءِ کرام کی تسلیم وصال کے بعد بھی جاری رہتی ہو بلکہ زیادہ مؤثر ہے

بالکل آزاد ہو جائیں گے۔ اور وہ دن ہمارا خمد کا دن ہوگا۔ نذرہ نے سن کہا کہ آپ تو خوش ہوں گے لیکن ہم خوش نہیں ہوں گے۔ ہمارے مستقبل کا اعتبار نہیں ہے۔

فرمایا۔ نہیں۔ تعلیم وغیرہ میں کوئی فرق نہیں ہوگا وہ تو جاری رہے گا۔

SEPARATION (جسمانی بعد) کا احساس ہوتا ہے لیکن تعلیم وغیرہ جاری رہے گا۔

بلکہ وہاں سے تعلیم بھاری سے گئی

و وسیع پیمانہ پر جوفی ہے۔ بندہ نے عرض کیا کہ ہم ہی وہ گفتگو اور ہر چھوٹی چھوٹی بات کے متعلق دریافت کرنا تو نہ ہو سکے گا۔ ارشاد فرمایا وہ بھی ہو سکتا ہے۔ وہ دروازہ کبھی کھل جاتا

ہے۔ بندہ نے عرض کیا ہاں اگر کھلے تو۔ فرمایا کھل جائے گا جب ضرورت ہوگی۔ اس وقت ضرورت نہیں ہے۔

اس کے بعد حضرت اقدسؒ پر فاجح کا حمد ہوا۔ اور گفتگو کا موقع نہیں ملتا تھا۔ پھر ماہ رمضان المبارک آیا اور حضرت کی طبیعت اب پہلے سے اچھی تھی لیکن روزے اور مشاغل رمضان کی وجہ سے غننے کا موقع بہت کم ہوتا تھا۔

اجمیر شریف - ۱۲ جمادی الآخر ۱۳۶۳ھ (۳- جون ۱۹۴۴ء)

مسلمان کی کامیابی کا اگر ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں فرمایا ہے۔

وَاللّٰهُ الْعَزِيزُ وَالرَّحِيْمُ وَلِيكُنَّ الْمُنَافِقِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ - فرمایا موجودہ زمانے کے لوگ اپنے آپ کو بڑے معزز سمجھتے ہیں۔ لیکن عزت اور چیز ہے۔ ان کے پاس کچھ بھی نہیں ہے۔ اس کے بعد حضرت عمرؓ کے بیت المقدس تشریف لے جانے کا واقعہ بیان فرمایا اور بتایا کہ باوجودیکہ معمولی لباس میں تھے لیکن مخالفین پر کس قدر رعب طاری ہوا۔

رسول خدا صلعم کا تین میل تک رعب اس کے بعد فرمایا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا رعب کئی میل تک پھیلا ہوا تھا اور آپ نے خود حدیث

شریف میں اس بات کا ذکر فرمایا ہے۔

اس کے بعد فرمایا کہ آج کل مسلمان بھی غلطی پر ہیں۔ یہ بھی وہی نعرے لگا رہے ہیں جو دوسرے لوگ مثلاً

INDUSTRIALIZATION, EDUCATION, ECONOMIC REFORMS (صنعتی ترقی - تعلیم عام

اقتصادی اصلاحات) کے نعرے بلند کئے جا رہے ہیں۔ لیکن ان چیزوں سے کچھ نہیں ہوگا۔ صرف قوت ایمانی ایک ایسی چیز ہے جس کے سامنے ٹوپ اور مشین گن کچھ نہیں کر سکتے۔ مسلمانوں کے لئے ان چیزوں کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ صرف قوت ایمانی سے سب کچھ حاصل کر سکتے ہیں۔ اس کے بعد حضرت سلمان فارسیؓ کا واقعہ بیان فرمایا کہ کس طرح انہوں نے صرف پچیس سپاہیوں سے ایران کے لشکر کو بھگا دیا۔ اگر آج بھی مسلمان وہی قوت حاصل کر لیں تو وہی زمانہ آجائے گا کہ بارہ سال کے اندر مسلمانوں نے اس وقت کی معلوم دنیا کو فتح کر لیا تھا۔

اس کے بعد حضرت اقدسؒ نے آیہ کریمہ وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ تِلَاوَتِ فرمائی۔

اور فرمایا کہ مَا رَمِيَتْ بِهِيَ اَوْ رَاذِرْمِيَتْ بِهِيَ۔ پھر فرمایا کہ حضرت غوث الاعظم روزانہ کہیں تشریف لے جایا کرتے تھے۔ ایک شخص نے عرض کیا کہ میں آپ کو روزانہ دیکھتا ہوں کہ آپ میری دکان کے سامنے سے گزرتے ہیں۔ کبھی مجھ پر اس قدر رعب طاری ہوتا ہے کہ میں آپ کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھ سکتا۔ اور کبھی کچھ محسوس نہیں ہوتا۔ اس کی کیا وجہ ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا۔ بعض اوقات اللہ تعالیٰ اپنے جلال کے ساتھ میری طرف متوجہ ہوتا ہے اور تم پر اس کا پرتو پڑتا ہے اور بعض اوقات یا تو جمالی تجلی ہوتی ہے یا میں کھاری طرف متوجہ نہیں ہوتا۔ اس لئے تم کو کچھ محسوس نہیں ہوتا۔

اس کے بعد فرمایا کہ جب آدمی ذات میں فنا (SATURATED) ہو جاتا ہے تو اس کے صفات بھی ویسے ہو جاتے ہیں۔ مثلاً جب لوہا آگ میں رکھا جاتا ہے تو آگ کی طرح لال ہو جاتا ہے اور اسی طرح جلال کی خلاصیت اس کے اندر پیدا ہو جاتی ہے۔ تو اس وقت وہ آگ میں جاتا ہے۔ ذات میں بھی اور صفات میں بھی۔ اس کے بعد فرمایا کہ ہمارے مولانا صاحب نے باندرہ دہلی میں بھٹی کے ہندو مسلم فساد کے موقع پر فرمایا کہ اگر کوئی تم پر حملہ کرے تو اپنا ہاتھ میرا ہاتھ سمجھ لینا جس کو تم مارو گے وہ فوراً گر جائے گا۔ فرمایا یہ تو ایک چھوٹی چیز تھی کہ ایک مرید اپنے شیخ کے صفات اختیار کرتا ہے۔ لیکن جب یہ معاملہ اللہ کے ساتھ ہو تو کیا نہیں کر سکتے۔ جناح کو دیکھو انہوں نے صرف ایک آیت پر عمل کیا ہے۔ اور خلوص دل کے ساتھ۔ وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيعًا (تم سب اللہ کی رسی کو مضبوط پکڑ لو) اور دیکھو کہ اس کی عورت کسی خان بہادر یا مجیکوئل سے کتنی بڑی ہے۔ اور وہ نہ نبی ہے نہ صدیقین میں سے ہے۔ نہ شہداء میں سے نہ صالحین میں سے۔ لیکن صحابہ کرام میں وہ کمالات پیدا ہو گئے تھے کہ ساری دنیا پر چند سال ہی میں حکومت ہو گئی۔

۳۔ جمادی الآخر ۱۳۲۳ھ میں ارشاد فرمایا کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ سے لگا رہیں اور اللہ تعالیٰ سے لگا رہیں وہ

کرتے ہیں تو وہ گویا اپنا طوائف کرتے ہیں۔ اور جو لوگ مزار کے طوائف سے منع کر لیں وہ یہ نہیں جانتے کہ صاحب مزار مقام عبدیت میں ہے اور عبد اللہ اور مقام عبدیت کے بعد سے افضل ہے۔ کیونکہ کعبہ تو فقط صفات کا منظر ہے۔ لیکن عبد ذات و صفات کا منظر ہے

اس کے بعد حضرت بایزید بسطامیؒ کا واقعہ بیان فرمایا کہ کس طرح انہوں نے طواف کعبہ ترک کر کے ایک ولی اللہ کا طواف کیا۔ یہ واقعہ (آئندہ درج ہوگا) اس کے بعد فرمایا کہ حضرت بایزید بسطامیؒ رَافِئِ اَنَا اللّٰهُ۔ اور سُبْحَانَی مَا اَعْظَمَ شَأْنِی کے نعرے لگایا کرتے تھے۔ اور فرمایا کرتے تھے کہ قیامت میں میرا جھنڈا سب سے زیادہ اونچا ہوگا۔ اور یہ درست ہے کیونکہ ”میرا جھنڈا سے مطلب“ ولایت کا جھنڈا ہے اور درحقیقت قیامت کے دن ولایت کا جھنڈا سب سے زیادہ اونچا ہوگا۔ ولایت نبوت سے بھی افضل ہے۔ کیونکہ ولایت خدا کے ساتھ دوستانہ تعلق کا نام ہے اور نبوت ایک عہدہ ہے۔ لیکن پرنسپل ولی بھی ہوتا ہے۔ اس لئے اس کا مرتبہ بلند ہوتا ہے۔ اگر تم بادشاہ کے ساتھ دوستانہ تعلقات رکھتے اور اسی وجہ سے والسرائے کی حیثیت میں بھیجے جاتے تو تم کس چیز کی زیادہ قدر کرتے۔ عہدہ کی یاد دہستی کی۔ اس کے بعد فرمایا کہ ایک دن اللہ تعالیٰ نے حضرت بایزید بسطامیؒ سے کہا کہ تم کس بات پر اکرٹتے ہو۔ انہوں نے جواب دیا اس لئے کہ تجھ جیسا خدا رکھتا ہوں۔ اور تو کس بات پر اکرٹتا ہے۔ اس لئے کہ مجھ جیسے نالائق بندے رکھتا ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا اچھا چپ رہ۔ وہ بھی ایک تجلی تھی۔ ایک تجلی کا دوسری تجلی کے ساتھ ٹکراؤ ہو گیا۔

اس کے بعد فرمایا کہ راسچور میں ہم رہتے تھے۔ ایک اور شخص بھی مع اپنی بیوی ہمارے قریب رہتا تھا۔ ہمارے غسلخانے اور ان کے درمیان صرف ایک دیوار تھی۔ ایک دن صبح کے وقت دونوں میاں بیوی نے غسل کیا۔ اسی روز اس شخص نے دریافت کیا کہ مزار کو بوسہ دینا جائز ہے یا نہیں۔ ہم نے کہا رات کو تم نے اپنی بیوی کا بوسہ لیا یا نہیں۔ اس نے کہا جی ہاں۔ اس کی بیوی موجود تھی۔ اس نے شرم سے اپنا منہ چھپا لیا۔ ہم نے کہا اس بوسہ کی اجازت تو آپ نے نہیں لی۔ وہ بھی تو غیر اللہ ہے۔

اجمیر شریف - ۱۸۔ جمادی الآخر ۱۳۶۳ھ

عبدالعزیز

میں اور عبدالسلام حضرت شیخ کی معیت میں دہلی دروازہ کی طرف ٹہلنے کے لئے گئے۔ حضرت اقدس نے عبدالسلام سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ تم جانتے ہو عبدیت

کیا ہے۔ عبادت تصوف کا انتہائی مقام ہے۔ جو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو بدرجہ اتم حاصل ہوا تھا۔ عبادت کی موٹی مثال یہ ہے کہ ایک شخص کو بڑی دولت دی جائے۔ لیکن وہ دینے والے کو واپس کر دے یہ کہہ کر کہ آپ اپنی مرضی کے مطابق خرچ کیجئے۔ وہ لوگ جن کو ساری زمین و آسمان کے تصرفات حاصل ہیں کہ اگر وہ چاہیں تو کائنات کو درہم برہم کر دیں۔ وہ کچھ بھی نہیں کرتے اس خیال سے کہ شاید اللہ تعالیٰ کی مرضی کے خلاف ہو۔ یہ مقام رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو بدرجہ اتم حاصل تھا۔ آپ نے اسم اعظم کے ذریعہ ساری عمر کبھی دعا نہیں کی۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا تھا کہ جو دعا اس اسم کے ذریعہ آپ مانگیں گے قبول ہوگی۔ لیکن آپ نے کبھی یہ دعا نہ مانگی اس لئے کہ شاید اللہ تعالیٰ کی منشاء کے خلاف ہو۔ جن لوگوں کو عبادت کا مقام حاصل ہے۔ اپنے لئے کچھ نہیں طلب کرتے۔ وہ یہ کہتے ہیں کہ جو آپ کا جی چاہے دو ورنہ کچھ نہ دو۔ ہم کچھ نہیں چاہتے۔ ہم صرف آپ کی خوشی چاہتے ہیں۔

اس کے بعد فرمایا کہ ان لوگوں کی بعض کیفیات کسی عارضی چیز کی وجہ سے ہوتی ہیں۔ مثلاً ایک بزرگ تیس برس تک نہ سوئے ایک

سوننا افضل ہے یا جاگنا

روز اتفاق سے آنکھ لگ گئی تو اللہ تعالیٰ کا دیدار ہو گیا۔ اب یہ سوئے لیکھ پرتے تھے کبھی اس درخت کے نیچے کبھی اس درخت کے نیچے اور کہتے پرتے تھے۔ تو بہت اچھی چیز ہے۔ ایک دن اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تم کیوں سوئے پھرتے ہو۔ انہوں نے جواب دیا کہ تیس سال تک نہیں سو یا تو کچھ نہ ہو۔ جب ایک دفعہ سو گیا تو آپ کا دیدار ہو گیا۔ اب میں اس لئے سونتا ہوں کہ آپ کا دیدار ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ دیدار صرف تمہارے تیس برس جاگنے کی وجہ سے تھا۔ اب تیس برس اور جاگو تب کچھ اور ملے گا۔ فرمایا اب گویا ان کو پاس پورٹ (PASS PORT) مل گیا۔

اس کے بعد فرمایا کہ بعض صوفیاء کے نزدیک سونا جاگنے سے افضل ہے۔ ان میں سے ایک ہیں وہ یہ وجہ بتلاتے ہیں کہ بندہ کا سنا اللہ کا فعل ہے اور بندہ کا سنا اللہ کا فعل ہے۔ اس لئے اس سے اتفاق نہیں کرتا کیونکہ جاگنا ہی اللہ کا فعل ہے۔ سوئے کے لئے اس نے ذرا سا پردہ ڈال دیا۔ لیکن سب اسی کا فعل ہے۔

گناہ سے ولی کے عرفان میں اضافہ اور محبت میں کمی | درگاہ شریف کی حاضری سے واپس

آنے کے بعد حضرت اقدسؒ نے فرمایا کہ اس وقت گلبرگہ شریف کے حضرت بندہ نواز سید محمد گیسو درازؒ کی ایک کتاب زیر مطالعہ ہے۔ یہ کتاب عربی میں لکھی گئی ہے اسکا مضمون آداب مریدین ہے۔ اس کا فارسی ترجمہ حضرت بندہ نواز نے کیا ہے۔ اور بعد میں ایک ضمیمہ بھی لکھا ہے۔ جو بذات خود ایک STANDARD WORK (مستقل کتاب) ہے۔ یہ ترجمہ اب طبع ہو گیا ہے۔ پہلے یہ صرف قلمی نسخہ تھا۔ اس میں بہت عجیب و غریب نکات ہیں مثلاً آپ لکھتے ہیں کہ جب کسی شخص سے جو درجہ ولایت میں ہو گناہ سرزد ہو تو ولایت کے مقام میں راجع ہوتا ہے۔ محبت میں کمی ہوتی ہے۔ لیکن عرفان میں اضافہ ہوتا ہے۔ اب یہ بظاہر بہت تعجب کی بات معلوم ہوتی ہے۔ اس موقع پر حضرت اقدس نے بندہ سے دریافت فرمایا کہ تم غور کرو اور بتاؤ کہ اس کی وجہ کیا ہے۔ لیکن بندہ کوئی جواب نہ دے سکا۔ فرمایا بات یہ ہے عرفان کے معنی ہیں معلوم کرنا۔ جب آدمی گناہ کرتا ہے تو کم از کم اسے گناہ کی کیفیت معلوم ہو جاتی ہے اور آئندہ کے لئے FOREARMED (قبل از وقت مسلح) ہو جاتا ہے۔ مثلاً جو تے پڑنے کا عرفان نہیں ہو سکتا بغیر جو تے پڑنے کے۔ (مطلب یہ نہیں کہ عرفان بڑھانے کے لئے گناہ کرے۔ سنا لگ کو چاہئے کہ اعتدال سے کام لے۔ اگر اس سے گناہ سرزد ہو گیا تو CONSOLATION (دھینان کی بات) یہ ہے کہ عرفان بڑھ گیا۔ اگر وہ چاہتا ہے کہ مقام میں کوئی فرق واقع نہ ہو تو توبہ کرے۔ تو آخر شریعت پر بات واپس آتی ہے کہ گناہ مت کرو۔ اگر اتفاق سے گناہ ہو جائے تو عرفان تو بڑھ جاتا ہے لیکن تاکہ محبت میں اور مقام میں فرق نہ آئے وہ صدقہ دے۔ ایشا کرے اور توبہ استغفار کرے۔ اور یہی شریعت کا حکم ہے۔ دراصل شریعت اس قدر جامع اور قطعی ہے کہ سب نکات اس کے تحت آجاتے ہیں۔ ایک روز حضرت علی رضو اور حضرت ابو بکرؓ بہت بلند اور باریک شرعی نکات پر گفتگو کر رہے تھے۔ ایک اعرابی آیا اور تھوڑی دیر تک گفتگو سن کر کہنے لگا کہ میری سمجھ میں تو کچھ نہیں آتا۔ میں تو فقط پانچ وقت کی نماز پڑھتا ہوں۔ رمضان کے روزے رکھتا ہوں۔ میرے پاس کبھی اس قدر جمع نہیں ہوا کہ زکوٰۃ دوں۔ اور ایک بار میں نے حج بھی کیا ہے۔ میں تو یہی جانتا ہوں کہ اللہ لیک ہے۔ رسول برحق ہے۔ اور قیامت کے دن حشر نشر ہوگا۔ حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا کہ ہم

بھی ان ہی چیزوں کے ارد گرد چکر لگا رہے ہیں۔ اس کے بعد حضرت شیخ نے فرمایا کہ عرفان کا یہ سارا سلسلہ شریعت کے نکات کے تحت ہے۔

۲۳ جمادی الآخر ۱۳۶۳ھ - ۱۴ جون ۱۹۴۴ء

جمادات اور نباتات
میں بھی حیات ہے

کل جب حضرت اقدس درگاہ شریف کی حاضری کے لئے جا رہے تھے تو راستہ میں ایک بچھڑا ملا۔ عجز السلام نے کہا آپ جیسے جانور آ رہا ہے۔ حضرت نے فرمایا کوئی بات نہیں ہم بھی جانور ہیں۔ علماء نے لکھا ہے کہ جانور حیوان مطلق ہے۔ اور انسان حیوان ناطق۔ یہ غلط ہے۔ روحانیت اور سائنس کی رو سے نباتات میں بھی حیات ہے۔ سائنس دانوں نے ایسی مشینیں ایجاد کی ہیں کہ نباتات کی باتیں معلوم کر سکتے ہیں۔ اب تک ایسی لطیف مشینیں ایجاد نہیں ہوئی۔ جس سے جمادات کی حیات معلوم کر سکیں۔ بات یہ ہے کہ ہر چیز میں حیات ہے۔ دیکھو یہ کس ہے۔ اس میں بھی حیات ہے۔ جب یہ توڑا جائے گا تو پھر کب نہیں رہے گا۔ ایسا ہے کہ گویا اللہ میاں نے ظہور حیات کے لئے ایک میدانِ عدتیت پیدا کیا۔ پھر اس میدانِ عدتیت میں حیات کا اظہار کیا۔ مثلاً حیات پر شتر لاکھ پردے والے دیئے تو جمادات ہو گئے۔ کچھ نہیں لکھ پردے اٹھائے تو نباتات ہو گئے۔ جس لاکھ پردے اور اٹھائے تو حیرانناشانہ حوریں آئے۔ اسی طرح انسان اور پھر آگے ملائک۔ کیونکہ فرشتہ زیادہ غلوہی اور عظیمہ چیز ہے۔ انسان میں جامعیت ہے۔ اس میں منہلی اور غلوہی دونوں پہلو موجود ہیں۔ دراصل حیرانناشانہ حوریں ہی ہے۔ صرف پردوں کا فرق ہے۔

جلال میں بھی جمال ہے

شام کی خانقہ شریفیہ شاد حسین آباد
شریفیہ سے ملنے کے۔ عبدالسلام نے

اشنائے گفتگو میں حضرت اقدس رح نے فرمایا کہ دنیا میں ہر چیز میں جمال ہے۔ حیرانناشانہ حوریں میاں رح نے کہا کہ آج کل زیادہ تر جلال کا اظہار ہوا ہے اور جمال کم ہو گیا ہے۔ حضرت نے فرمایا اس کا نتیجہ جمال ہو گا۔ اور نتیجہ جلال سے ذرا رح سے حیرانناشانہ حوریں کہا نتیجہ تو ہمارے بعد ہو گا۔ ہمیں کیا فائدہ۔ انسانیت کے فریب و ہراس سے دنیا کی

معاملات میں دلچسپی لیں گے۔ ساری کائنات میں کوئی چیز ہم سے خارج نہیں ہے وہاں جانے سے اضافہ ہوتا ہے کچھ گھٹتا نہیں ہے۔ یہ نہیں ہے کہ کوئی چیز کم ہو جائے۔

حاضری سے واپس آنے کے بعد فرمایا کہ پرانے لوگوں کو اس زمانے سے بہت کوفت ہوتی ہے۔ کیونکہ وہ پرانی صورتیں آجکل نظر نہیں آتیں۔ اب ایک نیا دور

پہلے زمانہ کی نسبت آجکل
بزرگ زیادہ ہیں

آئے گا جس کے لئے یہ لوگ تیار ہی کر رہے ہیں۔ لوگ تو ہیں لیکن اپنے آپ کو چھپاتے ہیں۔ اس وقت ”یا باطن“ کا دور ہے۔ اس کے بعد ”یا ظاہر“ کا دور آئے گا۔ اور سب لوگ میدان میں نکل آئیں گے۔ جب ایک بزرگ سے دریافت کیا گیا کہ آجکل پہلے زمانہ کے مقابلہ میں بزرگ کم ہیں یا زیادہ۔ تو انہوں نے فرمایا پرانی چھت کے ٹمستون زیادہ ہوتے ہیں۔

۱۹۔ رجب ۱۳۶۳ھ - ۱۱ جولائی ۱۹۴۳ء

تاراگڑھ کے عرس کے موقع پر حضرت اقدس نے فرمایا کہ قرآن شریف میں فضول خرچی کے متعلق سخت وعید ہے

کنجوسی کی نسبت فضول خرچی
کے متعلق زیادہ سخت وعید ہے

ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ **رَأَى الْاَسْبَابِ دِينَ كَانُوا اِخْوَانًا لِّسَابِطِينَ ط** (فضول خرچی کرنے والے شیطان کے بھائی ہیں) لیکن کنجوس کے متعلق اتنی سخت وعید نہیں ہے۔ البتہ اگر اس وجہ سے کنجوسی کہتا ہے کہ اللہ پر کھروسہ نہیں ہے تو بہت بری بات ہے۔ لیکن اگر اس وجہ سے ہو کہ جمع کر دہ کسی اور کام میں لائیں گے۔ جس سے اور زیادہ فائدہ ہو تو اتنی بری بات نہیں ہے۔

حسب ذیل خواب حضرت اقدس نے دسمبر ۱۳۵۹ھ (مطابق ذوالفقہہ ۱۳۵۹ھ) میں بیان فرمایا۔ ایک دفعہ حضرت اقدس نے اپنے مجاہدات کے زمانے

حضرت اقدس کو حضرت حاجی صاحب
اور مولانا گنگوہی سے خلافت

کا خواب سنا یا جس میں آپ کو حضرت مولانا حاجی امداد اللہ صاحب ہاجر کی اور حضرت مولانا شہیر احمد صاحب گنگوہی سے خلافت ملی۔ آپ نے حضرت خواجہ غریب نواز

خلافت پانے کا واقعہ بھی بیان فرمایا۔

ارشاد فرمایا کہ مجاہدات کے زمانہ میں جب میں اجمیر شریف میں رہتا تھا ایک رات میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک بہت صاف ستھرے صحن میں ہوں جو سفید سنگ مرمر سے بنا ہوا ہے۔ وہاں علماء کا ایک جلسہ ہو رہا ہے۔ میرے ایک دوست مولوی اشرف حسین ریاشاید حضرت نے عابد حسین فرمایا) نے میرا تعارف حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رح سے کرایا۔ اس وقت آپ کی صورت ایک نوجوان کی سی تھی۔ اور سر پر سنہری تاج پہنے ہوئے تھے اور نہایت عظیم الشان ہستی معلوم ہوتے تھے۔ آپ مجھے بہت خوشی سے ملے اور میرا امتحان لینے لگے۔ ساتھ ہی آپ نے یہ فرمایا کہ شاید پہلی نظر سے سوالات مشکل نظر آئیں لیکن ان کا جواب آسان ہوگا۔ میں نے سارے سوالوں کا ٹھیک جواب دیا۔ شروع سے میں اپنے شیخ مولانا وارث حسن صاحب رح کو تلاش کر رہا تھا۔ تاکہ مجھے کچھ سہارا مل جائے امتحان کے بعد مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رح نے فرمایا کہ اب اچھا تم لوگوں کو تعلیم دینا شروع کر سکتے ہو۔ جب میں مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رح سے رخصت ہوا تو پھر مولانا صاحب رح کو دیکھنا شروع کیا۔ میں نے ایک سیڑھی دیکھی۔ میں اس پر چڑھنے لگا۔ اوپر جا کر مولانا صاحب رح کو مریدین کے حلقہ میں بیٹھے ہوئے دیکھا۔ مولانا صاحب رح نے دیکھتے ہی فرمایا کہ تم کہاں آتے میں تمہارا انتظار کر رہا تھا۔ میں نے ان کو سارا ماجرا سنایا اور آپ بہت مسرت اور دلچسپی سے سنتے رہے۔ پھر خواب ختم ہو گیا۔ اور میں تین دن تک حال میں پلنگ ہی پر پڑا رہا اس کے بعد میں لکھنؤ گیا اور مولانا صاحب رح سے ملا۔ اس وقت میں نے آپ کو اسی حالت میں پایا۔ جیسے خواب میں دیکھا تھا۔ مولانا صاحب نے دیکھتے ہی اسی محبت سے دریافت کیا کہ تم کہاں تھے۔ میں تمہارا انتظار کر رہا تھا۔ یہ سن کر میں منہنے لگا۔ جب اس نے دریافت کی تو میں نے منہنے کا سبب دریافت فرمایا تو میں نے وہ خواب بیان کیا۔ اس کے بعد مولانا صاحب رح نے فرمایا کہ

بعد مجھے خلافت نیابتی ملی۔

۲۴ جمادی الآخر ۱۳۱۵ھ (جون ۱۹۲۴ء) | حقیقی پاکستان کب بنے گا | حضرت اقدس رح نے فرمایا کہ اب امام صاحب (امام مجددی)

کے زمانے تک دنیا میں امن نہیں ہوگا۔ اب سوال امن کا نہیں ہے۔ سوال یہ ہے کہ کس طرح مرے۔ کم سے کم کچھ کر کے مرنا چاہئے۔ جو کام اب ہو رہا ہے اس کا اثر ایک سو سال کے بعد ہوگا۔ بندہ نے عرض کیا کہ پھر پاکستان کا کیا ہوگا۔ فرمایا کہ یہ تو صرف ایک ذریعہ ہے حقیقت میں پاکستان نہیں رہے گا۔ بلکہ سارا ہندوستان اسلامی ملک ہوگا۔ حدیث شریف میں ہے کہ امام صاحب کے وقت ساری دنیا مسلمان ہوگی اور حقیقی پاکستان تو صرف اس وقت ہوگا۔ اب دنیا میں رہنا مصیبت ہے۔ امن صرف قبر میں ملے گا۔ اور وہ بھی صرف ان لوگوں کو جنہوں نے اچھے اعمال کئے۔ ورنہ جن لوگوں نے نیک اعمال نہیں کئے ان کے لئے مصیبت کا آغاز ہوگا۔ اس کے بعد فرمایا کہ دنیا میں جتنے فساد ہیں سب نفسانیت کی وجہ سے ہیں اور جتنی خوبیاں ہیں سب لٹھیت کی وجہ سے ہیں۔ بات مختصر یہی ہے۔ فرمایا دنیا میں دو چیزیں ہیں خدا اور نفس۔ سب بری چیزیں کی بنیاد نفس ہے۔ اور سب اچھی چیزوں کی بنیاد خدا ہے

اس کے بعد فرمایا وحدت الوجود الحمد للہ کے پہلے دو حروف ہیں وحدت الوجود ہے۔ ال کے معنی ہیں جامعیت کے یعنی سب تعریف ہو رہے۔ تو وجود بھی ایک تعریف ہے۔ اس لئے جو وجود ہے وہ بھی اللہ کی ہے۔

کا وجود ہے۔ مسلمان تو وحدت الوجود میں جکڑے ہوئے ہیں۔ دیکھو آدمی جب کوئی اچھی چیز دیکھتا ہے تو کہتا ہے سبحان اللہ! مثلاً جب مزیدار آم کھاتے ہو تو کہتے ہو سبحان اللہ! حالانکہ مزیدار تو آم ہے۔ اللہ سے اس کا کیا تعلق ہے۔ کہنا چاہئے کہ سبحان آم! لیکن نہیں سبحان اللہ کہتے ہیں۔ اگر یہ وحدت الوجود نہیں ہے تو کیا ہے۔

اس کے بعد فرمایا کہ فاروق احمد نے جو یہ خواب دیکھا تھا کہ مولانا صاحب نے ان سے فرمایا کہ اب میرا اجمیر شریف میں رہنے کا ارادہ ہے۔ تم بتاؤ اس کے کیا معنی ہیں۔ بندہ نے عرض کیا کہ شاید اس کی وجہ یہ ہے کہ بزرگ ہمیشہ دنیا سے بھی تعلق رکھتے ہیں۔ اس میں کوئی نئی بات تو معلوم نہیں ہوتی۔ آپ نے فرمایا تم نے بھی دیکھا جب ریڈیو بجا رہے تھے تب ہاؤس میں کہ مولانا صاحب ایک دفعہ میرے پاس آئے اور دریافت کیا کہ تم کو معلوم ہے تمہارے پیر کا کیا مقام ہے۔ میں نے کہا ہاں میرے پیر کا مقام میرے دل میں ہے۔ تو آپ نے فرمایا

سید فاروق احمد صاحب حضرت شاہ شہید اللہ صاحب کے بارہ ہندگ تھے جن کا وصال خوری ۱۹۲۵ء بمقام لاہور ہوا اور آستانہ حضرت داتا گنج بخش کے احاطہ میں ہمایوں کی نعمت سے لوازتے گئے۔

کہ ”میں یہی بتلانے آیا ہوں“ حضرت اقدس نے فرمایا کہ اس کا یہ مطلب ہے کہ مولانا صاحب (مولانا وارث حسن) میرے ذریعہ اجمیر شریف میں رہتے ہیں۔

ارشاد فرمایا کہ عرس عروس سے ہوتا ہے۔ عروس کے معنی ہیں دلہن۔

حقیقت عرس

حدیث میں ہے کہ جب نیک بندہ کی روح اللہ تعالیٰ کے سامنے

جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں لَمْ كُنْ مَوْتًا الْعُرْسُ وَرِسْ طَ یعنی اب دلہن کی نیند سو جاؤ۔

اس سے روح کو بے حد خوشی ہوتی ہے کہ آخری امتحان میں پاس ہو گئے۔ اور یہ خوشی اسی

تاریخ پر ہر سال دہرائی جاتی ہے۔ اس لئے اس خوشی سے لطف اٹھانے کی خاطر اہل کشف

ہر سال اُس مقام پر جاتے ہیں۔ اور ان کے مریدین بھی وہیں جاتے ہیں۔ تاکہ بچھڑا کام اپنے

پیر کو دکھائیں اور نئے احکام لیں۔ اس کے ساتھ وہ لوگ جو شیخ کی تلاش میں ہوتے ہیں وہ بھی

جاتے ہیں۔ کیونکہ وہاں تمام مشائخ جمع ہوتے ہیں۔ پھر وہ لوگ جو کسی مصیبت میں مبتلا ہوتے

ہیں یا وہ جن کو کوئی اور غرض ہوتی ہے جاتے ہیں۔ یہ دیکھ کر دکاندار اور روٹی والے بھی ہنسی

جاتے ہیں تاکہ ان کے مال کی بکری ہو اس طرح عرس بن جاتا ہے۔

اس کے بعد فرمایا کہ عرس کے موقع پر خواجہ صاحب نہایت خوشی میں ہوتے ہیں۔ اور

قاعدہ ہے کہ خوشی کے وقت آدمی فیا عن ہوتا ہے۔ اس واسطے ان آیات میں یہ وقت خواجہ

صاحب کی طرف متوجہ رہنا چاہئے۔ کیونکہ یہ موقع سال بھر میں صرف ایک دن ہوتا ہے۔

دوسرے کام تو بعد میں بھی کئے جا سکتے ہیں۔ اور خواجہ صاحب سے مختلف نفلوں پر فائدہ

چاہئے جیسے کہ چاند سے اس کی مختلف صورتوں میں لطف اٹھاتے ہیں۔ پہلے براہ راست چاند

کو دیکھتے ہیں۔ پھر چاندنی یعنی چاند کے پر تو کو دیکھتے ہیں۔ پھر پانی میں چاند کا عکس دیکھتے ہیں۔

عکس سے بھی چیزوں پر پرتو جوتا ہے۔ لہذا درگاہ شریف میں جانا۔ اور اس وقت چاند

دیکھنا۔ یہ سب خواجہ صاحب کا پرتو ہے۔ اور کچھ اولیاء اللہ نے فرمایا ہے کہ اس وقت چاند

سے بھی لطف اٹھانا چاہئے۔ پھر مندرجہ ذیل آیتیں لکھیں۔

“YOU MUST SQUEEZE AS MUCH AS YOU CAN

OUT OF THE KHAWAJA SAHIB”

قبض اور کیفیات کے
تبدل و تغیر میں حکمت

ایک دفعہ بندہ نے حضرت اقدسؑ سے شکایت کی کہ کبھی کبھی
اچھی کیفیت ہوتی ہے۔ لیکن دوسرے اوقات میں وہ بند
ہو جاتی ہے۔ آپ نے فرمایا ارے بھائی یہ تو انبیاء علیہم السلام

کے ساتھ بھی ہوتا ہے۔ اصلی سکون تو صرت قبر میں ملتا ہے۔ یا اس زندگی میں اگر نفس مطمئنہ
کا درجہ مل جائے۔ پھر بھی یہ سکون عارضی ہوتا ہے۔ انبیاء علیہم السلام کے حالات اور کیفیات
بھی بدلتے رہتے ہیں۔ جب حضرت یوسف علیہ السلام کا کرتہ مصر سے لایا جا رہا تھا تو حضرت
یعقوب علیہ السلام کو دور سے اس کی خوشبو آگئی۔ لیکن جب حضرت یوسف علیہ السلام کنوئیں
میں تھے۔ تو آپ کو اس کا علم نہ ہو سکا۔ یہ معاملہ تو سب کے ساتھ ہوتا رہتا ہے۔ کیفیات کے
تبدل و تغیر میں ایک خاص مزہ کی بات ہے۔ احوال و کیفیات بے انتہا ہیں۔ اگر آدمی صرف
ایک ہی حال میں رہتا تو باقی سب احوال سے محروم رہتا۔ ظاہر ہے کہ جب تک ایک حالت ختم
نہ ہو جائے۔ دوسری حالت نہیں آسکتی۔ مثلاً آم کھاتے وقت تم امرتی کی لذت نہیں حاصل کر سکتے
جب تک کھلی نہ کرو۔ اور ایک دوپان نہ کھاؤ۔ جب آم کی لذت بھول جاؤ گے۔ تب امرتی کی
لذت حاصل کرو گے۔

اس کے بعد سیاست پر گفتگو ہونے لگی۔ حضرت اقدسؑ نے فرمایا اسلام کا بنیادور آئینہ والا
سہے۔ جس میں ہندوستان راہنمائی کرے گا۔ نئے دور میں ہندوستان کا بڑا حصہ ہوگا (یہ یاد رہے
اس وقت پاکستان نہیں بنا تھا۔ ہندوستان سے آپ کی مراد مسلمان اور مسلمانوں کی حکومت ہے
جس کے متعلق حضرت کئی دفعہ فرمایا چکے ہیں کہ پورے ہندوستان پر مسلمانوں کی حکومت ہو جائے گی
سیاست عالم میں مسلمان بڑا حصہ لیں گے۔ یہاں ہندوستان ہندوؤں کی حکومت ہرگز مراد
نہیں ہے)۔

شام کے وقت جب حضرت اقدسؑ درگاہ شریف جا رہے تھے تو ارشاد فرمایا کہ جب
میں بمبئی گیا ہوا تھا تو میری لڑکی نے خواب میں دیکھا کہ مولانا صاحب تشریف لائے ہیں وہ پریشان
تھیں کہ گھر میں آپ کی خاطر و مدارات کون کرے گا۔ تو مولانا صاحب نے فرمایا کہ درگاہ میں اچھا
انتظام نہیں اور یہاں ریڈیو بھی نہیں ہے۔ ہم جاتے ہیں۔ اس پر حضرت اقدسؑ نے میرے ریڈیو

والے خواب کا حوالہ دے کر فرمایا کہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ میرا ریڈیو عالم بالا میں (ACCEPTED) ہے یعنی تسلیم ہو چکا ہے۔

سلوک اور شادی | اس کے بعد سید مقصود حسن نے کہا اب شہید اللہ اور عبد السلام کی شادی کا انتظام کرنا چاہئے۔ حضرت نے فرمایا کہ جس میں تم پھنسے ہوئے ہو اور لو کو بھی پھانسا چاہتے ہو۔ لوگ تو اسے شادی کہتے ہیں۔ لیکن میرے خیال میں یہ ایک مصیبت ہے۔ اس سے آزادی کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔ یہ شادی نہیں ایک تعزیت کا موقع ہے۔ حضرت بندہ نواز سید محمد گیسو دراز نے سلوک پر ایک کتاب لکھی ہے جس میں مختلف قسم کے لوگوں کے لئے مشاغل ہیں۔ مثلاً شادی شدہ عورتیں۔ کنواری عورتیں۔ وہ عورتیں جو بوجہ ہر گئی ہیں۔ اور پھر شادی کرنا چاہتی ہیں۔ یا بیمار لوگ جو مجاہدہ نہ نہیں کر سکتے۔ اس میں ایک واقعہ بیان کیا گیا ہے۔ جس میں لکھا ہے کہ ایک مرید آپ کے پاس آیا اور عرض کیا کہ میں شادی کرنا چاہتا ہوں۔ آپ نے جواب دیا کہ میں جانتا ہوں کہ یہ سنت ہے اور صحابہ کرام کی بھی یہ روش رہی ہے۔ چنانچہ ایک صحابی کا قول ہے کہ اگر مجھے معلوم ہو جائے کہ چند دن اور دنیا رہوں گا تو میں شادی کر لوں گا۔ لیکن میں اس وقت شادی کی مصیبت میں تم کو کرتا رہ کر چھینا ہوا ہوں۔

اس واقعہ کے بعد سلوک ردہ جائے گا۔ (اس کتاب کے مقدمہ میں لکھا گیا ہے کہ ملفوظات شریعہ شروع ہونے سے پہلے چھاپیں کیونکہ شروع کے ملفوظات مبتدیوں کے لئے ہوتے ہیں۔ جن کے ساتھ دیگر مرتبہ اور متوسطین اور مہتممین کے لئے اور حکم ہیں۔ دوسرے ملفوظات پر مشتمل ہیں۔ جن کے لئے حکم کرنے کے لئے تاکید فرم اور اسے سلوک مگر حق سے تلبیہ کرنا اور اسے چھوڑنا۔ بلکہ آگے کے لوگوں کے لئے ہے۔)

(یہ ملفوظات بھی پیلے کا ہے) | **ساری کامنات ایک نئی سنت** | حضرت نے فرمایا کہ یہ نئی سنت ہے۔ ناسخ حرکت کے حسن کا نام ہے۔ بہت مہتممین میں آئے۔ اور اسے ناسخ حرکت کے نام سے پکارا۔

کہ ہم یہ کرتے ہیں۔ ہم وہ کرتے ہیں۔ لیکن سب کچھ وہی ہے اور ہے کون وہی ہے۔ وہ مختلف روپوں میں چلتے پھرتے ہیں۔ خود ناچتا ہے اور خود دیکھتا ہے۔ اور خود مست ہوتا ہے۔

۲۰۔ رمضان ۱۳۲۳ھ۔ ۲۱ ستمبر ۱۹۰۴ء

کائنات کیا ہے
اپنے آپ کو دیکھنا

حضرت اقدس نے ارشاد فرمایا کہ میں تم کو بتاؤں کہ کائنات کیا ہے؟ آپ نے گردن جھکا کر اپنے آپ کو دیکھا۔ فرمایا بس یہی ہے۔ پہلی نظر اجمالی ہے۔ دوسری تفصیلی۔ جب کوئی تصویر دیکھتا ہے تو پہلی نظر اجمالی ہوتی ہے۔ پھر تفصیل کے ساتھ ہر عضو کو دیکھتا ہے۔ پھر اخیر میں ایک اجمالی نظر ڈال لیتا ہے۔ یہ آخری اجمالی نظر انسان ہے کیونکہ جو کچھ کائنات کے اندر تفصیل کے ساتھ موجود ہے۔ وہ انسان کے اندر اجمال کے ساتھ ہے۔ جب کوئی اپنے آپ کو دیکھنا چاہتا ہے تو نوٹوٹو ہوتا ہے۔ ہم اللہ میاں کے نوٹوٹو ہیں۔

پھر میری طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ اب تم سمجھ گئے کہ نفس کل کیا ہے۔ بندہ نے عرض کیا جی ہاں! وہ جو آپ نے فرمایا تھا *PASSIVE PRINCIPLE* (متاثرہ افعال)

نفس کل

اس پر حضرت اقدس نے زیادہ تفصیل کے ساتھ بیان فرمایا۔ فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ نے کائنات (*CREATION*) کو پیدا کرنا چاہا۔ تو اپنے ذہن میں اس نے ایک چیز اپنے سے غیر کا تخیل کیا۔ قدرت یعنی علم قدرت اور حقائق وغیرہ وہ تو عقل ہے (عقل کل) یہ خدا ہے *ACTIVE ASPECT* میں یعنی بحیثیت جہرہ۔ اور جس چیز میں وہ *ACT* کرتا ہے یعنی (مادہ عرض) وہی نفس ہے۔ اگر عارفانہ طریقہ سے کوئی بیان کرنا چاہے تو یوں کہے گا کہ نفس اللہ میاں کا وہ حصہ ہے جسے اپنے سے غیر قرار دیا۔ کائنات ہرآن اور ہرکھٹہ اللہ کی محتاج ہے۔ اگر وہ نظر پھیر لیں تو ان کی آن میں سب کچھ درجہم برہم ہو جائے گا۔ مثال کے طور پر تم اپنے ذہن میں ایک شخص پیدا کرو اور اس سے بات کرو۔ پھر جب تم اس سے دھیان ہٹا لیتے ہو تو وہ نہیں رہتا اسی طرح یہ کائنات اللہ تعالیٰ کی توجہ کے بغیر نسبت و نابود ہو جاتی۔ ہمارے جسم بھی فنا ہو جاتے ہیں کیونکہ یہ کسی اللہ کی توجہ سے قائم ہیں۔ ہمارا وجود اس بات کی دلیل ہے کہ اللہ کی ہم پر نظر ہے۔ یہ نظر "ٹیوٹم" کی نظر ہے تم اس کی طرف متوجہ ہو یا نہ ہو وہ تمہاری طرف متوجہ ہے اگر تم اس کی طرف متوجہ ہو تو پھر وہ ایک اور قسم کی توجہ دیتا ہے اور یہ بتلاتا ہے کہ ایسا ہوں ایسا ہوں۔

حقیقت معراج

مبتدی میں حضرت اقدس رح نے فرمایا کہ حقیقت معراج سمجھنے کیلئے پہلے کچھ ابتدائی حقائق سمجھنے کی ضرورت ہے۔ اس سے قبل آپ حضرت مولانا روم رح اور حضرت شمس تبریز رح کا قصہ بیان فرما چکے تھے۔ جس میں حقیقت معراج سمجھانے کے لئے حضرت شمس تبریز رح نے لوگوں کو دکھا دیا کہ جسم لطیف بنایا جاسکتا ہے۔ یہ قصہ اور موقعہ پر مدح ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ سائیں والے بھی اس کے قائل ہیں کہ روح اور جسم دو الگ چیزیں نہیں ہیں۔ بلکہ مادہ ایک ہے۔ روح جب کثیف حالت اختیار کر لیتی ہے تو جسم بن جاتا ہے۔ اور جسم جب لطیف صورت اختیار کرتا ہے تو روح بن جاتی ہے۔ مادہ ایک ہی ہے۔ معراج کا مطلب بندہ اور خدا کے درمیان حجابات کا دور ہونا اور بندہ کا اپنی حقیقت پہچاننا ہے۔ یہاں میں ایک مثال دیتا ہوں۔ لیکن یاد رہے کہ مثال ہمیشہ ناقص رہ جاتی ہے۔ کیوں کہ اس دنیا میں کوئی ایک چیز دوسری کے مثل نہیں ہے۔ اس لئے ہر مثال غامض رہ جاتی ہے۔ مثال سے صرف ایک قسم کی مناسبت دکھائی جاتی ہے۔ اور وہ بھی بعض پہلوؤں سے۔ کئی طور پر نہیں۔ اب فرض کرو کہ ایک بادشاہ کا لڑکا کوئی دوسرے ملک میں صلہ جاتا ہے۔ اور وہ کبھی معلوم نہیں ہوتا کہ میں بادشاہ کا لڑکا ہوں۔ جب وہ بڑا ہوتا ہے تو اپنے ملک کی طرف واپس آتا ہے اور اس ملک کی رعایا میں شامل ہو جاتا ہے۔ ایک دن وہ بادشاہ اس کو جان پتا ہے۔ اور اسے تنہائی میں بلا کر کہتا ہے کہ میں تیرا باپ ہوں اور تو میرا بیٹا ہے۔ یہی شکل معراج ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو معراج کہتے ہیں کہ اس وقت ہوئی کہ انہوں نے رخت میں آگ کو دیکھا۔ باقی سب انبیاء اور اولیاء کے معراج الگ الگ ہیں۔ یہاں حضرت سے ایک شعر لکھا جو عام طور پر قوال گاتے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ موسیٰ اور نوح اور ہے۔ خدا کا حکم ہے۔ سب ایک ہیں۔ جتنے انبیاء علیہم السلام ہوئے ہیں۔ سب رسول کریم علیہم السلام کے شانوں کے شہر ہیں۔ یہ لوگ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو پیش کرتے ہیں۔ دوسرے نبیوں کی توہین کرتے ہیں۔ فرمایا نا سوتی زبان اس دنیا کی چیزوں کو جتانے کے لئے ہے۔ ملکوتی چیزوں کے لئے ملکوتی زبان ہے۔ اور جبروتی چیزوں کے لئے جبروتی زبان ہے۔ یہ اونچی چیزیں ہیں۔ نا سوتی زبان میں کیسے بتائی جاسکتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ معراج کی حقیقت بیان میں نہیں آسکتی۔ بغیر اس کے کہ اس کو کچھ بڑھایا جائے یا گھٹایا جائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کی معراج سب لوگوں کے معراج سے افضل ہے۔ اور اس وقت آپ نے وہ چیزیں دیکھیں جو ہم موت کے بعد دیکھ سکتے ہیں۔ اس کے بعد میری طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ یہ جو لوگ درانت کہتے ہیں کہ کسی حالات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر کی شکل میں آئے یا اس کے برعکس یہ ایک بے کار سوال ہے۔ معلوم کرنے کی ضرورت ہی نہیں۔ سب کچھ وہی ہے۔ مختلف شکلوں میں۔ یہ سب برزخ ہیں۔ جیسے جب نل میں پانی آتا ہے تو پائپ (PIPE) کے ذریعے آتا ہے۔ پائپ برزخ ہے پانی اور نل کے درمیان۔ اللہ میاں جس شیرھی سے اترنا چاہتے ہیں۔ اترتے ہیں۔ یہ اس کی شان ہے کہ چیف آف سٹاف (CHIEF OF STAFF) بھی ہوتا ہے اور پرائیویٹ سیکرٹری (PRIVATE SECRETARY) بھی۔ یہ سب برزخ ہیں۔ عارف کا کام یہ ہے کہ سب کو وہی سمجھے۔ مہندی کو شروع میں بتایا جاتا ہے کہ سب کچھ شیخ کے ذریعے آتا ہے۔ یہ اسی طرح ہے۔ جس طرح بچے پڑھتے ہیں۔ ۰-۹-۵۰ (۵۰) اب و بوال وال موقوفہ بود) لیکن جب بڑا ہو جاتا ہے تو ہر وقت بچے کھوڑی کرتا ہے وہ گویا کہہ دیتا ہے۔ برزخ کو برزخ سمجھنا چاہئے۔ ورنہ اصلی بہت پرستی ہے کہ تعین کو اصل سمجھ لے۔ خواجہ صاحب جب بہت پرستی کے متعلق گفتگو فرماتے تھے تو بہت پرستی نہیں کہتے تھے۔ ہمیشہ تعین پرستی کہتے تھے۔ سب اسی کی مختلف شکلیں ہیں۔ پھر فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ کسی انسانی صورت میں خود کوئی کام کرتا ہے تو اس صورت کو اس بات کی خبر نہیں ہوتی

وَ مَا كُنَّا نَعْبُدُهُ إِذْ كُنَّا رُحُلًا مِّثْلَ بَنَاتِ النَّحْلِ (تو نے مٹی نہیں پھینکی۔ جب تو نے مٹی پھینکی تھی کہ اللہ نے پھینکی) اب لفظ إِذْ كُنَّا رُحُلًا مِّثْلَ بَنَاتِ النَّحْلِ سے ظاہر ہے کہ مٹی رسول اللہ نے پھینکی لیکن پھر اسی وقت کہہ دیا کہ مَا كُنَّا نَعْبُدُهُ یعنی تو نے نہ پھینکی۔ (اصلی بقائیت ہی ہے یعنی قنار الفنا۔ جس میں فنا کا احساس بھی نہیں رہتا۔ اگر کسی کو محسوس ہو کہ میں اللہ میں فنا ہوں اور اللہ یہ کام کر رہا ہے۔ یہ نہیں کر رہا۔ تو یہ ایک ہی ہے۔

بہتر عقیدت (جو مقام بقائیت اور قنار الفنا ہے) کے بارے میں فرمایا کہ فرض کرو ایک غلام ہے۔ جس کے پاس کچھ نہیں ہے۔ وہ آقا سے کہتا ہے کہ میں آپ کا غلام ہوں آپ جو کچھ کھلائیں گے کھاؤں گا اور جو کچھ پیائیں گے پیوں گا

ایک دوسرا شخص ہے۔ جس کو وہ آقا پورا خزانہ، زمین اور اختیار اور اقتدار دیدیتا ہے لیکن وہ شخص سب کچھ اس رہتیس کی نذر کر دیتا ہے۔ اور کہتا ہے کہ جیسے آپ حکم دیں گے میں اسی طرح کروں گا۔ تو وہ رہتیس کس سے زیادہ خوش ہوگا۔ غلام سے یا دوسرے شخص سے۔ ظاہر ہے کہ وہ دوسرا شخص اس کی نظروں میں زیادہ عزیز ہوگا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں عبدتیت تھی بدرجہ اتم۔ کوئی عبادت گزار آپ کو اس سے سخت تکلیف بھی ہے اور آپ اسے دفع کرنے کی قوت بھی رکھتے ہیں۔ لیکن اللہ کی رضا کے سامنے سہر تسلیم خم ہے۔ جب تک اللہ حکم نہ دے کچھ نہیں کرتے۔ اسی طرح جب شریکین وغیرہ سوال کرتے ہیں۔ باوجودیکہ آپ ساری کائنات کی میر کہنے لگے ہیں اور سب کچھ جانتے ہیں۔ آپ جواب نہیں دیتے۔ جب تک اللہ کی طرف سے وحی نہ آجائے۔ مثلاً لوگ آپ سے حقیقت روح کے متعلق دریافت کرتے ہیں لیکن آپ خاموش رہتے ہیں جب تک کہ اللہ سے **يَسْأَلُونَكَ عَنِ الرُّوحِ قُلِ الرُّوحُ مِنْ أَمْرِ رَبِّي مَا تَسْأَلُونَ** ہوتا۔ فرمایا۔ عبدتیت اسی کو کہتے ہیں کہ ساری کائنات پر قدرت ہو لیکن کچھ بھی نہ کر سکتا۔ جب تک کہ اللہ حکم نہ دے۔

۲۳۔ رجب ۶۶۲ھ۔ ۳۔ جون ۱۹۲۵ء

یافت اور نایافت

حضرت شیخ ادام اللہ فیوضہم نے چند یوم پہلے فرمایا کہ تو نے دو قسم کی ہوتی ہے۔ یافت اور نایافت۔ ان میں سے نایافت بہت اعلیٰ ہے۔ یافت کے معنی یہ ہیں کہ بندہ اللہ کی شان دیکھتا ہے اپنے نقطہ نظر سے۔ اور اس کا وہ لیتا ہے۔ نایافت کا مطلب یہ ہے کہ بندہ اللہ کے نقطہ نظر سے اللہ کو دیکھتا وہی مزہ لیتا ہے۔ جو اللہ اپنی شان سے لیتا ہے۔ یہ مجاہدہ کا نتیجہ ہے۔ یافت کے فضل و کرم کا نتیجہ ہے۔ اس لئے اسے نایافت کہتے ہیں۔ یافت سے نایافت بڑھتی ہے۔ ہوتی کی نوک کے برابر۔ اس کے بعد فرمایا کہ تو الی سننے میں بہترین حالت وہ ہے کہ خیال کرے کہ خود گویا ہے اور خود شن رہتا ہے اور مزہ کے رہتا ہے۔

قبض و بسط

آن کی تقریر کے دوران میں فرمایا کہ مقصد صرف خدا کے کام میں ہے

رہنا ہے۔ کشف و کرامات نیچے کی چیزیں ہیں۔ اللہ کی خوشنودی چاہئے۔ خواہ قبض ہو یا بسط۔ کشود ہو یا دل میں تنگی محسوس ہو۔ بڑی چیز یہ ہے ان حالتوں میں یکساں رہنا چاہئے۔ دل ہر وقت حاضر رہنا چاہئے۔ جو کچھ ہو جائے اس سے راضی رہنا چاہئے بسط کی حالت میں شکر کرنا چاہئے۔ اور حالت قبض میں توبہ و استغفار اور اس کے سامنے گڑگڑانا چاہئے۔ اس کے بعد حضرت نے وہ حدیث پڑھی۔ جس میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ سے ایک دن انظار اور ایک دن فاقہ مانگا تاکہ شکر اور صبر دونوں نعمتیں حاصل ہوں۔ پھر فرمایا کہ اصل نتیجہ مرنے کے بعد معلوم ہوتا ہے اس دنیا میں تو صرف ایک کھوڑی سی جھلک دکھائی جاتی ہے۔ تاکہ حوصلہ انزائی ہوتی رہے۔ اور جس کا ایمان قوی ہوتا ہے اس کو اپنی حالت پر رہنے دیا جاتا ہے۔ بندہ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ دیکھو اس نے ناروق سے زیادہ محنت کی اور وہ (فاروق) دنیا کے کاموں میں لگے رہے۔ بیوی بچے وغیرہ لیکن وہ پہنچ گئے۔ اور تم یہیں پڑے رہے۔

ذی قعدہ ۱۳۶۲ھ - ۶ نومبر ۱۹۴۵ء

مصرف و قربت میں توجہ الی اللہ کا طریقہ

حضرت اقدس نے ارشاد فرمایا کہ جب کسی

کام کالج میں مصروف ہو تو ہر پندرہ بیس منٹ کے بعد ایک دو منٹ یا آدھے منٹ کے لئے ذات کی طرف متوجہ ہو جایا کر و۔ اور پھر اپنے کام میں لگے رہو۔ اور جب نماز کا وقت آئے خوب مزے کے ساتھ خدا کی طرف متوجہ ہو جاؤ۔ یہ باتیں بغیر مشق کے حاصل نہیں ہوتیں۔ سب سے اعلیٰ حالت یہ ہے کہ ہر چیز میں ذات ہی ذات نظر آئے شروع میں یہ حالت کھوڑی دیر کے لئے رہتی ہے۔ جب موت قریب آتی ہے تو یہ حالت دائمی ہو جاتی ہے۔

۶ - نومبر ۱۹۵۵ء

مستر پرائس کا اعتقاد

آج حضرت اقدس نے مسٹر پرائس (PRICE) کے حالات سنائے۔ جو پشاور میں رہوے کے افسر تھے۔ فرمایا ایک زمانے میں ان کی بیوی

بیمار ہو گئی تھی اور اس کی حالت نازک ہو گئی تھی۔ یہ واقعہ ملتان میں ہوا۔ ان کے بنگلے اور ریلوے سٹیشن کے درمیان ایک مزار تھا۔ لیکن وہ کبھی اس مزار کی طرف توجہ نہیں کرتے تھے۔ ایک رات انہوں نے خواب میں دیکھا کہ ایک بزرگ ان کی بیوی کے کمرے سے نکل رہے ہیں اور ان کے پاس آکر ان کے منہ پر دو طمانچے مارے اور فرمایا کہ تو روز میری قبر کے پاس سے گزرتا ہے لیکن سلام نہیں کرتا۔ جب آنکھ کھلی تو منہ پر طمانچے کا احساس باقی تھا۔ پھر بیوی کی آواز آئی۔ گھبرا کر اس کے پاس گئے۔ اس نے بیان کیا کہ ایک بزرگ نے آکر کہا ہے کہ میری قبر کی طرف پیر کر کے سوتی ہے۔ اور یہ بے ادبی اللہ کو ناپسند ہے۔ اس وجہ سے تو بیمار ہے۔ میں نے خود کچھ نہیں کیا بلکہ میں چاہتا ہوں کہ تو اپنا رُخ بدل دے اور پھر میں دعا کروں گا۔ اور انشاء اللہ تعالیٰ تو اچھی ہو جائے گی۔ جب اس نے رُخ بدلا تو بیماری سے اس کو شفا ہو گئی۔ حضرت نے فرمایا کہ میں نے دیکھا کہ مشردی کاٹا (ایک دوسرے عیسائی جو ریلوے میں نوکر تھے) بزرگوں کا بہت احترام کرتے تھے۔ جب ان سے وجہ دریافت کی تو انہوں نے یہ واقعہ بیان کیا۔ وہ کہتے تھے کہ اس واقعہ کے بعد مشر سرائس نے مزار پر خوب پھول چڑھائے اور قولی کرائی اور آتے جاتے وقت ہمیشہ اوب کے ساتھ سلام کرتے۔ مشردی کاٹا کی دو لڑکیاں تھیں جو بہت نیک اور بھولی بھالی تھیں۔ ایک تو بالکل مدافنی تھی۔ جس کا نام پیرل (BERYL) تھا۔ اور وہ کسی سینما میں پیانو (PIANO) بجاتی تھیں۔ اور تین ماہ سے تین سو روپے ماہوار کماتی تھیں۔ دوسری ذرا حسین تھیں اور فلموں میں جانا چاہتی تھیں۔ جس سے باپ کو نگرہ پتی تھی۔ کیونکہ ان کی ماں مرچکی تھیں۔ حضرت اقدس نے ان سے کہا کہ ان کا اظہار کرتے تھے۔ تو آپ اسے اطمینان دلاتے تھے کہ وہ خراب نہیں ہو گی۔ اور تم ان سے دوسرے تیسرے روز باتیں کرو۔ بالکل خیال کرو تو کوئی خطرہ نہیں۔ ایک دفعہ وہ کسی فلم کے لئے لاہور گئی۔ تین ایک دو ماہ کے بعد بیمار ہو کر واپس آگئی اور پھر نہیں گئی۔ کیونکہ نسبت خراب تھی۔ اس نے کہا کہ فلم کا شوق ہے لیکن میں عصمت خراب کر کے یہ شوق پورا نہیں کرنا چاہتی۔ جس وقت آفریدی پشاور پر حملہ

کہ رہے تھے۔ تو انگریزوں اور انگریزوں (ANGLO-INDIANS) کو حکم ملا تھا کہ اپنی عورتوں کو قلعہ میں پہنچا دیں۔ لیکن انہوں نے اپنی لڑکیوں کو برقعہ پہنا کر ہمارے پاس بھیجے گا ارادہ کیا کہ یہ جگہ زیادہ محفوظ ہے۔

:(۷):

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ملفوظات

جمع کر رہے جناب کیٹین و اعدیش صاحب سیال بی۔ اے

۵۶۔ جون ۱۹۲۰ء

حضرت محبوب الہی رضا کو
ہندی زبان کیوں محبوب تھی

ایک روز حضرت اقدس نور اللہ مرقدہ نے ارشاد فرمایا کہ
کسی نے حضرت محبوب الہی حضرت نظام الدین اولیاء

رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ آپ کو ہندی زبان کیوں محبوب ہے۔ آپ نے فرمایا کہ میں
نے اَلْمَسْتُ بِرَبِّكُمْ کا جواب ہندی میں دیا تھا۔ اسی ضمن میں ہمارے حضرت رحم نے
فرمایا کہ جب حق تعالیٰ نے اَلْمَسْتُ بِرَبِّكُمْ کا خطاب فرمایا تو تمام رومیوں و مجددیوں آئیں
اور بے خود ہو کر اعتراض برپا کیا کہ ہم نے انہیں سب سے آگے بڑھائیں تو یہ کہہ کر
وہ انبیاء علیہم السلام کی ارواح مقدمہ تھیں۔ ان کے بعد دوسری صفوں میں اور ان کے
رومیں تھیں تیسری صف میں عام مسلمانوں کی رو میں تھیں اور چوتھی صف میں کفار کی
رو میں تھیں۔ جو مجددیوں آئیں تو یہی تھیں بجا سے جو سب سے آگے تھے ان کے بعد
کے بل گریں۔

ارشاد فرمایا کہ ایک روز جبکہ عالم ہمارے دلائل سے متعلق ارشاد فرمایا کہ

سماع

سید شاہ وارث الرحمن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی مندرجہ بالا حدیث سے
سکھنے آیا۔ حضرت نے فرمایا اگر سماع حرام ہوتا تو کیا ان تعالیٰ نے
تھا کہ حضرت داؤد علیہ السلام کو ایک حرام چیز کا پھینکنا تھا۔
سے کھلنا سماع نہیں تو اور کیا ہے؟ فرمایا کہ سماع حرام ہے۔ اس سے
اس کا وہ اثر ہوگا کہ تمام کائنات سے غم ہو کر آتا ہو جائے۔ اور اس کا
جان آزار ہوگا۔ تمام مخلوق ہل جائے۔ اور سب لوگ بے خود ہو جائیں۔

ہوئے اللہ کی درگاہ میں پہنچ جائیں گے۔ اس وقت ساری دنیا چستی ہوگی۔

ارشاد فرمایا کہ ایک روز ایک شخص ہمیں دہلی میں ملا اور دریافت
شان محبوبیت کا ثبوت کرنے لگا کہ یہ جو آپ لوگوں نے محبوب الہی اور محبوب سبحانی کے

خطاب دے رکھے ہیں۔ اس کی آپ کے پاس کوئی سند بھی ہے یا یوں ہی جو جی میں آیا کہہ ڈالا۔
 ہم نے کہا آپ کے والد صاحب کا کیا نام ہے۔ اس نے کہا فلاں۔ ہم نے کہا اچھا آپ کے پاس
 اس بات کا کیا ثبوت ہے کہ واقعی وہ آپ کے والد ہیں۔ انہوں نے کہا صاحب آپ مجھے گالیاں
 دیتے ہیں۔ ہم نے کہا نہیں۔ آپ چونکہ علمی اصطلاحات سے واقف نہیں ہیں اس لئے ہم آپ کو
 عام فہم زبان میں سمجھانے کی کوشش کرتے ہیں۔ اب یہ بتائیے کہ آپ کے پاس کیا سند ہے جس
 کی بنا پر آپ کو یقین ہو گیا ہے کہ وہ فی الحقیقت آپ کے والد ہیں۔ وہ سٹاٹمنٹ ہے۔ ہم نے
 کہا یہ آپ کی چشم دید بات تو ہے نہیں۔ آپ کے پاس صرف ایک شہادت ہے اور وہ کبھی ضعیف
 وہ شہادہ ہے آپ کی والدہ کی ہے۔ ضعیف اس لئے کہ ممکن ہے تمہاری زنا کی وجہ سے انہوں
 نے مجھوٹا کہہ دیا ہو۔ یہ سن کر وہ چسپا ہو گئے۔ ہم نے کہا کہ آپ کو تو صرف آپ کی ماں اور چند
 مسیو لی سٹم کے اٹھنا ہوں گے کہہ کر یقین ہو گیا ہے کہ وہ آپ کے والد ہیں۔ تو کیا ہم تمام اولیائے کرام
 جو اولیائے محبوبیت کی شان اپنی آنکھوں سے دیکھی ہے ان کے کہنے پر ان حضرات کو محبوب الہی
 اور محبوب سبحانی نہ سمجھیں؟

ایک دفعہ ارشاد فرمایا کہ ایک روز حضرت محبوب الہی رقم اپنے
 عربدین سے ساتھ تشریف لے جا رہے تھے۔ راستے میں
 لڑکے کھیل رہے تھے۔ جب حضرت نے ان کو دیکھا تو آپ
اولیاء اللہ کی کسی حرکت
پر اعتراض نہ کرے
 پر ایک حالت طاری ہوئی۔ اور وہیں کھیر گئے۔ آپ کے کھیر جانے پر نام مجھ وہیں رک گیا۔
 یہ دیکھ کر لڑکے منتشر ہونے کو تھے کہ حضرت امیر خسرو نے اپنی دستار مبارک اتار کر لڑکوں
 کے سامنے کھینک دی اور ہاتھوں اور پاؤں کے بل چلنے لگے۔ اور لڑکوں کے ساتھ کھیل
 میں مشغول ہو گئے۔ اس سے لڑکے رک گئے اور اسی طرح کھیلتے رہے۔ جب حضرت
 محبوب الہی رقم کی وہ کیفیت جانتی رہی تو حضرت امیر خسرو نے اپنی دستار اٹھالی اور اپنے

شیخ کے ساتھ چلے گئے۔ یہ حکایت بیان فرما کر حضرت اقدسؒ نے فرمایا کہ گڑھی پھینک دینا اور بچوں کے ساتھ کھیلنا ایک ولی اللہ کی شان کے شایان نہ تھا۔ لیکن جب انہوں نے دیکھا کہ لڑکوں کے منتشر ہونے سے شیخ کے حال میں فرق آجائے گا۔ جس سے ان کو بھی تکلیف ہوگی۔ اور مریدین پر اس کا اثر پڑے گا تو آپ نے یہ ناسزا حرکت کی جس سے لڑکے کھیل میں مشغول رہے اور حضرت شیخ کے حال میں فرق نہ آیا۔

اس کے بعد فرمایا کہ اولیاء کرام کی ناسزا حرکات کو دیکھ کر اعتراض نہیں کرنا چاہئے ان میں کوئی نہ کوئی حکمت ضرور ہوتی ہے۔ بعض اوقات ان حضرات کو بہت ذلیل کام کرنا پڑتے ہیں۔ مثلاً جب ان کو کشف سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک شخص طوائف کے پاس مست بیٹھا ہے۔ تو وہ خیال کرتے ہیں کہ اگر اس کا ٹاٹا بدل دیا جائے گا اس کا کام بن جائے گا چنانچہ وہ وہاں جاتے ہیں اور اپنا کام کر کے واپس آجاتے ہیں۔ اب ان کا طوائف کے پاس جانا ایک فعل مستحسن ہے۔ پھر فرمایا کہ اولیاء کرام کے ظاہری افعال پر اعتراض نہیں کرنا چاہئے فرمایا۔ حضرت قطب صاحبؒ کے وصال کے بعد جب حضرت بابا فرید الدین گنج شکرؒ مسند خلافت پر متمکن ہوئے تو سلطان غیاث الدین بلبن نے آپ کو دعوت دی۔ جب آپ محل کے اندر داخل ہوئے تو ایک طرف نظر اٹھا کر دیکھا اور بادشاہ کی لڑکی نظر آئی۔ اسے دیکھ کر آپ نے نگاہ نیچی کر لی۔ اس کے بعد دوبارہ لڑکی کی طرف دیکھا اور پھر نظر نیچی کر لی۔ وہاں سے فارغ ہونے کے بعد آپ اپنے مکان پر واپس چلے گئے۔ اب بادشاہ کو خیال ہوا کہ حضرت نے دو دفعہ میری لڑکی کی طرف دیکھا ممکن ہے پسند آگئی ہو۔ وزیر کے ذریعہ پیغام بھیجا کہ اگر میری لڑکی آپ کو محبوب ہو تو میں اسے آپ کی خدمت میں نکاح کے لئے پیش کرتا ہوں۔ حضرت نے بادشاہ نے درخواست کو منظور کر لیا۔ اور شادی ہو گئی۔ وزیر کے پاس یہ خبر پہنچنے پر بادشاہ نے کہا کہ اس کی شادی میری لڑکی سے ہوگی۔ اور یہ کیسے بزرگ ہیں غیر محرم عورت کو دو دفعہ خلافت شرع دیکھا۔ اس پر بادشاہ نے دعوت نکاح دی تو فوراً قبول کر لی۔ حضرت بابا صاحبؒ نے اس سے کہا کہ اسے وزیر حسب میں بادشاہ کے محل میں داخل ہوا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا فرید اُدھر دیکھ۔ میں نے دیکھا ایک حسین لڑکی کھڑی تھی۔ دیکھ کر میں نے نگاہ نیچی کر لی اللہ تعالیٰ نے بیادت فرمایا کیسی ہے؟ میں نے عرض

کیا یا اللہ تیری مخلوق ہے۔ نہایت خوبصورت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کیا اس کے ساتھ شادی کر دے۔ میں نے عرض کیا یا باری تعالیٰ ایک بار دیکھا ہے اگر اجازت ہو تو ایک دفعہ اور دیکھ لوں۔ فرمایا دیکھ لو۔ میں نے دوبارہ دیکھ کر عرض کیا کہ مجھے پسند ہے۔ یہ سن کر وزیر کے دل سے شبہ دور ہوا اور سارا ماجرا بادشاہ کو سنایا۔ بادشاہ سن کر بہت خوش ہوا اور شکر بجا لایا کہ میری لڑکی حق تعالیٰ نے حضرت بابا صاحب کے لئے پسند فرمائی۔ شادی ہو جانے بعد حضرت بابا صاحب اپنی بیوی کو گھر لے گئے اور تین چار روز تک ان کے پاس نہ گئے اس پر انہوں نے عرض کیا کہ مجھ سے کیا خطا ہوئی ہے کہ آپ میرے پاس نہیں آتے۔ آپ نے فرمایا کہ تمہارے مال و دولت سے مجھے وحشت ہوتی ہے۔ یہ سن کر انہوں نے اپنا تمام مال جو بادشاہ نے انہیں جہیز میں دیا تھا خیرات کر دیا جب بادشاہ کو معلوم ہوا تو اس نے اسی قدر اور سامان بھیج دیا۔ اس سے تنگ آکر آپ دہلی چھوڑ کر پہلے ہانسی چلے گئے۔ پھر کچھ دنوں کے بعد پاک پٹن شریف تشریف لے گئے۔

ایک دن فرمایا کہ دنیا میں ہر شخص عاشق ہے۔ ایک شخص جو کیدار ہے **معبود عشق** تمام رات مجاہدہ کرتا ہے۔ جاگتا رہتا ہے۔ گھر بار، بال بچوں کو اکیلا چھوڑتا ہے۔ سردی گرمی برداشت کرتا ہے۔ یہ سب تکلیفیں اس لئے برداشت کرتا ہے کہ اُسے اُس کا محبوب مل جائے۔ اُس کا محبوب کیا ہے؟ دس روپے ماہوار۔ دوسرا شخص جج ہے۔ اپنا تمام وقت مقدمات میں صرف کرتا ہے۔ دن رات قانونی بحث میں مصروف رہتا ہے۔ یہ سب باتیں اس لئے برداشت کرتا ہے کہ اُسے پانچ سو روپے ماہوار ملتے رہیں۔ اسی طرح ہر شخص کا کوئی نہ کوئی محبوب ہے جس کی چاہ میں اپنا سارا وقت صرف کرتا ہے۔ اور قسم قسم کے مصائب برداشت کرتا ہے۔ اب عاشق کی بزرگی اور عظمت کا اندازہ اُس کے محبوب سے لگایا جاسکتا ہے۔ محبوب جس قدر اعلیٰ و ارفع ہوگا اس کا عاشق بھی اسی قدر اعلیٰ و ارفع ہوگا۔ جو شخص اللہ کا عاشق ہے۔ وہ ان سب عشاق سے بہتر اور برتر ہے۔ کیونکہ اس کے محبوب کا مرتبہ سب سے بلند ہے۔ نہ اس کی کوئی مثل ہے نہ مثال۔

شیطان کا وجود | ایک دن احقر نے عرض کیا کہ شیطان نفس کا دوسرا نام ہے یا

اس کا وجود خارجی دنیا میں بھی ہے۔ فرمایا انسان کائنات اصغر ہے۔ جو چیز کائنات میں موجود ہے وہ انسان میں بھی موجود ہے۔ اس لئے شیطان کا وجود انسان کے اندر بھی ہے اور انسان سے باہر کائنات میں بھی ہے۔

رحمتِ ایزدی کی نشان | ایک روز فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، جو شخص مجھے ایک دفعہ یاد کرتا ہے میں اسے دس دفعہ یاد کرتا ہوں۔ جو شخص میری طرف ایک باشت چل کر آتا ہے میں اس کی طرف ایک ہاتھ چل کر آتا ہوں، جو شخص میری طرف چل کر آتا ہے میں اس کی طرف دوڑ کر آتا ہوں۔ اس کے بعد فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ اس قدر رحیم اور مہربان ہے تو کیا اس سے غافل رہنے والے کا منہ پتھر مار مار کر کچل نہ دیا جائے۔

دعا کے کفر | ایک دن حضرت اقدس درگاہ اجمیر شریف میں موجود تھے۔ ایک سست پٹھان سامنے آکر دست بوس ہوا۔ اس کی آنکھوں میں درد بھرا ہوا تھا اور بہت بے چین معلوم ہوتا تھا۔ عرض کیا یا حضرت میرے واسطے دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ مجھے مسلمان کرے۔ حضور نے سگراتے ہوئے فرمایا خدا تمہارے کفر کو زیادہ کرے۔ اور پھر امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ کا یہ شعر پڑھا ہے

دلِ در عاشقی آوارہ شد آوارہ تر با دوا

تم از بے دلی بے چارہ شد بے چارہ تر با دوا

ماہ اگست ۱۹۴۲ء اجمیر شریف

نماز جمعہ خواجہ غریب نوازؒ کی امامت میں | ایک دن غرس شریف کے موقع پر جمعہ کے

روز اس قدر ہجوم تھا کہ صفیں حضرت اقدسؒ کے مکان تک پہنچ گئیں اور تم سب نے مکان ہی میں نماز باجماعت ادا کی۔ حضرت اقدسؒ نے فرمایا۔ آج نماز جمعہ ادا ہو رہی ہے۔ یہ بھی فرمایا کہ آج امامت خواجہ غریب نوازؒ نے فرمائی ہے۔

قوتِ ایمان | ایک دن اجمیر شریف جاتے ہوئے احقر نے نماز جمعہ جامع مسجد دہلی میں ادا کی۔ بعد از اغت نماز مولوی محمد سعید اسپر مولوی احمد سعید کانگریسی نے تقریر کی اور شروع تقریر میں کہا، میں سوچ رہا ہوں کہ پہلے کس کا ذکر کروں۔ کانگریس کے

متعلق کچھ کہوں، انگریزوں کے متعلق کہوں یا محمد علی جناح کے متعلق کچھ کہوں! جمہیر شریف پہنچ کر یہ واقعہ احقر نے حضرت اقدسؒ کی خدمت میں عرض کیا۔ آپ نے فرمایا کہ سخت تم پہلے اپنے متعلق کہو۔ جب تک اپنے آپ کو نہ سدھارو گے، ناممکن ہے کہ دوسروں کی اصلاح کر سکو۔ جب تمہاری اصلاح ہو جائے گی تو دوسروں کی اصلاح خود بخود ہو جائے گی پھر فرمایا، خلفائے راشدین کے وقت حاکم ایران نے دربار خلافت میں اطلاع بھیجی کہ اہل فارس باغی ہو گئے ہیں بندوبست کیا جائے۔ خلیفہ وقت کے حکم سے حضرت سلمان فارسی رضہ بغاوت کو رفع کرنے کے لئے روانہ ہوئے۔ آپ کی عمر اسی نوے برس کی تھی۔ تن تنہا۔ پانی کا کوزہ اور کچھ کھجوریں لے کر ایران روانہ ہوئے۔ وہاں پہنچ کر اسلامی فوج کا معائنہ کیا۔ اور صرف بچپس یا انتہیں جوان انتخاب کر کے باغیوں کی فوج کی طرف روانہ ہوئے۔

آپ نے وہ آدمی تھوڑے تھوڑے کر کے اس طرح جھاڑیوں میں چھپا دیئے کہ ان کی دفاع کی لائن کافی لمبی ہو گئی۔ جب دشمن کا

قذیل کا واقعہ

لشکر سامنے آیا تو انہوں نے تیر اندازی شروع کر دی۔ ایرانی لشکر نے دیکھا کہ ووردور سے تیر آرہے ہیں۔ شاید بہت بڑی فوج چھپی ہوئی ہے۔ اس سے انہیں کافی گھبراہٹ ہوئی۔ حالات کا جائزہ لینے کے لئے ان کا سرواگھوڑے پر سوار ہو کر آگے آیا۔ جب حضرت سلمان فارسی رضہ کے قریب پہنچا تو انہوں نے گھوڑے کو ٹانگوں سے پکڑ کر اوپر اٹھایا اور زمین پر اٹھا دے مارا۔ یہ دیکھ کر ایرانی لشکر فرار ہو گیا۔ اس پر حضرت اقدس رضہ نے فرمایا کہ قوت ایمان کا مقابلہ دنیا کی کوئی طاقت نہیں کر سکتی۔ اس ضمن میں فرمایا کہ ایک عرب تاجر کسی جزیرہ میں گیا۔ وہاں کی رسم تھی کہ ہر جمعہ کی رات کو ایک خوبصورت نوجوان لڑکی کو وہن کے صے کپڑے پہنا کر ایک سنسان مکان میں، کسی بھوت کی نذر چڑھاتے تھے صبح کو جب لوگ وہاں جاتے تو اس مکان میں کچھ بھی نہ ہوتا۔ وہ عرب ایک بڑھیا عورت کے مکان پر پھٹیرے ہوئے تھے۔ ایک رات اسی بڑھیا کی لڑکی کی باری آگئی۔ بچاری بہت غمزوہ تھی۔ لیکن کیا کرتی۔ دستور کے مطابق اپنی لڑکی کو نہلا دھلا کر تیار کیا۔ عرب صاحب

نے بڑھیا سے جب دریافت کیا تو اس نے سارا ماجرا سنایا۔ انہوں نے کہا آج رات یہ کپڑے مجھے پہنا دو اور مجھے بھوت کی نذر کرو۔ بڑھیا نے خوشی خوشی اسے اپنی بیٹی کے کپڑے پہنائے اور شہر کے لوگوں کو بلایا۔ تمام لوگ دلہن کو باجے بجاتے ہوئے لے گئے۔ اور اس مکان میں چھوڑ کر واپس آ گئے۔ جب صبح ہوئی تو سب لوگ مکان کے گرد جمع ہو گئے۔ تاکہ دیکھیں کہ کیا ہوا۔ جب دروازہ کھولا۔ تو کیا دیکھتے ہیں کہ عرب صاحب مصلے پر بیٹھے ہوئے وعلیفہ پڑھ رہے ہیں۔ اور ان کے سامنے راکھ کا ڈھیر لگا ہوا ہے۔ جب اس شہر کے بادشاہ نے دریافت کیا۔ تو انہوں نے بتایا کہ میرے پاس ایک ہتھیار ہے جس سے میں نے اس بھوت کو ختم کر دیا ہے۔ اور وہ ہتھیار "لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللَّهِ هِيَ" اس کے بعد حضرت اقدسؑ نے فرمایا کہ جس شخص کے دل میں توحید ہے دنیا کی کوئی طاقت اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ ایک دن حضرت اقدسؑ نے فرمایا کہ جس وقت حضرت حاجی جہاز کے کپتان کا مسلمان ہونا | امداد اللہ صاحبؒ ہاجر مکی نے جہاز مقدس کی طرف ہجرت کی آپ کے پاس روپیہ پیسہ نہیں تھا۔ آپ سے متعلقین جا کر جہاز میں بیٹھ گئے۔ لوگوں نے ٹکٹ مانگا تو فرمایا کہ ہمارے پاس ٹکٹ نہیں ہے۔ انہوں نے جہاز کے کپتان کو رپورٹ کی اس نے آکر حضرت سے ٹکٹ طلب کیا۔ آپ نے جیب سے اسٹنچے کے ڈبیلے نکال کر اس کی جیب میں ڈال دیئے۔ اس سے وہ اور بھی غصہ ہوا۔ اور کہنے لگا آج سے میری بے عزتی کی ہے۔ آپ نے فرمایا نکال کر دیکھو تو وہی۔ دیکھا تو سو دیکھے کڑے تھے۔ اس انگریز نے پہلے بھی مسلمانوں کی کرامات کے متعلق پڑھا تھا۔ اب اپنی آنکھوں سے دیکھ کر اسے بالکل یقین ہو گیا۔ حضرت کو اپنے کیمین میں لے گیا اور وہیں ٹھہرایا۔ متوسلین کو بھی بھیجا۔ وہی اور پوری جماعت کو نہایت آرام کے ساتھ لے گیا۔ جہاز پہنچنے پر ڈبیلے اور اسٹنچے کے ڈبیلے داخل سلسلہ ہوا۔ جب حضرت حاجی صاحبؒ کا معظّمہ لے کر وہاں پہنچے۔ پھر وہاں سے سانس لے کر چلا گیا اور آپ کی خدمت میں رہنے لگا۔ کچھ عرصہ کے بعد اس کے ایک شک خریدی اور پانی بھر کر گزارا کرتا تھا۔ جب دو آنے جمع ہو جاتے تو شک خرید کر انہیں صرف ہوتا۔ حضرت مولانا شاہ وارث حسنؒ نے ہی اسے شک اٹھاتے ہوئے دیکھا اور فرمایا

عرس کے دھکوں میں برکت

ایک دن عبد السلام صاحب نے حضرت سے کہا کہ آج درگاہ شریف میں بہت دھکے لگے ہیں۔ پہلے تو میں صبح

کرتا رہا۔ لیکن بعد میں ایک دھکا میں نے بھی مارا۔ یہ سن کر حضور نے فرمایا۔ خبردار ایسا نہیں کرنا چاہئے۔ یہاں کے دھکوں میں بڑی برکت ہوتی ہے۔ فرمایا۔ ہمارے مولانا صاحب جب درگاہ شریف میں جاتے بہت سے روپے اپنے رومال میں باندھ کر لے جاتے جو کھنکھ دھکا دیتا۔ روپوں کی مٹھی کھیر کر اسے دیدیتے۔ فرمایا دھکا کسی کو نہ دینا چاہئے کیونکہ سب لوگ امیر ہوں یا غریب خواجہ غریب نواز رح کے مہمان ہوتے ہیں۔

خواجہ غریب نواز کی عطا کارال طریقہ

ایک روز ارشاد فرمایا کہ حضرت خواجہ غریب نواز کے دینے کا طریقہ باقی حضرات سے علیحدہ۔

اکثر مزارات پر صاحب مزار، زائرین کو چھوٹی چھوٹی جماعتوں میں تقسیم کر کے فیضدار دیتے ہیں۔ لیکن خواجہ غریب نواز ہر شخص کو اس کی حیثیت کے مطابق فرداً فرداً دیتے ہیں۔ ایک دن فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا اصل نام "ہا" جو آ۔ اور ق لگانے سے ہا۔ ہی۔ ہو۔ پڑھا جاتا ہے

نیز فرمایا کہ اسم اللہ میں الف احدیت کا ہے۔ اور دو لاموں سے ایک جمال کو ظاہر کرتا۔ دوسرا جلال کو۔ اس طرح اسم ذات یعنی "ہا" کے ساتھ تین صفات یعنی احدیت، جمال اور جلال مل کر اللہ ہوا۔ فرمایا۔ حضرت داؤد علیہ السلام کے نغمے ہی ہا ہو ہوتے تھے جو ذکر اسم ذات ہے۔ جب حضرت داؤد علیہ السلام یہ نغمے لاپتے تھے تو انسان۔ وحوش اور جنگلی جانور سب ان کے گرد جمع ہو جاتے تھے۔ اور محویت کا یہ عالم ہوتا تھا۔ کہ کوئی کسی۔ نہ ڈرتا تھا۔ اور مجمع میں سے کئی جنازے نکلتے تھے۔

ایک روز مسئلہ توحید اور تعلق ما بین خالق و مخلوق پر ذیل کی مثال دیکر بیان فرمایا۔ اپنے دل کے اندر ایک خیالی دنیا پیدا کرو۔ اس دنیا کے اندر آدمی ہوں گے جا رہوں گے۔ مکان ہوں گے۔ مختلف صورتیں، مختلف کام کرتی نظر آئیں گی۔ وہ دنیا تمہارے ساتھ قائم ہے۔ جب تک تمہارا خیال ہے۔ دنیا بھی ہے۔ جب خیال بدلا تو آناً فاناً تمہاری دنیا

ست نابود ہو جائے گی۔ وہ دنیا تم سے جدا نہیں ہے۔ بلکہ تمہاری ذات میں شامل ہے۔
 میں یہ نہیں کہا جاسکتا کہ خالق و مخلوق یعنی تم اور تمہاری دنیا میں کیا نسبت ہے۔ تم اور
 تمہاری دنیا کی شکل و صورت، قد و قامت "حجم اور جسامت" میں کوئی تناسب قائم نہیں
 ہو سکتا۔ اگر خیالی دنیا کے انسان اپنے خالق کی ذات کے متعلق غور کریں اور اس کی شکل و
 صورت اور قد و قامت کا اندازہ لگانے کی کوشش کریں تو ناممکن ہے کہ صحیح اندازہ قائم کر سکیں
 ای طرح تمام کائنات خالق حقیقی سے قائم ہے۔ اور اسی سے ہے۔ اس سے ہرگز جدا
 میں ہے۔ انسان کی کیا مجال کہ خالق کا تصور کر سکے جس طرح تم نے توجہ مہنائی تو تمہاری دنیا
 عدم ہو گئی۔ اسی طرح اگر اللہ تعالیٰ، کائنات سے توجہ مہمائے تو کائنات نیست و نابود
 ہو جائے گی۔ فرمایا انسان کیلئے حق تعالیٰ کا تصور ناممکن ہے۔ اگر کوئی شکل و صورت سامنے
 لے اس کو مٹا دینا چاہئے۔ وہ بے چون ہے۔ بے مثل و ہمیشہ ہے۔ شکل و صورت، رنگ و بو
 سے منزہ اور پاک ہے۔ اس پر احقر نے عرض کیا کہ اگر خدا تعالیٰ کی کوئی صورت نہیں ہے تو
 عَلَّقَ آدَمَ عَلَى صُورَتِهِ کا کیا مطلب ہے فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم جامع الکلم ہیں۔ آپ کا
 ظلام جامع ہوتا ہے۔ اس سے کئی معنی نکل سکتے ہیں۔ اس حدیث کے ایک معنی یہ ہیں کہ انسان
 کے وہ صفات موجود ہیں جو اللہ تعالیٰ میں ہیں۔ دوسرے یہ کہ لفظ صورتہ میں مثال تخلیق
 کی تشبیہ دی گئی ہے۔ جب ایک شخص مکان بنوانا چاہتا ہے۔ تو پہلے اپنے دل میں اس کا
 نقشہ تیار کرتا ہے تخلیق سے قبل اللہ تعالیٰ نے بھی نقشہ تیار کیا۔ وہ حقیقت محمدی ہے۔
 اس کے بعد کاغذ پر خاکہ تیار کیا جاتا ہے۔ وہ لوح محفوظ ہے۔ اسکے بعد فرمایا کہ مثال دینا
 بہت مشکل ہے۔ بے مثل کی مثال کس طرح دی جاسکتی ہے۔ انسان اپنی عقل کے مطابق
 مثال تلاش کرتا ہے اس میں کوئی نہ کوئی خامی ضرور ہوتی ہے۔ اس کی ایک اور مثال یہ ہے
 کائنات کی ایک چیز دوسری چیز سے بالکل مختلف ہے۔ کائنات کا ہر ذرہ اپنی ذات میں
 یکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہر مثال نامکمل رہ جاتی ہے۔

ذکر اللہ کس طرح ہر وقت قائم رہ سکتا ہے | ایک دفعہ فرمایا کہ سالک کو چاہئے کہ
 ہر وقت دل سے اللہ تعالیٰ کی جانب

متوجہ رہے۔ بے شک دنیا کے کام کرتا رہے۔ لیکن ذکر اللہ سے کبھی غافل نہ رہے۔ جب ایک شخص کے دانت میں درد ہوتا ہے تو اگرچہ وہ بظاہر اپنے کاروبار میں مصروف رہتا ہے لیکن درد کا احساس کبھی نہیں جاتا۔ یا مثلاً جب ایک آدمی کا کوئی قریبی رشتہ دار فوت ہو جاتا ہے تو اسے کاروبار کے ساتھ ساتھ اپنے عزیز کا غم بھی لگتا رہتا ہے۔ اسی طرح سالک کو چاہئے خواہ کیسی ہی مصروفیت ہو ذکر اللہ سے غافل نہ رہے۔ "دست بیکار دل بیار" مشہور ہے۔

منظر کا کمال، منظر کی بد صورتی میں ہے | ایک روز ارشاد فرمایا کہ منظر کا کمال منظر کی بد صورتی میں ہے۔ حق تعالیٰ چونکہ جمیل ہے

خوبصورت منظر میں اس کا ظہور آسان ہے لیکن کمال یہ ہے کہ جمیل کا ظہور بد صورت اختیار کرے اور منظر میں ہو۔

ایک دن ارشاد فرمایا کہ انبیاء علیہم السلام معصوم ہوتے ہیں اور اولیاء کرام محفوظ۔ احقر نے عرض کیا کہ کھپے حضور سرور کائنات سلم کیوں دن میں اتنی بار استغفار کیا کرتے تھے

ارشاد فرمایا کہ نبی اور ولی کا کام بہت مشکل ہوتا ہے۔ مریدین کے قلوب کی اصلاح کے لئے انہیں اپنے بلند مقامات چھوڑ کر نیچے آنا پڑتا ہے۔ اگر ایسا نہ کریں تو مریدین ان کی بات نہ سمجھ سکیں۔ اس لئے جب رسول خدا صلعم، صحابہ کرام، کی ہدایت کے لئے اپنا اعلیٰ مقام چھوڑ کر نیچے آئے تو تنزل کی حالت میں استغفار پڑھتے۔

استغفار کی دوسری وجہ جو شاید اسی تقریب یا کسی دوسری تقریب میں حضرت اقدس نے بیان فرمائی یہ ہے۔ ارشاد فرمایا چونکہ ذات کی کوئی انتہا نہیں ہے۔ اس لئے سالک جس قدر بلند سے بلند مقام پر پہنچتا ہے۔ اس سے اوپر بلند تر مقامات ہوتے ہیں۔ اس عروج پر واز میں جب سالک بلند مقام پر پہنچ کر اپنی سابقہ حالت یعنی پست مقام کا خیال کرتا ہے تو اسے افسوس ہوتا ہے کہ پہلے میری یہ حالت تھی اس لئے لازماً اس کے منہ سے کلمات استغفار نکلنے لگتے ہیں۔

تجلیات میں تکرار نہیں | ایک دفعہ ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے حسن و جمال کا

عالم ہے۔ کہ تجلی اپنے بندے پر ایک دفعہ فرماتا ہے۔ دوسری دفعہ وہی تجلی پھر نہیں فرماتا بلکہ ہر آن اور ہر لحظہ نئی تجلیات کا ظہور ہوتا ہے۔

گھڑیوں بڑھتا ہے سینوں کا جمال اور سے اور ہوئے جاتے ہیں

یکم ماہ رمضان المبارک ۱۳۶۰ھ اجمیر شریف
شب اول رمضان المبارک ۱۳۶۰ھ ہجری

قرآن شریف باواز بلند پڑھنے میں احتیاط

پونے دس بجے تراویح شروع کی۔ نماز کا انتظام حضرت کے مکان پر تھا۔ ہر چار رکعت کے بعد حلقہ ذکر ہوا۔ آخر میں ایک صاحب جو کسی اور مسجد میں نماز ادا کر کے حاضر ہوا کرتے تھے الگ بیٹھے ہوئے کچھ پڑھ رہے تھے۔ بعد اتمام نماز حضرت نے دریافت فرمایا کہ ارے بھائی تم کیا پڑھ رہے تھے۔ انہوں نے جواب دیا سورہ یسین پڑھ رہا تھا۔ اس پر آپ غصہ ہوئے اور فرمانے لگے کہ نص قرآن ہے کہ جب قرآن شریف پڑھا جائے تو حاضرین کو چاہئے کہ سنیں لیکن آجکل یہ حالت ہے کہ لوگ بیٹھے باتیں کر رہے ہوتے ہیں۔ اور کوئی بیچ میں قرآن پڑھنے لگ جاتا ہے۔ لوگ قرآن کی طرف متوجہ نہیں ہوتے۔ اس سے سب گنہگار ہو جاتے ہیں۔ پڑھنے والا بھی اور سننے والا بھی۔ پڑھنے والا زیادہ گنہگار ہوتا ہے۔ کیونکہ اس نے دوسروں کو بھی گنہگار کیا۔ اس کا گناہ تمام سامعین کے گناہ کے برابر ہوتا ہے۔ اس کے بعد فرمایا کہ لوگ مزارات کی حاضری کے دوران میں بھی یہی حرکات کرتے ہیں حالانکہ صاحب مزار کے ساتھ بھی وہی آداب ملحوظ رکھنے چاہئیں جو دنیاوی زندگی میں ان کے ساتھ ملحوظ رکھے جاتے ہیں کیونکہ وہ زندہ ہیں۔ اس سے اور لوگوں کا بھی ہرج ہوتا ہے۔ اب وہ صاحب مزار کی طرف متوجہ ہوں یا قرآن پڑھنے والوں کی طرف۔ اگر قرآن پڑھنا ہے تو گھروں میں یا مسجدوں میں جا کر پڑھیں۔ تم اتنے خوش الحان تو ہونے لگے کہ صاحب مزار ہوشیار ہو کر ان کو چھوڑ کر تمہاری قرأت کی طرف متوجہ ہوں۔ تم سمجھتے ہو کہ وہ تمہارے پاس پرستے ہوئے خوش ہوتے ہیں۔ وہ خوش نہیں ہوتے ان کی طبیعت منتفض ہوتی ہے۔ تم اندھے ہو دیکھ نہیں سکتے اگر ان کے جناہ و جلال کو یہ لوگ دیکھ لیں تو یہ جو آستانہ پکڑ کر چلاتے ہیں اور گالیاں دیتے ہیں کبھی نہ کریں۔ اور پھر کہتے ہیں کہ ہماری دعا قبول نہیں ہوتی۔ دعا خاک

قبول ہو تم کو مانگنے کا طریقہ ہی نہیں آتا۔ بجائے خوش کرنے کے ان کو ناراض کر دیتے ہو جس وقت نمازِ عشرہ پہنچ رہی تھی ایک فقیر نیچے بازار میں بیٹھا زور زور سے بھیک مانگ رہا رہا تھا وہ جانتا تھا کہ اوپر لوگ نماز پڑھ رہے ہیں اور ذکر کر رہے ہیں ضرور ان کو تنگ کرنا چاہئے تاکہ کچھ دے دیں۔ اس فقیر کی طرف اشارہ کیے فرمایا کہ اس فقیر کو اب کون دیگا سخت تنگ کر رہا ہے۔ اگر کوئی دے گا بھی تو اس لئے کہ جائے بلا دور ہو۔ ایک شخص نے کہا کہ فقیر کی وجہ سے نماز میں بہت ہرج واقع ہوا ہے۔ آپ نے فرمایا تم اپنی نماز درست کرو تمہیں اوروں سے کیا کام۔ ویسے تو پرندے بولتے رہتے ہیں۔ اور کتے بھونکتے رہتے ہیں اب کیا ڈنڈا لے کر سب کے پیچھے دوڑتے پھرو گے۔ بس تم اپنی نماز کو سنبھالو۔ حضرت علیؓ کے پاؤں سے نماز ہی میں تیز نکالا گیا تھا۔ لیکن آپ کو ذرہ بھرا حساس نہ ہوا۔ حالانکہ یہ تیر نکالنے کے لئے نماز سے قبل لوگوں نے بے حد کوشش کی لیکن شدت درد کی وجہ سے تیر نہ نکل سکا۔ اس کے بعد اسی آدمی نے پانی پیا۔ حضور نے فرمایا کہ ذکر کے فوراً بعد پانی مت پیا کرو۔ کچھ دیر ٹھیکر پانی پینا چاہئے۔ جس طرح ورزش کے بعد پانی پینا نقصان دہ ثابت ہوتا ہے۔ اسی طرح ذکر اللہ کے بعد بھی نقصان دیتا ہے۔ کم از کم دس منٹ ٹھیکر جایا کرو۔ اسکے بعد آپ اپنے کمرہ میں تشریف لے گئے اور سب لوگ اپنی اپنی جگہ چلے گئے۔

۲۔ رمضان المبارک ۱۳۶۰ھ

قرآن پڑھنے کا طریقہ

آج رات تراویح اور حلقہ ہائے ذکر کے بعد حاضرین مجلس میں سے ایک صاحب نے عرض کیا کہ حافظ صاحب قرأت بہت جلدی جلدی پڑھتے ہیں۔ جس سے قلب میں جماؤ نہیں ہوتا حضور نے فرمایا کہ اس کا علاج وہی ہے کہ پہلے اس خیال سے پڑھو کہ ہم پڑھ رہے ہیں اور اللہ سن رہا ہے۔ دوسرا درجہ یہ ہے کہ اللہ پڑھ رہا ہے اور ہم سن رہے ہیں۔ تیسرا درجہ یہ ہے کہ وہی پڑھ رہا ہے اور وہی سن رہا ہے۔ اس کے بعد فرمایا کہ جب ہم حیدرآباد دکن میں تھے تو وہاں ایک نابینا حافظ صاحب سے قرآن شریف سنا کرتے تھے۔ وہ ایک صاحب ذوق آدمی ہیں اور عالم بھی ہیں۔ دورانِ قرأت میں ان کو نیند آجاتی تھی لیکن قرآن شریف بالکل درست پڑھتے جاتے تھے۔ اس پر طرہ یہ کہ اسی نیند

ان کو بزرگانِ دین کی زیارت بھی ہو جاتی تھی۔ ایک مرتبہ قرآن پڑھتے پڑھتے انہیں نیند آگئی اور خواب میں کسی عالم سے ایک اختلافی مسئلہ کے متعلق دریافت کیا۔ اس عالم نے کہا حضور سرورِ کائنات صلعم خود اس جگہ موجود ہیں۔ ان سے کیوں نہیں دریافت کر لیتے۔ انہوں نے کہا کہاں ہیں۔ جواب دیا۔ وہ ہیں۔ اس کے بعد انہیں رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت بھی ہو گئی مسئلہ بھی دریافت کر لیا۔ اس کے بعد فرمایا کہ وہ حافظ صاحب نہایت ذوق و شوق سے پڑھتے تھے اور شہرستانِ مساجد میں تراویح پڑھتے تھے وہ کہتے تھے کہ یہاں کی حاضر کی وجہ سے نہیں نکان بالکل نہیں ہوتی یہی سلسلہ میں حضرت اقدس فرمایا کہ نماز خوب ذوق و شوق سے پڑھنی چاہئے۔ پہلے دوسرے اور تیسرے آسمانوں کی سیر میں نہ الجھنا چاہئے۔ سیدھا اوپر جانا چاہئے ہاں واپسی پر سیر کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ جیسے ایک لڑکا جو اسکول میں جاتا ہے اگر اسکول جاتا وقت راستہ میں کھیلتا کودتا جائے اور ادھر ادھر کی چیزوں میں مشغول ہوتا رہے تو کچھ بھی حاصل نہیں کر سکے گا۔ لیکن اگر تعلیم کے بعد کھیل کود میں مشغول ہو تو کوئی ہرج نہیں۔ انشاء اللہ کو چاہئے کہ خالص ذات کا طالب ہو۔

انتہا پر نظر

فرمایا امام محمد غزالیؒ عالم تھے اور ان کے چھوٹے بھائی امام احمد غزالیؒ صوفی تھے امام محمد غزالیؒ بعد میں صوفی ہو گئے۔ امام احمد غزالیؒ شروع میں اپنے آپ سے بھائی کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے تھے۔ جس سے لوگ چہ میگوئیاں کرتے تھے۔ امام محمد غزالیؒ نے کہا کہ یہ بات ناگوار گزرتی تھی۔ ایک دفعہ انہوں نے اپنی والدہ سے شکایت کی کہ احمد میرے پیچھے نماز نہیں پڑھتے۔ والدہ صاحبہ نے اپنے چھوٹے بیٹے کو بلا کر تنبیہ کی اور کہا کہ اللہ تعالیٰ کے پیچھے نماز پڑھا کر اور تعمیل حکم میں بھائی کے پیچھے نماز کی نیت بنا بھی لگاؤ۔ امام محمد غزالیؒ نے نیت توڑ کر چلے گئے۔ اس سے امام غزالیؒ اور بھی غصہ ہوا اور ان کی خدمت میں جا کر شکایت کی۔ دریافت کرنے پر امام احمد غزالیؒ نے کہا کہ تم نے اپنے بھائی کے پیچھے نماز پڑھا کر اور تعمیل حکم میں بھائی کے پیچھے نماز کی نیت بنا بھی لگاؤ۔ امام محمد غزالیؒ نے نیت توڑ کر چلے گئے۔ اس سے امام غزالیؒ اور بھی غصہ ہوا اور ان کی خدمت میں جا کر شکایت کی۔ دریافت کرنے پر امام احمد غزالیؒ نے کہا کہ تم نے اپنے بھائی کے پیچھے نماز پڑھا کر اور تعمیل حکم میں بھائی کے پیچھے نماز کی نیت بنا بھی لگاؤ۔ امام محمد غزالیؒ نے نیت توڑ کر چلے گئے۔ اس سے امام غزالیؒ اور بھی غصہ ہوا اور ان کی خدمت میں جا کر شکایت کی۔

اس کے بعد حضرت اقدس نے فرمایا کہ حضرت ابو بکر شبلی رحمہ اللہ حضرت جنید بغدادیؒ کے مرید تھے۔ ایک دن شیخ اور مرید باہر سیر کو جا رہے تھے دیکھا کہ چند ابدال اڑتے ہوئے آئے اور حضرت جنیدؒ کے سامنے اتر پڑے نماز کا وقت تھا۔ حضرت جنیدؒ نے حضرت شبلیؒ سے کہا کہ نماز پڑھا میں۔ شبلیؒ رحمہ اللہ امام ہوئے اور حضرت جنیدؒ اور وہ ابدال چھپے کھڑے ہو گئے۔ نماز کے دوران میں حضرت شبلیؒ نے دیکھا کہ کہیں سمندر میں ایک جہاز غرق ہو رہا تھا جس میں ان کے مرید تھے انہوں نے اپنا دست تصرف بڑھا کر جہاز کو غرق ہونے سے بچا لیا یہ دیکھ کر ابدالوں نے نیت توڑ دی اور کہنے لگے کہ نماز پڑھاتے ہیں ملاحی کرتے ہیں۔ حضرت جنیدؒ نے فرمایا کہ انہوں نے ملاحی کی اور آپ نے جاسوسی کی نماز نہ تمہاری ہے نہ ان کی۔ آؤ میں نماز پڑھاتا ہوں یہ کہہ کر آپ امام ہو گئے اور سب کو عرش پر جا کھڑا کیا نماز کے بعد فرمایا کہ ہوا میں اڑنا اور پانی میں تیرنا کوئی کمال نہیں ہے۔ ہوا میں تو پرندے بھی اڑتے ہیں اور پانی پر تنکے تیرتے ہیں۔ جب آپ واپس گھر آئے تو شبلیؒ سے فرمایا کہ وقت تنگ ہے جلدی مہانوں کے لئے کھچڑی تیار کر لو وہ چلے گئے لیکن کھچڑی تیار کرنے میں کافی دیر لگا دی۔ جب حضرت جنیدؒ اندر گئے تو دیکھا کہ انہوں نے ہانڈی کے پیچھے اپنی ٹانگ لگا دی ہے۔ حضرت جنیدؒ بغدادیؒ نے دریافت فرمایا کہ یہ کیا کر رہے ہو انہوں نے عرض کیا کہ آج لکڑیاں ختم ہو گئی ہیں۔ چونکہ پیر کا فرمان تھا کہ کھچڑی تیار کر لاؤں اس لئے میں نے اپنی ٹانگ پر کھچڑی پکانی چاہی لیکن میری ٹانگ کو آگ نہیں قبول کرتی۔ اس پر حضرت جنیدؒ نے فرمایا کہ ٹانگ نکال لو میں خود کھچڑی پکاتا ہوں یہ کہہ کر آپ ہانڈی کی طرف متوجہ ہوئے اور دو منٹ میں کھچڑی تیار ہو گئی۔ حضرت جنیدؒ نے ابدالوں سے فرمایا کہ آئیے کھچڑی کھائیے۔ انہوں نے عرض کیا کہ آپ کی توجہ سے بچی ہوئی کھچڑی کو ہمارے پیٹ کب برداشت کر سکتے ہیں۔

ایک دفعہ حضرت اقدسؒ نے فرمایا کہ ہم نماز کے دوران میں

اپنے انہماک کو لٹٹ کرنے کے لئے کبھی کبھی ریڈیو کو پوری

اپنی شغولیت کا امتحان

لذت مار پھلا کر تازہ شہر عروج کر دیتے ہیں تاکہ یہ معلوم ہو سکے کہ ریڈیو کی آواز سے نماز میں ہرج مہرج

ہے یا نہیں۔ اسی سلسلہ میں ایک روز مائوں میاں نے بھی کہا کہ حضرت نے فرمایا کہ اس ٹسٹ میں جس روز نماز پڑھتے ہوئے ریڈیو کی آواز ہمارے کانوں میں آئی ہم ریڈیو کو توڑ دیں گے اس سے معلوم ہوا کہ نماز میں اس قدر منہمک ہوتے تھے کہ ایک ہی کمرہ میں ریڈیو کی آواز تک سنائی نہیں دیتی تھی اور یہ بعید از قیاس نہیں ہے۔ کیونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاؤں سے نماز ہی میں تیر نکالا گیا اور آپ کو ورد کا بالکل احساس نہ ہوا۔ ایک دن احقر نے بھی حضرت اقدس کو نماز پڑھتے دیکھا۔ پاک ٹین شریف میں بعد نماز جمعہ آپ سنتیں پڑھ رہے تھے۔ دھوپ تھی۔ لوگوں کا ہجوم تھا۔ فرض کے بعد اکثر لوگ اٹھ کر ادھر ادھر سایہ دار جگہ تلاش کر رہے تھے۔ اہل محل اس قدر تھی کہ اطمینان سے بیٹھ کر نماز پڑھنا مشکل تھا لیکن حضرت نماز میں اس قدر منہمک تھے کہ دنیا و مافیہا کی کچھ خبر نہ تھی۔ نہایت سکون اور اطمینان اور محویت سے نماز ادا کی اور بعد ادا کے نماز دوسرے مقام پر چلے گئے۔

۱۳۔ رمضان المبارک ۱۳۶۶ھ

عذر ترک جماعت

آج رمضان المبارک کی تیسری شب کو بعد فراغت نماز عشاء تراویح و حلقہ ہانے ذکر نماز باجماعت کا ذکر ہونے لگا۔ حضرت اقدس نے فرمایا ہمارے ایک دوست مولوی عبد السلام کہتے ہیں کہ ہم نے تو جماعت کے ساتھ نماز پڑھنی چھوڑ دی ہے الگ پڑھ لیتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ایک دفعہ ہمارے امام صاحب نے بروقت نماز شروع کر دی ایک مقتدی کو اپنی دکان بند کرتے کرتے دیر ہو گئی۔ اور جماعت میں شامل نہ ہو سکا۔ مسجد میں اتنے ہی امام صاحب پر برس پڑا کہنے لگا میاں ذرا ٹھیر جاتے تو کیا ہو جاتا۔ معلوم نہیں اتنی جلدی تم لوگوں کو کیوں ہوتی ہے۔ بس نماز ختم کر کے فوراً اپنے گھر جانا چاہتے ہو۔ دوسرے دن امام صاحب نے ذرا دیر سے نماز پڑھانی تو دوسرے مقتدی بگڑ گئے کہتے لگا کہ پھر ہمارے ہوا یا سیٹھ صاحب کی۔ تم لوگ تو امیروں کے بیٹے ماناؤ۔ اور امام صاحب نے فرمایا کہ تمہیں کیا کام۔ اگر اس نے لمبی سعادت پڑھی تو کچھ مقتدی نماز میں ہو گئے کہ میاں تمہارا دن کے ٹھکے ہوئے ہوتے ہیں۔ کچھ ہمارا بھی تو خیال از جا چاہئے۔ اگر نماز جلدی ختم کر لی تو پھر حین نہیں۔ بعض مقتدی صاحب ناراض ہوئے کہ جلدی کسی بات کو ہے ذرا قرآن شریف کی

سے حضرت کے نسبتی برادر اور صاحب

لذت تو پانے دیا کرو۔ مولوی عبدالسلام صاحب کہتے ہیں کہ جب امام کی یہ قدر و قیمت رہ گئی ہے تو کیوں کر ان کے پیچھے نماز جائز ہو سکتی ہے۔ آجکل کے امام تو لوگوں کے تنخواہ خوار لوگ ہیں۔ امام یعنی سردار نہیں ہیں۔ بس ناچار ہم نماز الگ پڑھ لیتے ہیں۔

اس کے بعد حضرت اقدس نے فرمایا کہ ہمارے ایک دوست بمبئی میں ہیں وہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم مسجد میں نماز پڑھنے گئے وہاں ایک مخبوط الحواس آدمی بھی موجود تھا۔ پچھے پڑانے کی پڑے تھے۔ جب جماعت شروع ہوئی تو صف میں کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا کہ نیت کرتا ہوں نماز کی۔ نیت کرتا ہوں نماز کی۔ نیت کرتا ہوں نماز کی۔ نماز ختم ہو گئی لیکن وہ یہی کہتا رہا۔ میں نے کہا میاں نماز تو ختم ہو گئی ہے۔ لیکن آپ اب تک نیت باندھ رہے ہیں۔ اس نے کہا کہ آپ بڑے خوش قسمت ہیں کہ نیت باندھتے ہی آپ کو جواب مل گیا۔ مجھے تو اب تک جواب نہیں ملا کہ ہاں شروع کرو۔ میں یہ سن کر حیران رہ گیا اور وہ آن کی آن میں غائب ہو گیا۔ اس کے بعد حضرت اقدس نے فرمایا کہ اسی طرح حضرت علی اکرم اللہ وجہہ جب تک جواب نہ لے لیتے تھے نماز میں آگے نہیں بڑھتے تھے۔ اس کے بعد فرمایا کہ حضرت امام مالک رضی اللہ عنہ منورہ میں رہتے تھے اور وہیں درس بھی دیا کرتے تھے۔ نماز باجماعت میں شریک ہوتے تھے۔ بیماریوں کی عیادت کے واسطے بھی جایا کرتے تھے۔ اور میت کے ساتھ بھی جاتے تھے لیکن ایک وقت ایسا آیا کہ فرض پڑھ کر خلوت میں چلے جاتے لیکن عیادت بیمار کے لئے اوز جہازہ کے ساتھ بدستور جاتے رہے۔ اس کے بعد ایک ایسا وقت آیا کہ آپ نے فرض باجماعت پڑھنا بھی بند کر دیا اور میت کے ساتھ جانا اور بیمار پرسی کرنا بھی چھوڑ دیا۔ لوگوں نے وجہ دریافت کی تو آپ نے فرمایا کہ میرے پاس عذر ہے۔ انہوں نے دریافت کیا کہ کیا عذر ہے تو آپ نے فرمایا کہ میں پابند نہیں ہوں کہ ہر کس و ناکس کو اپنا عذر بتا دوں۔ میں اللہ تعالیٰ کے سامنے جواب دہ ہوں اور وہ اچھی طرح جانتے ہیں۔ اس کے بعد حضرت اقدس نے فرمایا کہ وجہ ظاہر ہے جماعت میں دائیں بائیں کوئی کشیف التلب آجاتے ہوں گے جن کا اثر امام صاحب کے قلب پر پڑتا ہو گا۔ فرمایا ایسا ہوتا ہے کہ لوگوں کے کشیف قلب کو

اس قدر اثر پڑتا ہے کہ باوجود صاف کرنے کے کئی دن تک وہ اثر نہیں جاتا۔ صاف کرتے کرتے ہاتھ چھل جاتے ہیں لیکن کثافت دور ہونے میں نہیں آتی لیکن بعض اوقات ایسے مقتدی بھی مل جاتے ہیں جن کے انوار کا اثر تمام جماعت پر ہوتا ہے۔ اب جو لوگ اہل بصیرت ہوتے ہیں وہ دیکھ لیتے ہیں کہ کس قسم کے لوگ جماعت میں شریک ہو رہے ہیں اور فیصلہ کر لیتے ہیں کہ جماعت میں شریک ہوں یا نہ ہوں۔ اس کے بعد فرمایا کہ بے شک نماز باجماعت ضروری ہے۔ اور سنت نبویؐ ہے۔ رسول خدا صلعم نے تو یہاں تک فرمایا ہے کہ میں چاہتا ہوں کہ امام کسی اور کو بناؤں اور جو لوگ جماعت میں شریک نہیں ہوتے جا کر ان کے گھروں کو آگ لگا دوں۔ لیکن ان کے بال بچوں کا خیال آتا ہے کہ ناحق جل جائیں گے۔ حضرتؐ نے فرمایا بے شک جماعت ضروری ہے لیکن مسلمانوں کے ساتھ ضروری ہے۔ دو ہندوؤں یا عیسائیوں کے ساتھ نماز باجماعت ادا کرنے سے کیا حاصل۔ اس سے بہتر ہے کہ انسان خلوت میں بیٹھ کر اطمینان سے اپنی نماز پڑھ لے اور PASS MARKS (کم سے کم نمبر جو پاس ہونے کے لئے ضروری ہیں) کو ہاتھ سے نہ جانے دے۔

آج رمضان شریف کے تیسرے روز حضرت اقدس
 اوپر کی منزل سے تشریف فرما ہوئے۔ بندہ اکیلا
 موجود تھا۔ عرض کیا کہ بزرگوں کے ملفوظات پڑھتے وقت کیا آداب سجالا ہے چاہیں
 فرمایا با وضو ہو۔ بے ادبی سے لیٹا ہوا نہ ہو۔ اور سب سے زیادہ ضروری بات یہ
 ہے کہ ملفوظات پڑھتے وقت صاحب ملفوظات کی روح کی جانمب متوجہ رہنا چاہیے
 اور طبیعت کو (RECEPTIVE) (قبولیت نیضان کے لئے مستعد بنانا)۔
 قال حال کا نتیجہ ہوتا ہے۔ اس لئے ان کا کلام اگر ان شاء اللہ تعالیٰ
 میں وہی حال طاری ہو جاتا ہے۔ فرمایا کہ بزرگوں کی رعایت کی حدت توجہ دینے سے
 یہ ہوتا ہے کہ وہ بھی تمہاری طرف متوجہ ہو جاتے ہیں۔ عالم ارواح کا حال بعینہ ناسوفی دنیا
 کا سا ہے۔ اس دنیا میں اگر تم کسی آدمی کو دور سے آواز دو تو فوراً گردن ٹوڑ کر تمہاری جانب

دیکھے گا یہ فرماتے ہوئے حضرت اقدسؒ نے اپنی گردن دائیں جانب موڑ دی، فرمایا اگر وہ شخص یہ کہے کہ مجھے کام ہے میں اس وقت نہیں آسکتا تو بھی وہ تمہاری جانب متوجہ تو ہو گیا۔ بس یہی بڑی بات ہے۔ بزرگانِ دین کیمیا نظر ہوتے ہیں جہاں ان کی نظر پڑی کام بن گیا۔ جب تم ان کی طرف متوجہ ہوتے ہو تو وہ ضرور تمہاری طرف متوجہ ہوتے ہیں اس کے بعد احقر نے عرض کیا کہ درگاہ شریف کی حاضری کے وقت اکثر یہ خیال رہتا ہے کہ ذات کی طرف متوجہ ہونا چاہئے یا حضرت خواجہ غریب نواز رحمہ کی طرف یا شیخ کی طرف فرمایا سب ایک ہیں ذات سے کوئی جدا نہیں ہاں جب درگاہ میں حاضری کے لئے جاؤ تو خواجہ غریب نواز رحمہ کی طرف متوجہ ہو پھر ذات کی طرف پھر اپنے قلب کی طرف یہ دیکھنے کے لئے کہ قلب میں کیا وارد ہو رہا ہے۔ اور پھر ذات کی طرف۔ اسی طرح یہ چکر چالی رہے۔ دراصل جب تم حضرت خواجہ غریب نواز رحمہ کی جانب متوجہ ہوتے ہو تو تمہاری توجہ فلڈر ہو کر (چھن کر) ذات کی طرف چلی جاتی ہے۔ خواجہ صاحب ایک Magni Magni Class (خوردین میں آپ کی طرف متوجہ ہونا ذات کو Magni Magni Class سے دیکھنا ہے۔ فرمایا اصل بات یہ ہے کہ سب جھگڑے دوئی کے ہیں۔ جب دوئی مٹ جاتی ہے تو سب خدشات رفع ہو جاتے ہیں۔ اس موقعہ پر حضرت اقدسؒ نے پتھر پڑھا ہے دوئی بہ مذہب عشاق معنوی کفر است خدا یکے و پیمبریکے و پیبریکے

۴ رمضان المبارک ۱۳۶۰ھ

عشق کا امتحان

آج حضرت اقدسؒ اپنے کمرہ میں تشریف فرما تھے۔ بندہ اکیلا حاضر خدمت تھا۔ حضرتؒ نے ایک کتاب سے دو مکتوب پڑھ کر سنائے جو انشاء اللہ بعد میں درج کئے جائیں گے۔ مضمون یہ تھا:-
(۱) جب بندہ خدا کا عاشق بھٹیرا تو چاہے وہ لطف سے بزرگ کو خوش کرے یا قہر سے خود خوش ہو۔

(۲) جب بلا و مصیبت حضرت موتی علیہ السلام پر نازل ہوئے تو ورود نعمت کہیں زیادہ

تھا۔ پہلے آپ آگ کے تور میں ڈالے گئے۔ پھر صندوق میں بند کئے گئے اور دریا میں پھینک دیئے گئے۔ پھر دشمن کے قبضہ میں آگئے اس کے بعد آپ سے ایک آدمی قتل ہو گیا وغیرہ وغیرہ ایک موقع پر احقر نے عرض کیا کہ کسی وقت طبیعت میں ایسی لطافت

عروج و نزول

ہوتی ہے کہ ٹنٹوری سی آواز شاق گزرتی ہے۔ فرمایا ہاں ایسا ہوتا ہے۔ کبھی کبھی عروج ہوتا ہے کبھی نزول۔ حضرت یعقوب علیہ السلام سے دریافت کیا گیا یا تو آپ نے کوسوں دور حضرت یوسف علیہ السلام کی خوشبو کو پالیا یا یہ کہ وہ چاہ میں تھے اور آپ کو اس کا علم نہ تھا۔ انہوں نے فرمایا ہاں ایسا ہی ہوتا ہے حضرت اقدسؑ نے فرمایا کہ اسی مضمون کو سعدی علیہ الرحمۃ نے خوب ادا کیا ہے ان کا شعر ہے

گہے بر طارم اعلیٰ نشینم گہے بر پشتِ پاسے خود زہ بنیم

اس کے بعد فرمایا کہ لطف اسی میں ہے کہ حالت بدلتی رہے کسی چیز کا حسن اس کے نہ ہونے سے معلوم ہوتا ہے۔

ایک دفعہ ایک مرید نے عرض کیا کہ میرے پاس آٹھ سو روپے ہیں۔ جب سروا میں تھا تو کچھ رقم گھس بیچ دیا کرتا تھا۔ جس سے انہوں نے چاندی خرید کر رکھ دی ہے یہ چیز بندہ کونا گوار گذرتی ہے۔ ایسا اوقات والد صاحبہ کو کہا ہے کہ اُسے خرچ کر ڈالیں لیکن وہ نہیں مانتیں۔ فرمایا ہاں تمہارے سلک کے لئے درست نہیں ہے اٹکے مسلک میں درست ہے۔ فرمایا کہ مولیٰ خدا صلی اللہ علیہ وسلم سال بھر کا خرچ اپنی ازواج مطہرات کو دیا کرتے تھے اور اپنے لئے دوسرے وقت کے کھانے کے لئے بھی نہ رکھتے تھے۔

اس کے بعد احقر نے عرض کیا کہ کل حاضری کے وقت حضرت خواجہ

کوشش اور توکل

غریب نواز کی خدمت میں دوبارہ ملازمت کے لئے آئے۔ صبح دل میں خیال پیدا ہوا کہ اس کے متعلق خبر مافیٰ نوس نواب مجا ولہ کے پاس دینی چاہئے اس پر حضرت اقدسؑ نے فرمایا کہ ان کو آنے دو (نواب صاحب اس وقت ایران و عراق کے سفر پر تھے) دیکھا جائے گا جو کچھ ہونا ہے بلا کوشش ہو جائے گا۔ شرط ناما سوتی پورا کرنے کے لئے برائے نام کچھ کر دیا جائے گا۔ فرمایا یہ شرط ہے کہ کام کوشش سے ہوتا ہے۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ سنی سے نفا تبدیل نہیں ہوتی دعا سے ہو جاتی ہے۔ کوشش و نماز نہیں بدل

سکتی۔ جب تک خود لکھنے والا نہ بدل دے۔ فرمایا ایک دن امام حسنؑ نہ گھوڑے پر سوار ہو کر کہیں تشریف لے جا رہے تھے۔ ایک جگہ نماز پڑھنے کے لئے گھوڑے سے اتارے۔ گھوڑا کسی شخص کو دیا تاکہ وہ نماز پڑھ لیں۔ جب آپ نماز میں مصروف ہوئے تو وہ شخص گھوڑے کی لگام اتار کر چلا گیا۔ لیکن گھوڑا اسی طرح کھڑا رہا۔ آپ نماز سے فارغ ہو کر بغیر لگام سوار ہوئے اور اپنی راہ لی۔ راستہ میں ایک جگہ کوئی میلہ تھا جہاں ایک عارضی بازار لگتا تھا۔ ادھر ادھر کے لوگ وہاں جمع ہو کر اپنی ضروریات کی چیزیں خریدتے تھے۔ جب آپ وہاں سے گزر رہے دیکھا کہ ایک شخص وہی لگام نیلام کر رہا ہے۔ آپ نے لگام کو پہچان لیا اور دوبارہ خریدنے کا ارادہ کیا۔ نیلام کنندہ نے آپ کو پہچان لیا اور لگام بغیر قیمت دینی چاہی لیکن حضرت امام صاحبؑ نے مفت لینے سے انکار کیا اور فرمایا کہ ہم تمہارا نقصان نہیں کرنا چاہتے۔ قیمت ضرور لینی پڑے گی۔ اس پر اس شخص نے عرض کیا کہ حضور میں نے اس پر ڈھائی درہم خرچ کئے ہیں صرف ڈھائی درہم لوں گا۔ زیادہ نہیں لوں گا۔ آپ نے تب حیب میں ملتا ڈھائی درہم ہی نکلے فرمایا۔ حیب میں نے نماز شروع کی تو دل میں ارادہ کر لیا کہ جو کچھ میری حیب میں ہے اسے دے دوں لیکن اس نے صبر نہ کیا اور جو چیز اسے صبر کے بعد واپس ہو کر ملنی تھی وہ بے صبری اور کوشش سے اسے حرام ہو کر ملی۔ اس کے بعد فرمایا یہ ہے کوشش۔ ملتا ہری ہے جو کچھ مقدر میں ہو کوشش سے انسان حلال کو حرام بنا دیتا ہے۔ اس کے بعد فرمایا کہ حضرت امام حسنؑ علیہ السلام ایسے فیاض تھے کہ جو کچھ ہوتا اللہ کی راہ میں کٹا دیتے تھے۔ لیکن حیب ہی سے لین دین فرماتے تو کوری کوری کا حساب کرتے۔ لوگوں نے دریافت کیا کہ حضرت اس کی کیا وجہ ہے۔ آپ نے فرمایا کہ وہ اوباش ہے اور بات ہے۔ وہ خدا سے معاملہ ہے اور یہ بندوں سے ہے۔

اس کے بعد فرمایا کہ رسول خدا صلعم کی خدمت میں ایک شخص نے عرض کیا کہ مجھے موت سے بہت ڈر لگتا ہے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام

خوف موت کا علاج

نے فرمایا کہ تیرے پاس کچھ ہے۔ عرض کیا جی ہاں بہت مال ہے۔ فرمایا سب خدا کی راہ میں دے دو۔ اس دوران میں حضرت اقدسؑ نے فرمایا کہ یہ لوگ کس پابندی سے رسول خداؐ کے حکم کی تابعداری کر رہے تھے۔ وہ شخص سیدھا گھر گیا اور جو کچھ گھر میں تھا سب کچھ خیرات کر دیا

بیوی نے بہت شور مچایا کہ بال بچے بھوکے مرجائیں گے لیکن اُنے اس کی بالکل پرواہ نہ کی ایک دن وہ شخص راستہ میں آنحضرت صلعم سے ملا۔ آپ نے پہچان کر دریافت فرمایا کہ کیا حال ہے۔ اب بھی موت سے ڈر لگتا ہے۔ اس نے عرض کیا نہیں حضور اب تو مرنے کا شوق ہے۔ اس پر آنحضرت صلعم نے فرمایا ”أَلَمْ عَرَفْتُمْ مَوْجَ أَحَبِّ النَّاسِ كَمَا دَلَّ اِسْمُ جَدِّكَ لَكَ هَلْ هِيَ اِسْمُ كِيْ بِيَارِي جِيْر هُوْتِي هِي۔ اس کے بعد حضرت اقدس نے فرمایا۔ سبحان اللہ کیا کلام ہے۔ یہاں فلسفیوں کا دماغ نہیں پہنچ سکتا۔ اب چونکہ وہ شخص اپنا سب کچھ آخرت کو پارسل کر چکا تھا اس لئے دنیا میں اس کا جی نہیں لگتا تھا۔ فرمایا فرض کرو ایک شخص اپنا مال اسباب کتابیں وغیرہ کلکتہ بھیج دے تو اب اس کو یہاں کیا چین آئے گا۔ بہر وقت یہی خواہش دامن گیر رہے گی کہ جاری کلکتہ پہنچ جاؤں۔ اس میں یہ بھی اشارہ ہے کہ وہ در دنیا اور ستر در آخرت کے حساب سے اب آخرت میں لے ستر گنا ملنے کی امید تھی۔

ارشاد فرمایا کہ ایک دفعہ ہمارے مولانا صاحب کے ایک مرید حج پر گئے کسی نے ان کو

شکوہ اقبال کی حقیقت

”شکوہ اقبال“ دے کر کہا کہ اتنے سے جاؤ اور کعبۃ اللہ کے پاس کھڑے ہو کر پڑھنا خیر انہوں نے لے کر کہیں میں رکھ لیا۔ جب مکہ معظمہ پہنچے تو وہاں کی حاضرین کی مستیوں میں بھول گئے۔ وہاں سے روانہ ہونے سے پہلے جب خیال آیا تو انہوں نے کعبۃ اللہ کے پاس بیٹھ کے پڑھا۔ فوراً ان پر حالت اقباض طاری ہو گئی۔ بہت پریشان ہوئے اور اس حالت سے بچنے کی بہت کوشش کی۔ لیکن وہ حالت رفع نہ ہوئی۔ بلکہ وہ خود کشی پر آمادہ ہو گئے۔ ایک رات خواب میں حضرت مولانا صاحب کی زیارت ہوئی انہوں نے فرمایا کہ ”شکوہ جبر مرد“ چیز ساتھ لائے ہو اس لئے باری تعالیٰ خفا ہیں اسے فوراً دور کر دو۔ صبح جب صبح ہو گیا تو ”شکوہ“ کو جس سے نکال آگ میں ڈال دیا۔ اس کے بعد ان کا فتنہ بے اثر ہو گیا اور ان کی حالت پہلے کی طرح ہو گئی۔

ایک مرتبہ سدا سہاگیوں کا ذکر ہو رہا تھا۔ ارشاد فرمایا کہ دہلی میں ایک عالم رہتے سدا سہاگی تھے۔ جن کا نام مولوی موسیٰ تھا۔ ایک دفعہ وہ حضرت محبوب الہی رضی اللہ عنہ کے

ہاں فاتحہ کے لئے حاضر ہوئے۔ وہاں انہوں نے دیکھا کہ ہجڑے کھڑے گا رہے ہیں یہ دیکھ کر اُن کے دل میں خیال آیا کہ صاحب مزار کو یہ چیزیں منظور ہیں۔ تب یہاں ہونے دیتے ہیں اگر وہ نہ چلتے تو یہ لوگ کیسے یہاں آسکتے ہیں یہ خیال تھوڑی دیر کے لئے ان کے دل میں آیا اور چلا گیا۔ اس کے کچھ عرصہ بعد وہ حج پر گئے اور قافلہ کے ساتھ مکہ معظمہ سے مدینہ طیبہ جا رہے تھے کہ ایک رات خواب میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی آپ بہت خشک تھے اور حکم فرمایا کہ ہمارے پاس مت آؤ واپس چلے جاؤ۔ جب بیدار ہوئے تو منعموم تو بہت ہوئے۔ لیکن واپس کیسے جاسکتے تھے قافلہ کے ساتھ چلتے رہے۔ دوسری رات پھر آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سختی سے فرمایا کہ واپس چلے جاؤ۔ اس سے وہ گھبرائے لیکن پھر بھی سفر جاری رکھا۔ تیسری رات رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ واپس چلے جاؤ ورنہ دولت ایمان سے بھی محروم کر دیئے جاؤ گے۔ اب وہ بہت بے چین ہوئے قافلہ کو چھوڑ کر وہیں بیٹھ گئے۔ آگے جا نہیں سکتے تھے۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو نشت دیکر پیچھے جا نہیں سکتے تھے۔ حیران تھے کہ کیا کروں۔ لوگوں سے اہل اللہ کا پتہ دریافت کیا۔ لوگوں نے بتایا کہ دائیں جانب فلاں گاؤں میں ایک بزرگ رہتے ہیں۔ چنانچہ وہ ان کی خدمت میں گئے۔ اور پورا ماجرا بیان کیا۔ انہوں نے تھوڑی دیر کے لئے گروں جھکالی اور آنکھیں بند کر لیں اس کے بعد سراٹھا کر فرمایا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم آپ سے سخت ناراض ہیں معلوم ہوتا ہے کہ آپ سے کسی ولی اللہ کے خلاف کوئی بے ادبی سرزد ہوئی ہے۔ چنانچہ مولوی صاحب نے سوچنا شروع کیا اور کچھ دیر کے بعد وہی واقعہ یاد آیا۔ جب ہجڑے حضرت محبوب الہیؑ کی دربار میں جا رہے تھے اور وہ بے ادبی کا خیال اُن کے دل میں گذرا۔ اب وہ وہاں سے رخصت ہو کر واپس دہلی پہنچے اور معافی طلب کرنے کی خاطر دربار میں حاضر ہوئے لیکن معافی اس طرح پر مانگی کہ ہجڑوں کے سے کپڑے پہن لئے ہاتھوں میں چوڑیاں پہن لیں۔ ہاک کان چھیدوائے اور وہی ہجڑوں کی طرح گاتے بجاتے حاضر ہوئے۔ اس سے اُن پر ایک نظر عنایت ہوئی اور اُن کا کام بن گیا۔ پہلے وہ خالی تکلف سے جا رہے تھے اب کیفیت مستی کی حالت میں آکر گاتے رہے اور اس کے بعد گھر چلے گئے لیکن وہ کپڑے نہ اتارے کسی

محم راز نے ان سے کہا کہ اب تو کام بن گیا ہے۔ اب ان کپڑوں کو اتار دیجئے۔ انہوں نے کہا کہ واہ جس لباس کی وجہ سے میں نوازا گیا ہوں اب اس سے کس طرح جدا ہو سکتا ہوں چنانچہ وہ ہمیشہ اسی لباس میں رہے۔ اس کے بعد فرمایا کہ ان کے لئے کس قدر زبردست مجاہدہ تھا۔ دہلی کے رہنے والے تھے۔ عالم تھے۔ سب لوگ انہیں جانتے تھے لیکن انہوں نے کوئی پرواہ نہ کی اور ہجڑوں کا لباس پہن کر درگاہ میں حاضر ہوئے یہ بہت بڑا مجاہدہ ہے اس کے بعد جب لوگوں نے ان کو تنگ کرنا شروع کیا تو دہلی سے احمد آباد چلے گئے اور وہاں کی بڑی طوائف کے ہاں ملازم ہو گئے۔ اور روزانہ اس کی خدمت کرتے اور برتن وغیرہ مانتھتے۔

ایک دفعہ احمد آباد میں قلتِ باراں کی وجہ سے سخت قحط پڑا۔ جس سے جانور مرنے لگے اور لوگ بے حد تشویش میں تھے۔ تمام لوگ جمع ہو کر ایک بزرگ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور درخواست کی دعا فرمائیے۔ اللہ تعالیٰ بارش بھیجے۔ انہوں نے فرمایا میں تو کوئی چیز نہیں ہوں فلاں طوائف کے ہاں ہجڑوں کے لباس میں ایک بزرگ رہتے ہیں ان کے پاس جاؤ۔ اگر انہوں نے ہاتھ اٹھائے تو تمہارا مقصد پورا ہو جائے گا۔ چنانچہ سب لوگ وہاں گئے۔ اور دیکھا کہ اسی حلیہ کے ایک آدمی بیٹھے برتن مانجھ رہے ہیں۔ میٹھے کھیلے کپڑے ہیں۔ چوڑیاں پہنے ہوئے ہیں اور ناک بہ رہی ہے۔ انہوں نے کہا حضور دعا کیجئے اللہ تعالیٰ بارش بھیجے بڑک برباد ہو گیا ہے۔ انہوں نے جواب دیا کہ مجھے دعا سے کیا تعلق ہے اگر کوئی پتہ داورا سنا ہے تو سناؤ۔ دعا کسی اللہ والے سے جا کر منگو او۔ لوگوں نے کہا حضور ہم اچھی طرح جانتے ہیں۔ آپ ان باتوں کو چھوڑ دیں ہم کبھی نہیں مانیں گے۔ جب لوگوں نے بہت اصرار کیا تو آپ نے کہا "سوکن نے راز فاش کر دیا" پھر اٹھے اور باہر میدان میں آ کر آسمان کی طرف دیکھا۔

دونوں مٹھیاں بند کر کے بازوؤں کو اوپر اٹھایا اور کہا کہ بارش بھیجتے ہو تو اسے پورین یہ کہنا تھا کہ موسلا دھار بارش ہو لے لگی اور وہ وہاں سے بھاگے۔ بارش ہی ان کے بچے بن گئے۔

جب کچھ دور پہنچے تو ایک مقام پر زمین شق ہو گئی اور وہ اندر گھس گئے لوگوں نے اس مقام کو کھودنا شروع کیا۔ چنانچہ وہاں سے بھاگ کر دوسرے مقام پر زمین کے اندر گھس گئے۔ جب لوگوں نے وہاں کھودنا شروع کیا تو تیسرے مقام پر گم ہو گئے اور جب لوگوں نے

پھر کھودنا شروع کیا تو جو تھے مقام پر کم ہو گئے۔ اب لوگوں نے کھودنا بند کر دیا اور وہ ہمیشہ کے لئے کم ہو گئے۔ اب ان چاروں مقاموں پر مقبرے بنا دیئے گئے ہیں اور آپ موسیٰ سہاگ کے نام سے مشہور ہیں۔ آپ کے مسلک کے لوگ اب تک موجود ہیں اور اجیر شریف اور دیگر مقامات پر زنانہ کپڑوں میں نظر آتے ہیں۔

حضرت اقدس اکثر فرمایا کرتے تھے کہ اولیاء کرام کی خدمت میں با وضو ہو کر جانا چاہئے۔ کیونکہ ان کی صحبت عبادت ہے۔ آپ فرماتے تھے کہ شیخ کے سامنے

اولیاء کرام کی خدمت میں
پلا وضو ہونا ہے اور وہی ہے

نوافل نہیں پڑھنی چاہئیں۔ صرف فرض اور سنت ہو کر ہی پڑھنی چاہئیں۔ وجہ یہ ہے کہ ولی اللہ کی صحبت خود نوافل کا حکم رکھتی ہے۔ نوافل میں نوافل کس طرح پڑھ سکتے ہیں۔ فرمایا انسان کامل اللہ کا مظہر اتم ہے۔ اور کعبہ بھی اللہ کا مظہر ہے۔ لیکن انسان کو ان کا نزدیک سے بہت بلند ہے۔ ایک دفعہ حضرت کا ایک مرید حضرت کے سامنے دست بستہ کھڑا تھا۔ کسی نے اعتراض کیا کہ غیر اللہ کے سامنے ہاتھ باندھ کر دست کھڑے ہو جسے بعد میں حضرت سے اس کا ذکر کیا گیا تو فرمایا کہ اس سے کہتا جاؤ گے تھا کہ کعبہ کے سامنے کیوں دست بستہ کھڑے ہوتے ہو۔ کیا کعبہ غیر اللہ نہیں ہے۔

ایک دفعہ ارشاد فرمایا کہ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے کسی نے کہا کہ مجھے اسم اعظم بتائیے۔ آپ نے فرمایا کہ پہلے مجھے اسم اصغر بتا دیجئے تو

اسم اعظم

میں اسم اعظم بتا دوں۔

۱۰ رمضان المبارک ۱۳۳۸ھ مطابق ۲۰ ستمبر ۱۹۱۹ء بروز اتوار۔

اپنے ایمان کا امتحان

آج کی تقریر میں عجب رنگ تھا۔ حضرت اقدس نہایت جوش و خروش سے تقریر فرما رہے تھے اور سامعین پر عجیب کیفیت طاری تھی پہلے اختر اکیلا بیٹھا تھا۔ حضرت ساڑھے دس بجے صبح باہر تشریف لائے۔ بعد میں عبد السلام صاحب بھی آگئے اور کہا کہ فلاں حافظ صاحب بہت تنگ ہیں۔ ان کے ایک دوست کی بیوی نہایت بد مزاج ہے۔ اس نے سب لوگوں کو تنگ کر رکھا ہے۔ اس پر حضرت اقدس

نے فرمایا کہ یہ سب نفس کے جھگڑے ہیں۔ تمام لڑائی فساد نفس کی وجہ سے ہوتے ہیں۔ جیسے یہ موجودہ جنگ ہے۔ یہ بھی نفسانیت کی وجہ سے ہے۔ ہر شخص میں میں کہہ رہا ہے جب یہ نہیں ختم ہو جائے گی تو سب جھگڑے خود ختم ہو جائیں گے۔ طالب کو چاہئے اپنے نفس کو ٹوٹتا ہے اور دیکھے کہ کہیں نفسانیت کا غلبہ تو نہیں ہو رہا۔ فرمایا کہ ہمارے مولانا صاحب (حضرت مولانا شاہ وارث حسن صاحب اکثر اپنے قلب کا امتحان لے لیا کرتے تھے۔ ایک دفعہ آپ ریل گاڑی میں سفر کر رہے تھے۔ ایک مولوی صاحب بھی اسی ڈبہ میں سوار تھے۔ وہ بات بات پر قال اللہ و قال الرسول رٹ رہے تھے۔ ہمارے مولانا صاحب نے دریافت فرمایا کہ آپ کے ساتھ کتنا سامان ہے۔ انہوں نے کہا ایک ٹائٹ کا بیگ ہے اور ایک بوری ہے جس کی قیمت ڈھائی روپے ہوگی۔ آپ نے فرمایا میں تارک دنیا ہوں لیکن میرے پاس یہ ایک چمڑے کا بیگ ہے۔ جس کی قیمت کم سے کم پچیس روپیہ ہے۔ اور فالین کہا جائے نماز ہے جس کی قیمت پچاس روپے ہے۔ اس بیگ میں پچاس روپے نقد اور سینکڑ کلاس کا ٹکٹ ہے۔ جب ریل گاڑی اسٹیشن پر رکی تو آپ نے مولوی صاحب سے فرمایا کہ آئیے بیٹھ فارم برنمانہ با جماعت چڑھیں مغرب کا وقت تھا سامان بھاری بھاری باہر آئے اور جلدی سے نو امام ہو گئے۔ اور پوری قرأت شروع کر دی۔ کھواری دیر کے بعد بھاری سے سستی بھاری اور چل دی۔ وہ مولوی صاحب فوراً نماز توڑ کر بھاری پر سوار ہو گئے۔ لیکن ہمارے مولانا صاحب نے اطمینان سے نماز کو ختم کیا۔ اور دعا مانگ کر بیٹھ گئے۔ جب تمام لوگ بیٹھ فارم سے چلے گئے تو ٹینشن مانتا آیا اور فرمایا دریا فریت کیا کہ ٹکٹ کہاں ہے؟ آپ نے فرمایا کہ میرے پاس ٹکٹ ہے۔ آپ بڑھ چاہیں کریں۔ ہتھکڑی لگائیں یا قید کر دیں۔ مولانا صاحب نے یہ سب کچھ سنا کر ہنسنے لگے۔ اس نے اسٹیشن ماسٹر کو بتایا کہ یہ صاحب تو سینکڑ کلاس کے سفر سے ہیں۔ اور نماز پڑھ رہے تھے۔ اسٹیشن ماسٹر بہت متاثر ہوا اور آپ کو باہر لے آیا۔ ایک کمرہ نکالی رہے آپ کو وہاں بٹھایا اور پانی وغیرہ رکھوا دیا۔ چونکہ وہ ہندو تھا۔ ایک سامان تو کرستے

کریا کہ آپ کے لئے کھانا تیار کرو۔ اس اثنار میں اس نے اگلے اسٹیشن پرتار کر دی کہ
 گاڑی میں ایک مسافر کا سامان رہ گیا ہے۔ وہ واپس بھجوا دیا جائے۔ کچھ دیر کے بعد اس
 نے پچیس روپے اور ایک سیکنڈ کلاس کا ٹکٹ آپ کی نذر کیا۔ آپ نے قبول کرنے سے انکار
 کر دیا۔ اور یہ فرمایا کہ ہمارے ساتھ جب کوئی احسان کرتا ہے تو ہم روحانی طور پر اس احسان
 کا عوض ضرور دیتے ہیں۔ لیکن چونکہ تم غیر مسلم ہو اس لئے ہم تمہیں کوئی فائدہ نہیں پہنچانا
 چاہتے۔ اس پر وہ آبدیدہ ہو گیا۔ اور بڑی منت خوشامد کرنے لگا۔ مولانا صاحب نے فرمایا
 کہ اچھا چوں کہ تمہارا تعلق بھی ریل کے محکمہ سے ہے اور ہمارا ٹکٹ بھی چلا گیا ہے۔ ہم صرف
 تمہاری جانب سے یہ ٹکٹ قبول کرتے ہیں۔ اتنے میں وہ سامان بھی واپس آ گیا۔ آپ نے
 اپنا ٹکٹ بیگ سے نکال لیا۔ اور اسٹیشن ماسٹر سے فرمایا۔ لو اپنا ٹکٹ واپس لو میرا ٹکٹ
 مل گیا ہے۔ اس نے عرض کیا کہ نہیں حضور جب آپ ایک دفعہ مجھ سے قبول فرما چکے ہیں تو
 میں ہرگز واپس نہیں لوں گا۔ لائیے میں اس کو واپس کر کے اس کی قیمت حضور کے پیش کرتا
 ہوں۔ اس کی عقیدت مندی کو دیکھ کر مولانا صاحب رض نے وہ رقم اس سے لے لی۔ اور پھر
 جہاں جانا تھا چلے گئے۔ اس واقعہ کے کچھ عرصہ بعد وہی مولوی صاحب اتفاقاً گاڑی پر
 مل گئے اور وہی قال اللہ وقال الرسول رٹنے لگے۔ مولانا صاحب رض نے فرمایا۔ بس
 مولوی صاحب آپ کی قال اللہ اور قال الرسول میں دیکھ چکا ہوں۔ آپ ڈھائی روپے
 کے واسطے اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر گاڑی کی طرف بھاگ گئے۔ گویا ڈھائی روپیہ کی تھوڑی قیمت
 آپ کے ہاں خدا سے زیادہ ہے۔ یہ سنتے ہی مولوی صاحب نے حضرت مولانا صاحب کو
 پہچان لیا۔ بہت ناوم ہوئے۔ تائب ہوئے اور بیعت کی۔ مولانا صاحب اکثر اسی طرح
 اپنے نفس کا امتحان لیا کرتے تھے۔ ہزاروں روپیہ کے سامان چھوڑ دیا کرتے تھے۔ کبھی
 واپس مل جاتا تھا کبھی نہیں ملتا تھا۔ لیکن قلب کی حالت میں فرق نہیں آتا تھا۔ اس کے
 بعد حضرت اقدس نے فرمایا کہ انسان کو چاہئے کہ قلب مطمئن حاصل کرنے کی کوشش کرے۔
 جب قلب مطمئن مل جاتا ہے تو مصیبت مصیبت نہیں رہتی۔ ہر چیز میں لطف حاصل
 ہوتا ہے۔ نفس ہر وقت انسان کو دھوکا دیتا رہتا ہے۔ انسان کو چاہئے کہ ہر وقت نفس

مخالفت میں کمر بستہ رہے۔ مخالفتِ نفس سے بڑے بڑے برکات حاصل ہوتے ہیں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ایک دفعہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا کہ کل میرے سامنے دنیا کی سب سے بدترین چیز لاکر پیش کریں۔ موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا بہت اچھا اس کے بعد آپ ایسی چیز کی تلاش میں نکلے۔ ڈھونڈتے ڈھونڈتے ایک جگہ ایک مرا ہوا کتا پایا جو بہت ہی سڑا ہوا تھا۔ اور بہت سخت بدبو دار تھا۔ انہوں نے خیال کیا اس سے زیادہ گندی چیز اور کیا ہو سکتی ہے۔ جو نہی اٹھانے کے لئے آگے بڑھے کتے سے آواز آئی کہ خبردار مجھ کو مست چھونا میں برا نہیں ہوں۔ مجھ میں سات صفات ایسے ہیں جو اولیاء اللہ میں پائے جاتے ہیں۔ مثلاً شب بیداری۔ وفاداری۔ مالک سے خلوص۔ بھوک پر قناعت وغیرہ۔ میرا باطن پاک ہے لیکن ظاہر نجس۔ انسان کا ظاہر پاک ہے اور باطن نجس۔ یہ سن کر حضرت موسیٰ علیہ السلام آگے بڑھ گئے۔ کچھ دُور جا کر دیکھا پاخانہ پڑا ہوا تھا۔ دل میں خیال آیا اسی کو لے جاؤں۔ جو نہی اٹھانے کے لئے آگے بڑھے۔ پاخانہ سے آواز آئی کہ حضرت میں تو اناج ہوں چند گھنٹے حضرت انسان کی صحبت میں رہ کر اس حالت کو پہنچا ہوں۔ یہ سن کر حضرت موسیٰ علیہ السلام رات سے چل دیئے۔ دوسرے دن جب اللہ تعالیٰ نے دریافت فرمایا کہ موسیٰ کے آگے ہو بدترین چیز۔ انہوں نے عرض کیا جی ہاں حضور۔ فرمایا کہاں ہے۔ عرض کیا حدیبیہ میں ہوں۔ یہ سن کر حق تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر یہ جواب نہ دیتے تو میں تمہارا نام پیغمبروں کی فہرست سے خارج کر دیتا۔ یہ کہہ کر حضرت اقدس نے فرمایا انسان کو پاپہنچتے کہ اپنے نفس کو اس طرح ذلیل سمجھے۔ اس کے بعد فرمایا کہ ایک دفعہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بارگاہِ باری تعالیٰ میں عرض کیا کہ مجھے خزانہ نوازا گیا ہے۔ حق تعالیٰ نے فرمایا آنکھیں بند کرو۔ تھوڑی دیر کے بعد آپ نے آنکھیں کھول دو۔ جب آنکھیں کھولیں تو اپنے آپ کو ایک ایسے مقام پر پایا جہاں گھرانے جوتوں اور پھٹے ہوئے کپڑوں کے ڈھیر لگے ہوئے تھے۔ اور لاغر اور کمزور باوجود اسے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا بارخدا یا یہی سہنہ آپ کا خزانہ۔ فرمایا کہ کائنات

کے خزانے تو میں انسان کے حوالے کر چکا ہوں۔ ” اَلْحَمْدُ تَرَوْنَ اَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَكُمْ
 ” مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ”۔ یہ وہی ہے جو تم لوگ اللہ کی راہ میں دیتے ہو۔
 اس پر حضرت اقدسؑ نے فرمایا کہ لوگوں کی عادت ہے کہ سب سے بُری چیز اللہ
 کی راہ میں دیتے ہیں حالانکہ حکم ہے کہ ” لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰی تُنْفِقُوْا مِمَّا حَبَبْتُمْ ”
 جب تک تم انہی بہترین چیز اللہ کی راہ میں نہ خرچ کرو گے۔ نیکی کو نہیں پہنچو گے
 لیکن نفسانیت ہوئی بنا ہر انسان سب سے بُری اور ناکارہ چیز خدا کی راہ میں دیتا
 ہے۔ فرمایا کہ حدیث شریف میں ہے کہ ” لَا يُؤْمِنُ اَحَدُكُمْ حَتّٰی يُحِبَّ لِاَخِيْهِ
 مَا يَحِبُّ لِنَفْسِهِ ” تم میں سے کوئی ایماندار ہو نہیں سکتا جب تک کہ اپنے بھائی کے
 لئے وہی پسند نہ کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے۔ لوگوں کا یہ قاعدہ ہے کہ اچھی
 چیز اپنے لئے رکھ لیتے ہیں اور بُری چیز دوسروں کے لئے چھوڑ دیتے ہیں۔ یہ
 نفسانیت کی وجہ سے ہے۔ انسان کو چاہئے کہ نفس کی مخالفت ہر وقت کرتا رہے
 جو کچھ اس کے پاس ہے وہ اللہ کی ملکیت سمجھے اور خود بھی اللہ کا ہو رہے۔ اللہ
 خود بخود اس کا ہو جائے گا۔ ” مَنْ كَانَ لِلّٰهِ كَانَ لِلّٰهِ ” یعنی جو کوئی اللہ کا ہو جائے
 ہے اللہ اسی کا ہو جاتا ہے۔ اور یہ کوئی معمولی بات نہیں ہے۔ جس کا اللہ ہو جائے
 اس کو کس چیز کی پروا ہے؟ اللہ کے جملہ خزانے اور جو کچھ کائنات میں ہے سب
 کچھ اس کا ہو جاتا ہے۔ لیکن انسان کو چاہئے ماسوائے اللہ کی ذرہ بھر رغبت دل میں
 نہ پیدا ہونے دے۔ ہر آن اور ہر لمحہ اللہ کا طالب رہے۔ اللہ کے مال کی طلب
 دل سے نکال دے۔ جب اس پر پورا عامل ہو جائے گا تو انسان کے لئے نہ غم غم رہے۔
 گا۔ نہ خوشی خوشی۔ مٹی اور سونا اس کے لئے برابر ہو جائے گا۔
 فرمایا حضرت غوث الاعظمؒ بڑے مالدار تھے۔ ایک دفعہ آپ کو کسی نے اطلاع
 دی کہ آپ کا سامان سے لدا ہوا جہاز غرق ہو گیا ہے۔ آپ تھوڑی دیر کے لئے اپنے
 قلب کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا الحمد للہ۔ کچھ دیر کے بعد ایک اور آدمی
 اور اس نے کہا کہ جہاز کے غرق ہونے کی اطلاع غلط تھی جہاز صحیح سلامت کنارے

لگ چکا ہے۔ آپ نے دوبارہ گردن جھکا کر قلب پر نگاہ ڈالی اور کہا الحمد للہ۔ لوگ حیران ہوئے کہ دوسری بار تو خیر الحمد للہ کہنے کا موقعہ تھا۔ پہلی بار حضور نے کیوں الحمد للہ کہا۔ براہ راست کسی کو پوچھنے کی جرأت نہ ہوئی۔ سب نے حضرت کے صاحبزادہ حضرت شاہ عبدالرزاق صاحب سے عرض کیا۔ کہ آپ اس کا سبب دریافت کریں۔ انہوں نے جا کر حضرت سے دریافت کیا آپ نے فرمایا کہ جب میں نے جہاز کے غرق ہونے کی خبر سنی تو میں نے قلب کو دیکھا کہ اس کی حالت میں تو فرق نہیں آیا تو وہ اپنے کام میں لگا ہوا تھا۔ قلب پر نسمان کا کوئی اثر نہ پا کر الحمد للہ کہا۔ پھر جب میں نے جہاز کے صحیح سلامت ہونے کی خبر سنی تو دیکھا کہ خوشی کی خبر پا کر قلب کی حالت میں کوئی فرق نہیں پیدا ہوا اور قلب کو اپنے کام میں مصروف پایا۔ اس پر الحمد للہ کہا۔ اس کے بعد حضرت اقدس نے فرمایا یہ ہے قلب مطمئن۔ نہ خوشی سے خوش ہوتا ہے۔ نہ غمی سے منہموم۔ ہر کام کو اللہ کی طرف سے سمجھتا ہے اور ہر حال میں خوش رہتا ہے۔

اس کے بعد حضرت اقدس نے فرمایا کہ بغداد میں ایک درویش رہتے تھے جن کے بہت لوگ معتقد تھے۔ اور ہر وقت ان کے ہاں مجمع لگا رہتا تھا۔ اولیاء کرام سے ظاہر بہین اور خود پرست مولویوں کی ہمیشہ مخالفت رہی ہے۔ وہ یہ خیال کرتے ہیں کہ عالم و فاضل ہم ہیں لیکن ان جاہل فقیروں کے پاس لوگ کیوں جاتے ہیں چنانچہ حسد کی آگ نے وہاں کے مولویوں کو اس قدر برانگیختہ کیا کہ انہوں نے سازش کر کے بادشاہ وقت کو جھڑکا یا کہ فلاں شخص کا لوگوں پر بہت اثر ہے۔ امراء وزراء اور فوجی افسران کے معتقد ہیں۔ ان کا مقصد یہ ہے کہ کسی وقت بغاوت ہو کر ان کے تخت و تاج پر قبضہ کر لیں۔ بادشاہ کا ذہن کے کچے ہو گئے۔ فوراً حکم دیدیا کہ اس کو زنجیروں میں جکڑ کر یہاں لے آؤ اور ہمارے سامنے قتل کر دو۔ اپنے سامنے قتل کرنے کا حکم اس لئے دیا کہ شاید معتقد لوگ ان کو کہیں گم کر دیں۔ چنانچہ بادشاہ کے آدمی زنجیر لے کر ان کے ہاں پہنچ گئے۔ آپ اس وقت حجرہ کے اندر مشغول تھے

ان کے مریدین نے بادشاہ کے آدمیوں سے کہا کہ ٹھہر جاؤ تھوڑی دیر میں آپ باہر آئیں گے جو بات کہنی ہو ان سے کہہ لینا۔ اگر آپ زبردستی حجرہ کے اندر جانے ہیں خوب سمجھ لیں کہ پیر کے بعد مرید کا زندہ رہنا بے فائدہ ہے۔ ابھی قتل و خون کا بازار گرم کر دیں گے۔ وہ لوگ کچھ سمجھ دار تھے۔ انتظار کرنے لگے۔ تھوڑی دیر کے بعد ان بزرگ نے حجرہ کا دروازہ کھولا اور بڑے ذوق شوق سے رقص کرنے ہوئے زنجیروں کو پہننے لگے۔ یہ کہتے ہوئے کہ جلدی کرو مجھے زیور پہناؤ دوست نے میرے لئے زیور بھیجے ہیں۔ اور مجھے اپنے پاس بلایا ہے۔ چنانچہ وہ لوگ زنجیروں میں جکڑ کر بادشاہ کے سامنے لے گئے۔ بادشاہ کے سامنے بھی وہ یہی کہتے رہے کہ اے جناد جلدی اپنا کام کر مجھے دوست نے بلایا ہے مجھے جلدی دوست سے ملا دو۔ جب بادشاہ نے یہ اجزا دیکھا تو سخت حیران ہوا اور کہنے لگا کہ جو شخص موت کا اس قدر طلب گار ہے وہ تخت و تاج کا کبھی خواہاں نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ بادشاہ نے قدموں پر گر کر معافی کی درخواست کی زنجیروں کو لگ کر۔ ان کو رخصت کیا اور اشرافیوں کا ایک تھال بھی نذر کیا۔ وہ بزرگ تھالی سر پر رکھ کر رقص کرتے ہوئے باہر آئے اور کہتے رہے کہ الحمد للہ دوست نے یاد کیا تھا اور اپنے دربار میں بلا کر یہ انعام دیا ہے۔ گھر پہنچ کر کھانے وغیرہ پکوائے اور سب کچھ ایک دم خرچ کر ڈالا۔ یہ لوگ زر کو جمع تھوڑا ہی کرتے ہیں۔ جب حضرت یہ حکایت بیان فرما رہے تھے تو بعض سامعین پر گریہ طاری تھا اور حضرت انہایت فوق شوق سے فرماتے جا رہے تھے۔ کہ انسان کو چاہئے کہ ایسا قلب پیدا کرے جو ہر حال میں خوش ہو۔ ہر حال کو اسی سے سمجھے اور ہر بات میں اسی کو دیکھے۔ کچھ دیر کے بعد احقر نے عرض کیا کہ حضور نفس کے ساتھ جہاد کرتے وقت دل میں خیال پا جاتا ہے کہ بھوک وغیرہ سے جسم لاغر ہو کر عبادت کے قابل نہیں رہے گا۔ آپ فرمایا یہ شیطان کا دھوکہ ہے۔ شیطان انسان کا دشمن ہے۔ دل میں وساوس پیدا کرتا آدمی کو نیکی سے باز رکھنے کی کوشش کرتا ہے۔ اس کا بہترین علاج یہ ہے کہ شیطان

کی ہر وقت مخالفت کرتا رہے۔ اور دل میں یہ کہے کہ کمزور ہو جاؤں گا تو کیا ہوا زیادہ سے زیادہ مرجاؤں گا۔ موت تو اپنے وقت پر آتی ہے اور اللہ تعالیٰ نے وقت سے پہلے موت دیدی تو سر آنکھوں پر۔ جا کر جلدی اس سے مل لیں گے۔

اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ شیطان اسی طرح نماز میں بھی وسوسہ ڈالتا ہے اور کہتا ہے کہ اس سے تو نماز نہ پڑھنا بہتر ہے۔۔۔۔۔ جب نماز پڑھتے وقت دل میں خیالات آتے ہیں تو نماز کس کام کی۔ فرمایا اس کا علاج بھی یہی ہے کہ شیطان کی مخالفت کی جائے۔ اور یہ کہے کہ جو کچھ بھی ہے تیرا کہا نہیں مانوں گا۔ تو میرا دشمن ہے۔ میرے باپ، دادا کا دشمن ہے۔ تو نے میرے باپ کو جنت سے نکلوا یا اس سے شیطان عاجز آ کر بچھا چھوڑ دیتا ہے۔ اس تقریر کے دوران میں احقر کے دل میں خیال پیدا ہوا کہ دشمنانِ اسلام کے ساتھ جہاد کرنے کے لئے تو لاغر جسم کسی کام کا نہیں ہے۔ کمزور جسم سے جہاد کیسے کریں گے۔ حضرت اقدس رح روشن ضمیری سے اس وسوسہ سے مطلع ہوئے اور فوراً جواب دیا کہ قوتِ ایمانی کے بغیر دشمن کا مقابلہ کرنا ناممکن ہے۔ جب تک موت کا شوق دل میں پیدا نہ ہو لڑائی نہیں ہو سکتی۔ یہی تو ایک چیز تھی۔ جس سے اسلام نے عظیم الشان بادشاہوں پر فتح پائی اور یہی چیز ہم سے چھین لی گئی ہے۔ جہاد میں لوگ اسی واسطے جاتے تھے کہ زندہ واپس نہ آئیں اور جو زندہ واپس آجاتے تھے انہیں ان کی عورتیں اور باقی لوگ ملاست کرتے تھے اور وہ خود بھی شرمندہ ہو۔ تھے کہ زندہ واپس آگئے ہیں۔ ہمارے دشمنوں کو اس کا پولا علم تھا۔ اس لئے نہایت چالاکی سے انہوں نے یہ چیز ہم سے چھین لی۔ اور ہم کو نہایت بزدل بنا دیا ہے۔ اس کے بعد احقر سے ذرا گفتگو ہوئی اور وہ

احقر نے طاق سے کتاب اٹھا کر دی۔ اور آپ نے اس پر لکھی نظم براق کلیسا نکالی اور فرمایا کہ یہ نظم مجاز کی صورت میں سیاسی اہمیت رکھتی ہے اور اس شعر کو تکرار سے پڑھا ہے

آگ میں کودتے ہیں توپ سے لڑ جاتے ہیں

آپ نے فرمایا کہ یہ انگریز عورت بالکل حکومت کی ترجیحی کر رہی ہے۔ لوگ کہتے ہیں کہ انگریز مٹلر اور جاپانیوں سے تو اچھے ہیں۔ ہم کہتے ہیں کہ ہم سے اچھے نہیں ہیں۔ ہم خود حکومت کرنا چاہتے ہیں۔ مومن کی وہ شان ہے کہ کسی کا مطیع نہیں رہ سکتا۔ کلمہ طیبہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللَّهِ میں بھی بالٹیکس بھری ہوئی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم خدا کے بغیر کسی کی اطاعت قبول نہیں کرتے۔ جب خدا کی حکومت مومن کی حکومت ہے۔ اور خدا کی طاقت مومن کے ساتھ ہے تو مومن کیوں کسی دوسری طاقت کے آگے سر جھکائے۔ اور کیوں کسی غیر کی عظمت قبول کیے اور کیوں اس سے مرعوب ہو۔ اس کے بعد فرمایا کہ حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ ایک انگریز کا استاد تھا۔ جو اس انگریز سے اس لئے اُنس رکھتا تھا کہ وہ انگریز اور صاحب بہادر ہے۔ اور وہ انگریز اس مولوی صاحب کی اس لئے قدر کرتا تھا کہ وہ مسلمان تھا اور اسلام کے اصولوں سے واقف تھا۔ اسلام کی حرمت اس کے دل میں تھی۔ اس لئے مولوی صاحب کو عزت کی نگاہ سے دیکھتا تھا۔ اتفاق قدرت سے وہ مولوی صاحب گنگوہہ شریف میں فوت ہو گئے۔ اور وہ انگریز الہ آباد میں مر گیا۔ اور قدرت کو چونکہ یہ راز دکھانا منظور تھا ایسا اتفاق ہوا کہ سخت بارش ہوئی اور دونوں قبریں کھل گئیں۔ لوگوں نے دیکھا کہ انگریزوں کے قبرستان واقع الہ آباد میں مولوی صاحب کی نعش پڑی تھی اور مسلمانوں کے قبرستان واقع گنگوہہ شریف میں اس انگریز کی نعش موجود تھی۔ اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ اس سے اس حدیث کی تصدیق ہو گئی کہ « الْمَرْءُ مَعَ مَنْ أَحَبَّ » یعنی آدمی اس کے ساتھ ہوتا ہے جس کے ساتھ اس کو محبت ہوتی ہے۔

۱۳۶۰ھ رمضان المبارک

طریقہ ذکر

آج رات بعد تراویح و حلقہ ذکر حضرت اقدس رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ

بھائی تم ذکر سب ایک ساتھ کیوں نہیں کرتے۔ نہایت بد ذوقی اور بے شوقی ہے۔

ساتھ ذکر کرتے ہو اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مصیبت میں پھنسنے ہوئے ہو۔ اس سے ہم پر بوجھ پڑتا ہے۔ اب ہمارا زمانہ ذکر کا نہیں ہے۔ ہمارا وقت تو یہ ہے کہ طراقیات میں پڑے رہیں۔ ذکر چہری جوانی کی چیز ہے۔ فرمایا وہ ہمارے پیچھائی ڈیٹی جمال الدین جب ذکر چہری کیا کرتے تھے تو کھڑکیوں کے شیشے ٹوٹ جاتے تھے۔ روزانہ طرست گرائی جاتی تھی۔ ذکر نہایت خوبصورتی سے اور ایک آواز ہو کر کرنا چاہئے اگر ہم چپ ہو جائیں تو مضائقہ نہیں۔ تم باقاعدہ جاری رکھا کرو۔ جب تبدیل کرنا ہوا تو ہم تبدیل کرو یا کریں گے۔ فرمایا کہ "اللہُ بجمیلٌ وَّ بِمُحِبِّ الْجَمَالِ" اللہ خوبصورت ہے اور خوبصورتی سے محبت کرتا ہے۔ اس لئے ذکر کو باحسن طریق ادا کرنا چاہئے۔ تم سمجھتے ہو یہ معمولی چیز ہے۔

برکتِ ذکر
 ذکر بہت بڑی چیز ہے۔ متفق علیہ حدیث شریف ہے۔ اور متفق علیہ وہ حدیث ہے۔ جس کی صحت پر سب کا اتفاق ہو اور جس میں شک و شبہ کی گنجائش نہ ہو۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ فرشتے زمین پر نازل ہو کر ذکر کرنے والوں کی تلاش میں رہتے ہیں۔ جب کہیں ذکر ہوتا دیکھتے ہیں تو اوروں کو بھی وہیں بلا لیتے ہیں۔ اور آسمان دنیا تک ذکر کرنے والوں کو گھیر لیتے ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ ان سے پوچھتا ہے کہ تم نے میرے بندوں کو کیا کرتے چھوڑا۔ وہ عرض کرتے ہیں کہ اس حال میں چھوڑا کہ تیری حمد اور بڑائی اور پاکی بیان کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ بھلا انہوں نے مجھے دیکھا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ نہیں۔ اللہ جل شانہ فرماتا ہے کہ اگر وہ مجھے دیکھ لیں تو پھر کیا ہو۔ فرشتے کہتے ہیں کہ اگر دیکھ لیں تو پھر کیا ہو۔ سبحانہ۔ تمہید اور تجید بیان کریں گے۔ اللہ تعالیٰ پھر پوچھتا ہے کہ وہ کس چیز سے پناہ مانگتے ہیں۔ فرشتے کہتے ہیں کہ دوزخ سے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کیا انہوں نے دوزخ کو دیکھا ہے۔ عرض کرتے ہیں نہیں۔ تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اگر اس کو دیکھ لیں تو کیا کریں گے۔ عرض کرتے ہیں کہ اگر دیکھ لیں تو اس سے

زیادہ گریز اور نفرت کریں۔ پھر پوچھتا ہے۔ وہ کیا مانگتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ جنت کے سائل ہیں۔ اللہ فرماتا ہے کہ کیا انہوں نے جنت کو دیکھا ہے وہ عرض کرتے ہیں نہیں اللہ فرماتا ہے کہ اگر وہ دیکھ لیں تو کیا ہو۔ وہ کہتے ہیں اگر وہ دیکھ لیں تو زیادہ اس کے لئے جوڑیں ہو جائیں۔ پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں تم کو گواہ کرتا ہوں کہ میں نے ان کو بخش دیا۔ فرشتے عرض کرتے ہیں کہ یا الہی ان میں فلاں شخص تھا جو ذکر کے ارادے سے نہیں آیا تھا بلکہ اپنے کسی کام سے آیا تھا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ وہ لوگ ہیں (ذاکرین) کہ ان کا ہم نشین ان کے طفیل محروم نہیں رہتا۔ حدیث شریف کے الفاظ ہیں۔ **كَلَّا يَشْتَقِي جَلِيْسُهُمْ** (ان کے پاس بیٹھنے والا شقی نہیں ہو سکتا۔

اس کے بعد حضرت اقدس نے فرمایا کہ دیکھو ذاکرین کے پاس بیٹھنے والوں کا تو آنے ہی خاتمہ باخیر ہو گیا۔ اس کے بعد جو کچھ کیا وہ زائد ہے۔ لوگوں کا مقصود خاتمہ باخیر ہوتا ہے۔ لیکن سائلین کی ابتدا یہاں سے ہوتی ہے۔ گویا جو عام لوگوں کی ابتدا ہے۔ وہ سائلین کی ابتدا ہے۔ یہ یقینی امر ہے۔ اور مذکورہ بالا حدیث شریف سے تو ثابت ہے کہ کسی ایک شیخ الذاکرین کے ساتھ بیعت کرتے ہی خاتمہ باخیر یقینی ہو جاتا ہے۔ فرمایا ذکر جیسی اعلیٰ چیز کو بنا سنوار کر اور احسن طریق سے ادا کرنا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ قرآن شریف کو سنوار کر پڑھو **وَرَتِّلِ الْقُرْآنَ تَرْتِيْلًا**۔ حدیث شریف میں ہے کہ ایک دفعہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی صحابی کے گھر کے قریب سے گزرے وہ نہایت خوش الحانی سے قرآن شریف پڑھ رہے تھے۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) وہیں کھیر گئے۔ اور جب تک انہوں نے تلاوت کو ختم نہ کیا آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) وہیں کھیرے رہے۔ آپ کے ساتھ جتنے آدمی تھے وہ سب کھیرے رہے۔ صبح جب لوگوں نے ان سے کہا کہ سات رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم تمام لوگوں کے ساتھ تمہارے گھر کے نزدیک کھیرے رہے تو وہ افسوس کرنے لگے کہ اگر مجھے معلوم ہوتا کہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم میری تلاوت سن رہے ہیں تو میں اور بھی خوش الحانی سے پڑھتا۔ اس کے بعد فرمایا کہ حدیث شریف

میں ہے۔ قیامت کے دن ایک شخص کے نامہ اعمال میں سب گناہ ہی گناہ ہونگے اور ایک نیکی بھی نہیں ہوگی۔ حق تعالیٰ فرشتوں سے فرمائیں گے کہ آج انصاف کا دن ہے ہم کسی سے ظلم روا نہ رکھیں گے۔ اس شخص کے نامہ اعمال میں ایک نیکی ہے جو تم کو بھی معلوم نہیں۔ وہ یہ کہ ایک دفعہ اُس نے خلوص دل سے ہمارا نام پکارا تھا اس کو ترازو میں ڈالو۔ جب اللہ کا نام ترازو میں ڈالا جائے گا تو وہ پکڑا اس کے گناہوں سے بہت زیادہ بھاری ہو جائے گا۔ فرمایا یہ ہے برکت اسم ذات کی کہ ایک دفعہ خلوص سے اللہ کا نام لینے کی وجہ سے تمام عمر کے گناہ نیست و نابود ہو گئے و تروں کے متعلق فرمایا کہ وتر رات کی آخری نماز ہونی چاہئے

حقیقت وتر مغرب کے تین فرض دن کے وتر ہیں۔ تین اس لئے ہیں کہ تمام دن کی نمازوں کے مجموعہ کے ساتھ اگر تین رکعت جمع کر دی جائیں تو مجموعہ طاق ہو جاتا ہے۔ "اللَّهُ وَتَرِيحُ الْوُثْرِ" اللہ طاق ہیں اور طاق کو پسند فرماتے ہیں۔ اس طرح تمام رات کی نماز کے ساتھ تین رکعت وتر جمع کر دیئے جائیں تو مجموعہ طاق ہو جاتا ہے۔

وحدت اور کثرت ایک دفعہ احقر نے عرض کیا کہ جب اللہ کے سور کسی چیز کا وجود نہیں ہے تو کچھ ایسا کہ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِينُ کیسے کہا جاسکتا ہے۔ آپ نے حضرت ثناء تراب علی صاحب کی یہ رباعی پڑھی

آنکھ موندی تو عدم کی سیر ہے کم ہے وجود
آنکھ کھولی تو وہی ہے ظاہر و باطن کھل
اس طرح تہذیب بوجہ اس طرح تہذیب جان
دونوں عالم میں نہیں کوئی دید اسکے ماوری

اس کے بعد فرمایا اللہ تعالیٰ نے وحدت اور کثرت پیدا کی۔

علیحدہ علیحدہ مقام ہے اور دونوں کی علیحدہ علیحدہ لذت ہے۔

وہی کبھی یگانگت۔ ہر چیز اپنی اپنی جگہ پر موندوں و مناد ہے۔ ہر چیز اپنی ضد سے پہچانی جاتی ہے۔ سورج کی روشنی رات سے پہچانی جاتی ہے اگر رات نہ ہو تو روشنی کو کوئی روشنی نہ کہے گا۔ مٹھاس لمبی سے پہچانی جاتی ہے اگر تلخی نہ ہو تو

تو مٹھاس کی لذت اٹھ جاتی۔ اگر بد صورتی نہ ہوتی تو خوبصورتی کو کون پسند کرتا۔ اس کے بعد عبد السلام صاحب آئے جو بخار کی وجہ سے کمزور ہو گئے تھے۔ آپ نے فرمایا کہ بس ایک بخار سے یہ حائل ہو گیا ہے۔ جب ہمیں بخار تھا تو ڈاکٹر کھٹہ چارہ حیران تھا۔ ایک سو پانچ۔ ایک سو چھ درجہ کا بخار ہے۔ لیکن آپ چپ چاپ پڑے ہیں فرمایا ہاں میں تو ہم چپ ہوتے ہیں۔ لیکن ڈاکٹر کو کیا معلوم کہ اندر کیا گذرتی ہے۔ اس کے بعد فرمایا کہ کمزور دل نہیں ہونا چاہئے اور کمزور دل گوشت نہ کھانے سے ہوتی ہے۔ اس لئے خوب گوشت کھانا چاہئے۔

فرمایا حضرت محی الدین ابن العربی کی ریسرچ RESEARCH

گوشت کھانے کے فوائد

یہ ہے کہ گوشت کھانے سے انسان کی روحانیت میں جانور

کی روحانیت شامل ہو جاتی ہے۔ اور اس سے انسان کی روحانیت زیادہ مضبوط ہو جاتی ہے۔ فرمایا یہ جو روایت ہے کہ قربانی کا جانور جنت میں جائے گا۔ اس کا مطلب یہی ہے کہ اس کی روحانیت انسان کی روحانیت میں شامل ہو جاتی ہے۔ اور جب انسان جنت میں جائے گا تو وہ جانور بھی خود بخود ساتھ ہو گا۔ اس لئے جانور کا ذبح کرنا ظلم نہیں ہے۔ یہ جانور کے ساتھ بھلائی ہے اس سے جانور کی روح انسان کی روح میں PRESERVE (محفوظ رکھنا) ہو جاتی ہے۔ PRESERVATION (حفاظت) کو ظلم کہیے کہا جا سکتا ہے۔ اس کے برعکس جانور کو حرام موت مرنے دینا ظلم ہے۔ کیونکہ اس سے وہ خاک میں مل جاتا ہے۔ آپ نے انگریزی میں فرمایا IT IS REDUCED TO DUST (یہ خاک میں مل جاتا ہے)۔ اس کے بعد عیدالسلام سے دریافت فرمایا کہ ہمارے ساتھ دعوت پر چلو گے۔ انہوں نے عرض کیا کہ حضور میں کمزور ہوں۔ واحد بھائی حضور کے ساتھ جائیں گے۔

آپ نے فرمایا کہ یہ سب خیال ہے۔ کمزوری کا خیال دل سے

خیال کی قوت

نکال دو تو کمزوری جاتی رہتی ہے۔ خیال کی مضبوطی سے کرامات

ظہور میں آتے ہیں۔ یہ دنیا کیا ہے۔ خیال ہی کا کرشمہ ہے۔ کن فیکون اللہ تعالیٰ نے

خیال فرمایا کہ ہو جا۔ ہو گیا۔ جنت میں بھی جب انسان کسی پھل کی خواہش کرے گا۔ فوراً

مٹہ میں آ جاے گا۔ فرمایا کہ آخرت میں خیال کن فیکون درجہ رکھتا ہے۔ خیال کیا اور

اپورا ہو گیا۔ لیکن اس دنیا میں خیال حکمت پر مبنی ہے۔ اور حکمت تدریجی ہوتی ہے۔ کیونکہ دنیا عالم اسباب ہے۔ بچہ ماں کے پیٹ میں رہتا ہے۔ پھر پیدا ہوتا ہے اور جوان ہوتا ہے۔ اس کے برعکس آخرت میں چونکہ اسباب اٹھ جاتے ہیں وہاں جو چاہا ہو گیا۔ اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ انبیاء علیہم السلام کے معجزات بھی خیال کی مضبوطی سے ظہور میں آئے جو اشارہ فرماتے ہو جاتا۔ فرمایا ایک دن حضرت عیسیٰ علیہ السلام جن کا کھڑکھانہ بار۔ درخت کے نیچے بیہوش پڑے تھے۔ ایک آدمی آیا درخت کے نیچے بیٹھ کر تھیلے سے کھانا نکالا۔ اور کھانے لگا۔ کھانا کھا چکنے کے بعد اس کی نظر حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر پڑی جملہ معترضہ کے طور پر حضورؐ نے فرمایا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں حکمت کا زور تھا۔ اس لئے آپ کو حکمت شکن معجزے عطا ہوئے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں جادو کا زور تھا۔ اس لئے آپ کو وہ عصا دیا گیا جس سے سب سحر نیست و نابود ہو جاتے تھے۔ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک میں فصاحت و بلاغت کا زور تھا۔ یہاں تک کہ عرب باقی دنیا کو عجمی یعنی گونگا کہتے تھے اس لئے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ قرآن ملا جس کے سامنے ان کی فصاحت و بلاغت بیخ کنی۔ قرآن شریف نے دعویٰ کیا کہ "وَإِنْ كُنْتُمْ فِي رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلَىٰ عَبْدِنَا فَأْتُوا بِسُورَةٍ مِّثْلِهِ" یعنی جو کچھ ہم نے اپنے بندے پر نازل کیا ہے۔ اس کی صداقت میں اگر کوئی شک و شبہ ہے تو لے آؤ اس جیسی ایک سورت بنا کر۔ اس کے بعد فرمایا کہ جب اس آدمی نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بیہوش پڑا ہوا دیکھا تو اسے خیال ہوا کہ یہ شخص شاید بھوک کی وجہ سے بیہوش ہے۔ چنانچہ اس نے نزدیک جا کر آپ کے منہ میں کھانا دیا۔ اس وقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام اٹھ بیٹھے اور اس سے دریافت فرمایا کہ تو کون ہے اور کونسا ہے؟ آیا ہے۔ اس نے کہا کیا کہوں نصیبت کا مارا ہوں۔ عرصہ ہوا ایک اڑکھانہ کے درخت پر لٹے تھے جن کے غم میں میری بیوی رو رو کر اندھی ہو گئی ہے۔ ایک بڑی لڑکی ہے جو کوڑھ کی بیماری میں مبتلا ہے۔ میں مجلس و نادار ہوں۔ روزی کمانے کی خاطر سفر پر گیا تھا۔ اب کچھ اشرفیاں کما کر لایا ہوں جو اس ہمیانی میں ہیں اور گھر جا رہا ہوں۔ جب وہ اٹھ کر روانہ

ہوا تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس کے پیچھے ہو لئے اس شخص کے دل میں خوف پیدا ہوا اور دل میں کہنے لگا کہ غلطی ہوئی اس آدمی کو اشرافیوں کے متعلق بتا دیا۔ اب جنگل کا موقع ہے ایسا نہ ہو کہیں یہ میرا گھونٹا دے۔ خیر چلتا رہا اور کچھ نہ کہا۔ جب اپنے گاؤں میں پہنچا اور گھر کے اندر داخل ہوا تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی اندر چلے گئے۔ اب چونکہ اپنی گلی میں کتا بھی شیر ہوتا ہے۔ اس آدمی نے کہا میں نے روٹی کا ٹکڑا دے کر عجب آفت مول لی۔ یہاں تک بھی میرا پیچھا نہیں چھوڑا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا خیر مجھے یہ بتاؤ کہ تمہاری لڑکی کہاں ہے۔ اس نے کہا وہ ہے۔ آپ نے دیکھا کہ تمام جسم پر کڑھ تھا۔ آپ نے پانی کا ایک گھونٹ منہ میں لیا اور پھر کئی کا ایک چھینٹا اس پر مارا وہ فوراً اچھی ہو گئی۔ پھر فرمایا تمہاری عورت کہاں ہے اس نے کہا وہ بھی ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اسے مخاطب کر کے فرمایا کب تک بکر کرے گی۔ اٹھ اور دیکھ اس نے آنکھ کھولی تو سب کچھ نظر آنے لگا۔ پھر فرمایا تمہارے لڑکے اور لڑکی کی قبریں کہاں ہیں وہ آپ کو ان کی قبروں پر لے گیا۔ اس کی عورت بھی ساتھ گئی کہ بچوں کی قبریں تو ان کھول سے دیکھ آؤں گی۔ جب وہاں پہنچے تو آپ نے فرمایا "قُمْ بِإِذْنِ اللَّهِ" دونوں لڑکی اور لڑکا قبروں سے باہر نکل کر ماں باپ کو لپٹ گئے۔ اس سے وہ آدمی حیران تھا اور کہنے لگا کہ جو کام آپ نے کئے ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے اندر زبردست قدرت ہے۔ کیونکہ کوڑھی کو ٹھیک کرنا تا بینا کو بینا کرنا اور مردہ کو زندہ کرنا تو کسی حکیم کے پس میں نہیں ہے۔ لیکن ایک بات میری سمجھ میں نہیں آئی وہ یہ کہ جب آپ میں اس قدر طاقت موجود ہے تو آپ درخت کے نیچے اس حالت میں کیوں پڑے تھے۔ آپ نے فرمایا کہ وہ حالت تھی تبھی یہ ہوا ہے۔ اگر وہ نہ ہوتی تو یہ بھی نہ ہوتا۔ اس کے بعد حضرت اقدس نے فرمایا کہ خیال میں بہت قوت ہے اور اس سے انسان بہت کام کر سکتا ہے۔

۹۔ رمضان المبارک ۱۳۶۰ھ (دیکم اکتوبر ۱۹۴۱ء)

رجنات کا تحفہ

آج حسب معمول حضرت اقدسؒ گیارہ بجے باہر تشریف لائے کچھ دیر جنگ کی حالت پر گفتگو فرماتے رہے۔ پھر بیٹی کی دیوالی کا ذکر ہونے لگا۔ فرمایا

کہ اس سال جنگ کے بلیک اوٹ کی وجہ سے دیوالی نہیں ہو سکے گی۔ صرف لوگ مٹھائی کھالیں گے۔ اس کے بعد فرمایا کہ پشاور میں ہمارے بھائی کے مکان میں جنات رہتے تھے۔ اور اچھے لوگ تھے۔ ہم جانتے ہیں وہ اچھے تھے۔ فرمایا ایک روز کچھ آثار پا کر گھر والوں نے کہا معلوم ہوتا ہے کہ کہیں ہمسایہ کے گھر بچہ پیدا ہوا ہے۔ ہم نے کہا نہیں تمہارے گھر میں ہے۔ پھر ہم نے جنات کی طرف مخاطب ہو کر کہا: ارے بھائی تمہارے ہاں خوشی ہوئی ہے۔ ہم بھی تمہارے ہمسایہ ہیں۔ ہمیں بھی مٹھائی کھلائی ہوتی۔ اس کے تھوڑی دیر بعد ایک آدمی دروازہ پر مٹھائی کا کھال لے کر آیا اور دے کر چلا گیا۔ ہم نے پوچھا کون دے گیا ہے۔ انہوں نے کہا کوئی شخص تھا جسے ہم نہیں پہچانتے۔ اس کے بعد عبدالسلام نے عرض کیا کہ حضور وہ جنات کا عمل بھی تو سہہ۔ فرمایا ہاں ایک دفعہ ہم آگرہ میں توکل کی حالت میں تھے۔ تین دن رات متواتر ہمارے چولہے میں آگ نہ سلگی۔ صاحبزادی کے متعلق فرمایا وہ چھوٹی تھیں۔ ان کے لئے دوکان سے دو روہ آتا تھا۔ مقصود حسن کچھ بڑے تھے۔ انہوں نے ہمارے کہنے سے یہ عمل کیا کہ قانچہ کے بعد یہ الفاظ کہے: "بچا سعدی شیرازی مٹھائی کھلاؤ تازی" اور پھر سو گئے ایک شخص مٹھائی کی ٹوکری لایا۔ اور کہنے لگا کہ میرے ہاں خوشی ہوئی ہے اور یہ آپ کا حصہ ہے۔ اس کے بعد فرمایا کہ یہ بچوں کا کھیل ہے۔ اس لئے ہم اس میں مشغول نہیں ہوتے۔ جب اللہ تعالیٰ خود بخود کوئی تحفہ بھیجتے ہیں تو ہم لیتے ہیں۔ اب کیا کہیں کہ ہم یہ نہیں لیتے ہم کو اور چاہئے۔ اور جب نہیں دیتے تو بھی خوش رہتے ہیں۔

موت کی محبت | جب موت آئے گی چلے جائیں گے۔ بلکہ عزرائیل سے کہیں گے کہ اتنے دن کہوں نہیں آئے۔ اب ہر انسان کو موت سے ملا دو۔ اس کے بعد فرمایا کہ مومن کو موت سے تر نہیں آتا۔ بلکہ وہ موت سے خوش ہوتا ہے۔ لیکن دنیا داروں کے لئے موت عذاب بن جاتی ہے۔ اب موت کا اچھا لگنا دو طرح کا ہے۔ بعض لوگ موت کو اس لئے اچھا سمجھتے ہیں کہ اس کی وجہ سے دنیا کے مصائب سے نجات پاتے ہیں اور بعض لوگ اتنے موت سے محبت رکھتے ہیں کہ وہ دوست

سے ملاتی ہے۔ ان دونوں نظریات میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ پہلی صورت میں موت سے محبت نفسانی ہوتی ہے۔ آدمی نہیں جانتا کہ وہ موت کی خواہش کرنے کے باوجود بھی اپنے نفس کے گرد طوائف کر رہا ہے۔ دوسری صورت سخن ہے اس میں نفسانیت کو دخل نہیں۔ فرمایا انسان کو اللہ سے نسبت عشق پیدا کرنی چاہئے۔ اب جس کو اللہ سے عشق ہو گا وہ موت سے کب ڈرتا ہے۔ اس کے بعد فرمایا کہ موت کے وقت گھبراہٹ کا ہونا اس کے منافی نہیں ہے۔ کیونکہ یہ گھبراہٹ فطری ہوتی ہے۔ جب انسان ایک نئی جگہ پر جانے کے لئے تیاری کرتا ہے تو فطرتاً اس کے دل میں گھبراہٹ ہوتی ہے۔ اس کے بعد دریافت فرمایا کہ حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت (اویچ شریف) کا عرس شریف کب ہے؟ احقر کو چونکہ معلوم نہ تھا اس لئے خاموش ہو کر سوچتا رہا۔ آپ نے فرمایا شاید عید الضحیٰ کے دن ہے۔ فرمایا جب عید کے روز روح قبض کرنے کے لئے عزرائیل آئے۔ آپ نے فرمایا کہ جاؤ تم ہمارے بال بچوں کی عید خراب کرنے کے لئے آئے ہو۔ پھر آنا۔ وہ چلے گئے اور شام کو پھر آئے۔ آپ تیار تھے اور فرمایا جلد ہی اپنا کام کرو۔

اس کے بعد فرمایا کہ حضرت حاجی ادا اللہ صاحب جہا جرمی

کافر شاہ صاحب

کا ایک مرید تھا۔ جس کی عمر ایک سو بیس سال تھی۔ جنات کا علم جانتا تھا۔ اور جڑی بوٹیوں سے بھی واقفیت تھی۔ لوگوں کا خیال تھا کیسا بھی جانتا ہے۔ ان سب چیزوں سے اس کو اطمینان قلب میسر نہ تھا۔ اس لئے حضرت حاجی صاحب کی خدمت میں آکر شرف بیعت حاصل کیا۔ وہ کہتے ہیں کہ کلیر شریف میں نہر کے کنارے جھونپڑی میں ایک فقیر رہتا تھا۔ جو اپنے آپ کو کافر شاہ کہتا تھا اور لوگ بھی اسے اسی نام سے پکارتے تھے۔ وہ کہتے ہیں ایک روز کافر شاہ نے کہا کہ آج عصر کے وقت میرے پاس آنا۔ میں عصر کے وقت اُن کے پاس گیا۔ لیکن عصر کی نماز ابھی نہیں پڑھی تھی۔ نماز سے پہلے چلا گیا تھا۔ خیال تھا کہ وہیں پڑھ لوں گا۔ میرے پہنچتے ہی انہوں نے کہا کہ بویہ کفن ہے اور خود چادر اوڑھ کر لیٹ گئے اور لیٹتے ہی جاں بحق ہو گئے۔ وہ کہتے ہیں کہ اس میں حیران تھا کہ کیا کروں۔ میں اکیلا تھا نادان نہیں

پڑھی تھی۔ عصر کا وقت جا رہا تھا۔ میں نے کہا اگر مرد سے کو اکیلا چھوڑ کر وضو کرنے جاؤں تو جنگلی جانوروں کا خطرہ ہے۔ کیا کروں کوئی اور آدمی نہیں جسے چھوڑ کر جاؤں۔ اتنے میں وہ چادر مٹا کر اٹھ بیٹھے اور کہنے لگے کہ جاؤ نماز پڑھ لو۔ اور فکر مت کرو لوگ آجائیں گے ان کے یکا یک اٹھ بیٹھنے سے میں بہت ڈرا اور کانپتا ہوا وضو کرنے چلا گیا۔ جب میں نماز پڑھ کر واپس آیا تو وہ کچھ چادر لے کر لیٹنے لگے۔ میں نے ان کا ہاتھ پکڑ لیا اور کہا حاجی حضرت یہ تو بتائیے کہ آپ نے یہ کمالات کہاں سے حاصل کیے۔ وہ کہتے ہیں کہ انہوں نے اپنے ایک ہاتھ سے ٹھوری کو اور دوسرے سے پیشانی کو پکڑ کر ان کا چہرہ حضرت عابد صاحب علیہ الرحمۃ کے مزار کی طرف کیا اور کہا کہ وہاں سے جہنم نے نظر کی تو دیکھا کہ آسمان سے لگا کر مزار شریف تک ایک نور کا ستون نظر آ رہا تھا اور اس ستون کے اندر کئی ہزار عالم تھے یہ کہہ کر کھرو ولپٹ گئے اور لیٹتے ہی جاں بحق ہو گئے۔ اس کے بعد لوگ آنے شروع ہوئے اور کہنے لگے کہ ہم نے سنا ہے کہ کافر شاہ صاحب کا وصال ہو گیا ہے۔ غور کیا گیا ہے۔ جہنم کے کھنڈوں کے بعد وہیں دفن کیا گیا۔ اس کے بعد ٹھوڑی دیر خاموشی ہو کر حضرت اس کے فرمایا کہ کافر کے معنی چھپا سنے والا بھی ہیں۔ یعنی راز معرفت چھپا سنے والا۔ پھر آپ نے امیر خسرو علیہ الرحمۃ کے یہ اشعار پڑھے۔

کافر عشقم مسلمان مراد کار نیست
از سربالین بلکن برینز اسے ناواں طبیب
ہر رگب من تا رگشہ حاجت زنازیست
درد مند عشق را دارو بجز دید نیست
فرمایا بیمارِ عشق کہتا ہے۔ کہ اے ناواں طبیب جاؤ ہم تمہارا علاج نہیں چاہتے
ہمیں تو اس کا دیا رہا ہے۔ فرمایا کہ کیا بلند بستیاں تھیں۔

فرمایا ایک روز حضرت امیر خسرو بادشاہ گناہ گار سے یہ بھیجے ہوئے
تھے۔ اور اس بات پر بحث ہو رہی تھی کہ سزاؤں میں کونسا سزا بہتر
ہے۔ کسی نے کہا ستار بہتر ہے کسی نے کہا سارنگی کسی نے کچھ کہا کسی نے کچھ کہا
حضرت امیر خسرو خاموش بیٹھے سن رہے تھے۔ لوگوں نے کہا حضرت آپ ہی فرمائیے
آپ کیوں چپ بیٹھے ہیں۔ بادشاہ نے ان کی طرف دیکھا اور اسے روفی کا اشارہ کیا۔ آپ

نے فرمایا کہ بہترین ساز ہے۔ دیگ پر حمچہ کی آواز۔ سب لوگ مذاق سمجھ کر منہ لگے اور آپ خاموش ہو گئے۔ دس پندرہ روز کا مغالطہ دے کر آپ نے بادشاہ اور سب امراء و وزراء کو کھانے اور سماع کی دعوت پر بلایا۔ سب خوش ہوئے کہ حضرت امیر خسروؒ فن موسیقی کے ماہر ہیں۔ ان کے ہاں نہایت اعلیٰ قسم کے گانے سنیں گے۔ خیر آپ نے سب اہتمام کیا۔ اچھے اچھے گانے والے بلائے گئے اور بہت دیر تک گانا ہوتا رہا۔ یہاں تک کہ بارہ بج گئے۔ ایک بج گیا۔ دو بج گئے۔ تین اور چار بج گئے۔ اب سب لوگوں کے چہرے بھوک سے فاق ہو رہے تھے۔ اور ذوق و شوق میں فرق آ گیا۔ آپ نے اندر جا کر باورچی سے کہا اب زور سے دیگ پر حمچہ مارو۔ جب اس نے حمچہ مارا تو اس کی آواز سن کر سب لوگوں کی جان میں جان آئی اور عقل میں پھر وہی رونق بحال ہو گئی۔ یہ دیکھ کر آپ نے فرمایا کہ میں نے نہیں کہا تھا کہ دیگ پر حمچہ کی آواز بہترین ساز ہے اب تم نے خود دیکھ لیا کہ کس قدر دلکش اور جہاں پیور آواز ہے۔ اس پر حضرت اقدسؒ نے فرمایا کہ بادشاہ کے سامنے حضرت امیر خسروؒ کا یہ جواب کوئی مذاق نہ تھا۔ بلکہ دوسرے الفاظ میں آپ نے سب کو حقیقی کہ بادشاہ کو بھی بتا دیا کہ سرود اور گانے کے متعلق بحث کرنے اصحاب معرفت کا کام ہے۔ مہاری کیا ہستی ہے کہ تم اس بات کا فیصلہ کر سکو کہ بہترین ساز کیا ہے۔ تم تو پیٹ کے گتے ہو۔ مہارے لئے بہترین ساز دیگ پر حمچہ کی آواز ہے۔ اس کے بعد حضرت اقدسؒ نے عبدالسلام کی طرف دیکھ کر فرمایا کہ ان کو بہت بھوک اور پیاس لگ رہی ہے۔ فرمایا آج کے روزہ میں خوب مزہ آئے گا۔ مزہ اسی روزہ میں آتا ہے۔ جب سخت بھوک لگے۔ اسکے بعد فرمایا کہ کان شاہ کا قصہ سن لیا۔ اب ریتی شاہ کا قصہ سنو۔ ارشاد فرمایا کہ اگر وہ میں ایک مجذوب۔

ریتی شاہ صاحب رہتے تھے۔ جن کا نام ریتی شاہ تھا۔ اور وہاں ایک اور شخص رہتے تھے۔ جن کے قبضہ میں جنات تھے۔ ان کا نام حسن خاں تھا۔ ان کے دوست کا طرح کی فرمائش کرتے تھے اور وہ ہاتھ لبا کر کے دور دراز مقامات سے چیزیں انھیں ان کو دیتے تھے۔ یہاں تک کہ ہری لونگ ملایا اور افریقہ سے لادیتے تھے۔

رتبی شاہ صاحب کے ہاتھ میں ایک نہایت خوبصورت اور قیمتی تسبیح رتبی تھی۔ لوگوں نے
 حسن خاں سے کہا کہ تمہارا کمال تب ہے کہ رتبی شاہ کی تسبیح منگو او انہوں نے کہا بہت
 اچھا اور ہاتھ بڑھایا اب جو لوگ رتبی شاہ صاحب کے پاس بیٹھے تھے ان کا بیان ہے
 رتبی شاہ صاحب نے "ہشت" کہا کہ ہاتھ کو جھٹک دیا۔ ادھر حسن خاں اسی وقت
 پاگل ہو گیا۔ اسی شام اس کو وائسرائے کو اپنا کمال دکھانا تھا۔ وہ بھی نہ ہو سکا۔ غرضیکہ
 بیماری میں اس کی حالت ایسی خراب ہوئی کہ لوگ اس کے کمرے کو روزانہ صاف کر کے
 تھے لیکن پھر بھی وہ غلاظت سے کھل رہتا تھا۔ آخر کار اسی حالت میں وہ مر گیا۔ رتبی شاہ
 ہمارے مولانا صاحب (حضرت مولانا شاہ وارث حسن خاں) کے دوست تھے۔ حسب مولانا
 صاحب اگرہ میں تشریف لائے تو ان سے ملنے اور باتیں کرنے تھے۔ ایک دن رتبی شاہ صاحب
 کھڑے تھے کہ ایک ہندو لڑکا آیا جو نہایت خوبصورت تھا۔ رتبی شاہ صاحب نے کہا
 "ارے تو میرے پیٹ میں آ جا" مولانا صاحب نے فرمایا میں نے جلدی سے ان سے
 منہ پر ہاتھ رکھ دیا اور کہا کہ یہ کیا کہہ رہے ہو۔ لیکن وہ کہہ چکے تھے۔ وہ فوراً گریس اور جان
 بحق ہو گئے۔ مولانا صاحب نے فرمایا کہ اگر وہ یہ کہتا کہ میں تیرے پیٹ میں جاؤں تو تمہارا
 مر جاتا۔ کیونکہ کسی کے پیٹ میں جانے کا نتیجہ تو یہی ہوتا ہے۔ مولانا صاحب نے فرمایا
 کہ اب میں اکیلا تھا۔ حیران تھا کہ کیسے ان کی ٹانگیں و گھٹینا کی جاکے۔ میرے پاس نہ
 ڈھائی روپے تھے۔ ڈھائی روپے سے کیا ہو سکتا تھا۔ خیر میں نے چادر سے لے کر
 ڈال دی۔ اتنے میں لوگ آئے اور کہنے لگے ہم سے مناسب ہے کہ رتبی شاہ صاحب
 وصال ہو گیا ہے۔ میں نے کہا ہاں۔ انہوں نے کہا آپ سب سے فکر ہو رہے ہیں۔ انہوں نے
 ہم خود کریں گے۔ مولانا صاحب نے فرمایا اچھا میں مانتا ہوں لیکن اگر وہ
 ان کو قبر میں میں اتاروں گا۔ وہ سب راضی ہو گئے۔ جب تو میرے پاس نہ تھے
 کہ اب تم لوگ ہٹ جاؤ۔ انہوں نے کہا آپ کو بلے چلانا آتی ہیں۔ بس سونے پہلو ان ہیں
 آپ کیسے ان کو اٹھا میں گے۔ ہم آپ کی مدد کر دیتے ہیں۔ میں نے کہا ہرگز نہیں۔ تم سے
 جو وعدہ کیا ہے۔ اس کے مطابق عمل کرنا ہوگا۔ خیر وہ لوگ لگ ہو گئے۔ میں نے ان کے اندر

کھڑا ہو گیا اور اُن سے کہا کہ اب نعش کو اٹھا کر میرے ہاتھوں پر رکھ دو۔ میں نے کہا کہ گکڑی کی طرح ہو جاؤ۔ اب ان کا وزن بالکل کم ہو گیا۔ اور گکڑی کی طرح میرے ہاتھوں پر پڑے تھے۔ میں نے ان کو نیچے اتارا اور زمین پر لٹا کر منہ سے کپڑا ہٹایا یہ دیکھ کر انہوں نے زور سے تہقہہ لگایا۔ میں نے کفن پھراؤں کے منہ پر ڈال دیا۔ اور باہر آ کر قبر بند کر دی میں نے اس لئے لوگوں سے نیچے اتارنے کا وعدہ کرایا تھا کہ میں اُن کو جانتا تھا کہ کوئی نہ کوئی حرکت ضرور کریں گے۔ جس سے لوگوں میں اختلاف پڑ جائے گا۔ کوئی کہے گا زندہ ہیں۔ دفن مت کرو کوئی دفن کر دیں گے اور دوسرے لوگ آکر اُن کی نعش کو باہر نکال دیں گے۔ وغیرہ۔ میں نے نہ چاہا کہ اس طرح ان کی مٹی پلید ہو اس لئے خود قبر میں اتارا تاکہ اوروں کو ان کی حرکات کا علم نہ ہو۔ مولانا صاحب فرماتے ہیں کہ اس کے بعد ایک دفعہ میں اس جگہ سے گذرا جہاں ریتی شاہ صاحب بیٹھا کرتے تھے اس خیال سے کہ ایک دفعہ اُن کے بیٹھنے کی جگہ کو دیکھ لوں کیونکہ وہ میرے دوست تھے اور وہیں بیٹھ کر باتیں کیا کرتے تھے۔ جب میں وہاں پہنچا تو دیکھا کہ وہی ہندو لڑکا ان کی جگہ پر بیٹھا ہے میں نے ذرا گہری نظر سے دیکھا تو اس کو صاحبِ خدمت پایا۔ اس کے والدین پریشان تھے کہ کیا ہو گیا ہے۔ لیکن وہ وہیں مست ہو کر بیٹھا تھا۔

اس کے بعد حضرت اقدسؒ نے فرمایا کہ کبھی کبھی حسن بھی فائدہ دے جاتا ہے۔ اسی تفسیر کے دوران میں فرمایا کہ مجذوب

مجذوب کی حقیقت

ہو جانا درمیانی منزل ہے۔ جیسے ایک شرابی پی کر مست ہو جاتا ہے۔ اسی طرح مجذوب بھی مغلوب الحال ہو کر مست ہو جاتا ہے۔ اس سے اس کی ترقی رک جاتی ہے یہ ایک نقص ہے۔ مجاذیب کے نزدیک نہیں جانا چاہئے اور نہ اُن کے مزارات پر جانا چاہئے مجاذیب سے فائدہ کی بجائے نقصان پہنچنے کا احتمال زیادہ ہے۔ اس کے بعد فرمایا کہ مجذوب جب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ اقدس پر جاتے ہیں تو بالکل ٹھیک ہو جاتے ہیں۔ اُن کا جذب ختم ہو جاتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ شان ہے کہ طرف بھی دیتے ہیں اور منظوت بھی۔ باقی بزرگانِ ظرف کے

مطابق دیتے ہیں۔ گلاس لے جاؤ تو گلاس بھر دیتے ہیں۔ شکالے جاؤ تو مشکا بھر دیتے ہیں۔ لیکن ظرف کو زیادہ نہیں کر دیتے۔ البتہ حضرت خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ چونکہ نائب رسول ہیں اسلئے ان میں بھی وہی شان کسی حد تک ہے۔ آپ ظرف بھی دیتے ہیں اور ظرف بھی۔

اس کے بعد فرمایا کہ عبد القیوم صاحب اجمیر شریف کے ایکسٹرا اسٹنڈٹ کمنٹری تھے۔ جو حضرت کے معتقد تھے۔ اور اکثر لاکرتے تھے ان کے ایک

عرب کا حُسن

دوست جو سائنسدان تھے اور مذہب کے معاملات میں بہت بدظن۔ وہ کہتے ہیں کہ ایک دن میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی سوانح حیات پڑھ رہا تھا۔ جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حُسن و جمال کا ذکر تھا۔ میرے دل میں خیال پیدا ہوا کہ عرب ایک نہایت گرم ملک ہے۔ وہاں کے لوگ کس طرح حسین ہو سکتے ہیں۔ یہ خیال میرے دل میں آیا اور تھوڑی دیر کے بعد رفع ہو گیا۔ وہ کہتے ہیں کہ ایک دن میں اجمیر شریف کی درگاہ میں نماز پڑھنے کے لئے گیا۔ ایک نہایت خوبصورت عرب نے نماز پڑھائی۔ وہ اس قدر خوبصورت تھے کہ میں نے عمر بھر میں ایسا حسین انسان نہیں دیکھا۔ دراصل بات یہ تھی کہ نماز شروع ہونے سے پہلے وہ وہاں آئے تھے اور امام مسجد نے ازراہ اخلاق ان سے امامت کے لئے کہا۔ وہ کہتے ہیں کہ نماز پڑھنے کے بعد میں بیٹھا ہوا تھا کہ وہ شخص آئے اور میرے کندھے کو ہلا کر کہا کہ دیکھ لیا عرب کا حُسن۔

اس کے بعد احقر کی طرف مخاطب ہو کر دریافت فرمایا کہ حُسن و جمال میں کیا فرق ہے۔ احقر خاموش ہو کر سننے کے انتظار میں بیٹھا رہا۔

حُسن و جمال کا فرق

آپ نے فرمایا تم سے بوجھ رہا ہوں تم بتاؤ۔ عرض کیا کہ حضور کی کتاب ستر دہراں میں دیکھا ہے فرمایا ہاں یہ بات تم نے وہیں دیکھی ہوگی۔ اس کے بعد خود ہی فرمایا کہ حُسن ایک یاد و احاطہ خالصورتی کا نام ہے۔ مثلاً کسی کی آنکھ ناک اچھے ہیں تو کہا جائے گا حُسن ہے۔ حُسن و جمال وہ ہے جو ہر پہلو سے اور ہر لحاظ سے خوبصورت ہو "اللذَّ جَمِيلٌ وَ يَجِبُ الْجَمَالَ" اس کے بعد احقر نے عرض کیا کہ حُسن کو دیکھتے وقت کبھی طبیعت میں صعود ہوتا ہے اور کبھی نزول فرمایا صعود و نزول دونوں اسی کی شانیں ہیں۔ ہاں بے کیفی نہ ہو۔ فرمایا اس صعود و نزول کی کوئی وجوہات ہیں۔ ایک یہ کہ ظاہر میں ایک شخص حسین ہو گا لیکن باطن میں نہایت کثیف اور

اس کی کثافت کا اثر دیکھنے والے پر پڑتا ہے جس سے وہ متاثر ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ حضرت اقدس نے اور وجوہات بھی بتائے۔ لیکن احقہ اچھی طرح نہ سمجھ سکا۔

۱۱۔ رمضان المبارک ۱۳۶ھ۔ شب جمعہ

آج شب حافظ صاحب نے وٹروں میں پہلی رکعت میں اِذَا جَاءَ وَوَسْرِي فِي تَبْتِ يَدَا اور تیسری میں لَا يَلْعَبُ قُرْبِي پڑھی۔ بعد فراغت نماز حضرت اقدس نے حافظ صاحب کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ آج تبت بدات سے لا یلعب پر پہنچ گئے۔ خیر نماز تو ہو جاتی ہے امام اعظم کے نزدیک ترتیب ضروری ہے۔ دراصل سورہ کا پڑھنا تو القا پر منحصر ہے۔ سورہ فاتحہ کے بعد جس سورہ کا القا ہوتا ہے وہی پڑھی جاتی ہے۔ اور وہ القا چشم زون میں ہو جاتا ہے۔ فرمایا وہی شجر سوئی کا تھتور کرنا چاہئے۔

روا باشد انا الحمد از درختے چرا نبود روا از نیک سختے

یعنی جب درخت اِنِّ اَنَا اللہ کہہ سکتا ہے۔ تو ایک خدا رسیدہ انسان کیوں نہیں کہہ سکتا۔ دراصل وہ درخت نہیں تھا جو "اِنِّ اَنَا اللہ" کہہ رہا تھا۔ بلکہ وہ خود تھا۔ عدیث شریف میں ہے۔ نماز میں بندہ خدا سے ہم کلام ہوتا ہے اور قرآن شریف پڑھتے وقت خدا بندہ سے ہم کلام ہوتا ہے۔ اس لئے نماز کو معراج المؤمنین کہا گیا ہے۔ فرمایا شاعر نے ایک ہی شعر میں منصور کا مسئلہ حل کر دیا ہے۔

شجر سوئی سے

اس کے بعد جنگ کے متعلق گفتگو ہونے لگی۔ فرمایا کہ آجکل انگریزوں کے بہت جہاز ڈوب رہے ہیں۔ پھدیاں بہت خوش ہوں گی۔ ان کی خوب دعوت ہو رہی ہے۔ کھمن۔ ڈبل روٹی۔ اور گوشت خوب کھاتی ہوں گی۔ فرمایا بندہ نواز حضرت سید محمد گیسو دراز نے اپنی ایک کتاب میں لکھا ہے کہ ایک دفعہ بڑے زور کا ٹھکانا پڑا۔ اس زمانہ میں مخط بہت تکلیف دہ ہوتا تھا۔ آجکل تو دلیوں کے ذریعے کے فوراً ایک ٹنگہ سے دوسری ٹنگہ اناج بھیجا جاسکتا ہے۔ اور ہند کا مستان غلہ مل ہی جاتا ہے۔ لیکن پہلے زمانہ میں ملتا ہی نہیں تھا اور لوگ اکثر بھوک سے مر جاتے تھے۔ حضرت گیسو دراز نے لکھا ہے کہ تلخ کے دوران میں ایک دفعہ ہم سفر کر رہے تھے۔ پمیلوس اور کوول کو دیکھ

مسئلہ خیر و شر

کہ بہت خوش ہیں۔ اور ہمیں کشت کے ذریعہ سے معلوم ہوا کہ وہ اللہ تعالیٰ سے کہہ رہی ہیں تیرا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ نہایت اچھا وقت مل رہا ہے۔ گوشت خوب کھانے کو ملتا ہے۔ اس کے بعد فرمایا کہ اس سے ظاہر ہوا کہ دنیا میں شتر محض کا وجود نہیں ہے۔ جو کچھ شتر اس دنیا میں دکھائی دیتا ہے۔ وہ حقیقی شتر نہیں ہے بلکہ شترِ اعتباری ہے۔ اب یہ آگ ہے بہت فائدہ مند چیز ہے۔ اس پر کھانا پکاتے ہیں۔ سردیوں میں گرمی پہنچاتی ہے۔ اور کئی مفید کام اس سے ہوتے ہیں۔ لیکن اس میں ہاتھ ڈال دیا جائے یا چھتیر میں لگا دی جائے تو شتر بن جاتی ہے۔ اسی طرح تلوار کو لو اس سے دشمن کو مارنا اس کا جائز استعمال ہے لیکن اگر اس سے اپنی اولاد کو ذبح کیا جائے تو باعثِ شر ہے۔

اس کے بعد حافظ صاحب نے عرض کیا کہ آج رات ریڈیو پر پھر سے

ضرورتِ شیخ

قرآن ستریف سنا جائے گا۔ آپ سے فرمایا کہ کسی اور وقت۔ اب ہم تھکے

ہوئے ہیں۔ اب بڑھے ہو گئے ہیں۔ وہ جوانی کا زمانہ گویا۔ جب بچا ہوں میں مزہ آیا کرتا تھا۔ اب تو گیان دھیان کا وقت ہے۔ کل بھی نہیں سمجھ سکے۔ آج شب جمعہ ہے۔ آج بھی نہیں سوئیں گے۔ آج ہمیں کچھ کام کرنا ہے۔ جو کچھ کرنا پڑتا ہے۔ تم لوگوں کی خاطر کہتے ہیں جو بے مشاغل تم لوگوں کو بتائے جاتے ہیں۔ ان کو ہمیں خود بھی کرنا پڑتا ہے۔ اس کو اس وقت غلام نکال کر روحانی توجہ کے ذریعہ مہتاری طرقت منتقل کیا جاتا ہے۔ فرمایا اسی لئے کہ شیخ و امیر ہوتی ہے۔ ورنہ ہر ایک شخص کتابیں پڑھ کر ولی اللہ بن جاتا۔ شیخ کو بہت محنت کرنی پڑتی ہے اور یہ سب کچھ مہتاری خاطر کیا جاتا ہے۔ ورنہ ہم تو فرض نماز کے بعد پڑھے۔ پڑھیں سیر ہیں۔ ہمیں بہت تکلیف ہوتی ہے۔

۱۰۔ رمضان المبارک ۱۳۶۶ھ

عشق و مہر و شہی

آج بعد فراغت تراویح و جلالت ذکر کے بعد

فرما رہے۔ اور آج آپ کی تقریر میں خاص کیفیت تھی۔ کہ ان کے دل میں کئی کئی مقامات فرمایا کہ حضرت مولانا رشید احمد صاحب بالنگون کے پاس ایک نوجوان آیا اور عرض کیا کہ میں فلاں لڑکی پر عاشق ہوں۔ میرے والدین نے اسے نہ مانا اور شادی اس

لڑکی سے ہو جائے۔ لیکن لڑکی کے والدین رضامند نہیں ہوتے۔ اور آج اس لڑکی کی شادی کسی اور سے ہو رہی ہے۔ برات ان کے گھر پر آ رہی ہے۔ مولانا گنگوہی رح نے فرمایا۔ اسے بھائی میں تو مولوی ہوں مجھے گنڈے تعویذ سے کیا تعلق میں تو قرآن اور حدیث کا درس دیا کرتا ہوں۔ کوئی مسئلہ وغیرہ پوچھنا ہو تو پوچھ سکتے ہو۔ اس نے کہا نہیں حضور مجھے آپ پر اعتقاد ہے ہرگز نہیں مانوں گا۔ آپ نے بہتیرا سمجھا یا وہ باز نہ آیا۔ مجبور ہو کر آپ نے تعویذ لکھ ویا اور فرمایا کہ فوراً اسے سفید کپڑے میں باندھ کر اپنے بازو پر باندھ لے۔ اس نے اپنے کرتے کو چیر ڈالا اور تعویذ کو فوراً بازو پر باندھ کر گھر چلا گیا۔ کتھڑی دیر کے بعد لڑکی والوں کی طرف سے ایک آدمی دوڑتا ہوا آیا اور کہنے لگا کہ جلدی آؤ شادی کر لو ان لوگوں سے ہمارا جھگڑا ہو گیا ہے اب چونکہ دہن تیار بیٹھی ہے۔ زیر کی گنجائش نہیں ہے۔ انہوں نے جا کر شادی کر لی اور لڑکی کو گھر لے آئے۔ اب شہر میں اس تعویذ کا عام چرچا ہو گیا۔ لوگوں نے پوچھا اسے بھائی دکھاؤ تو سہی یہ کس قسم کا تعویذ ہے۔ اس نے کہا ہرگز نہیں دکھاؤں گا۔ ایک دن وہ غسل کر رہا تھا اور اس کے کپڑے حمام سے باہر رکھے تھے۔ ہاتھ وقت اس نے اپنا تعویذ بھی اتار کر وہیں رکھ دیا تھا۔ یار لوگ تاک میں تھے۔ اٹھالیا اور کھول کر دیکھا تو یہ لکھا تھا۔

”یا اللہ! میں جانتا نہیں اور یہ مانتا نہیں۔ یہ تیرا بندہ ہے اور تو اس کا رب۔ اب توجان اور تیرا کام“

اس کے بعد فرمایا کہ انسان کو چاہئے کہ اللہ سے صحیح نسبت پیدا کرے۔ حاضرین میں سے ایک نے عرض کیا کہ صحیح نسبت کس طرح پیدا ہوتی ہے۔ فرمایا صحیح نسبت والوں کی صحبت میں بیٹھنے سے۔

اس کے بعد فرمایا پنجاب میں دروزہ کا ایک تعویذ مروج ہے اور بہت مجرب ہے۔ ایک دفعہ ایک درویش اپنے کچھ مریدوں کے ساتھ ڈیرہ جاتا

تعویذ دروزہ

یعنی ڈیرہ غازی خاں، ڈیرہ اسماعیل خاں کے علاقہ میں گئے۔ بڑے زور کی بارش ہو رہی تھی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ آسمان میں چھید ہو گیا ہے اور بوندیں نہیں پانی گری رہی ہے اس درویش نے سامنے ایک مکان خالی دیکھا اور فوراً اس میں گھس گئے اور اپنے گھوڑے

وغیرہ اس میں باندھ دیئے۔ لوگوں نے کہا ارے میاں کس ظالم کے گھر کے اندر داخل ہوئے ہو۔ یہ ایک نہایت ظالم شخص کا گھر ہے۔ وہ ابھی آئے گا اور تم سب کو باہر نکال دے گا۔ انہوں نے کہا اب بارش ہو رہی ہے۔ کہاں جائیں خدا بہتر ہی کرے گا۔ اس وقت مالک مکان کی عورت کو دروازہ شروع ہوا اس نے اپنے خاوند سے کہا کہ جلدی جاؤ اور دائی کو بلا لاؤ۔ وہ باہر آیا اور ان درویش کو اپنے مکان کے اندر بیٹھا ہوا دیکھ کر کہنے لگا کہ اچھا ہوا آپ ہمارے گھر پر اترے ہیں۔ مہربانی فرما کہ کوئی تعویذ دیکھئے میری عورت دروازہ میں مبتلا ہے اس وقت بارش ہو رہی ہے۔ دائی کو کہاں سے بلا کر لاؤں۔ انہوں نے پنجابی زبان میں تعویذ لکھا۔ جس کا مضمون یہ تھا: ہم نے اور ہمارے جانوروں نے بارش میں اس کے مکان میں پناہ لی۔ ہماری بلا سے اس کی عورت مرے یا بچے، تعویذ دے کر کہا کہ فوراً جا کر اس کی ران پور کھ دو۔ لیکن باندھنا مت۔ جس وقت بچہ باہر آئے فوراً تعویذ مٹالینا ورنہ تمام انٹریاں باہر آجائیں گی۔ چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا اور بلا کسی تکلیف کے بچہ پیدا ہو گیا۔ اس کے بعد فرمایا کہ اب تک اجازت کے ساتھ اس تعویذ کا وہی اثر باقی ہے۔

مولانا کریم رضا صاحب | اس کے بعد مولانا کریم رضا صاحب کا ذکر ہونے لگا۔ فرمایا کہ مولانا کریم رضا صاحب گیا کے رہنے والے تھے اور اجمیر شریف میں بارہ سال مقیم رہے۔ وہ بڑے رند تھے۔ اور دہلی میں اکثر طوائف کے ہاں جایا کرتے تھے۔ درویشی سے پہلے وہ بہت بڑے متشہر عالم تھے۔ اور صوفیوں پر اعتراض کیا کرتے تھے۔ ایک دفعہ ان کے ہاں چند دوست آئے اور کہنے لگے کہ ہم حضرت وارث علی شاہ صاحب کی خدمت میں جا رہے ہیں۔ آپ بھی ہمارے ساتھ چلیں۔ انہوں نے کہہ کر کہ نہیں بھائی میں تو ان کے پاس نہیں جاؤں گا۔ وہ خلاف شرع کام کرتے ہیں۔ ان کے ہاں جانا ناجائز ہے۔ ان کے دوستوں نے انہیں بہت مجبور کیا اور کہا کہ اگر آپ ہمارے ساتھ نہیں چلتے تو ہم واپس چھوڑ جائیں گے۔ اب وہ خلیق تھے مہانوں کو آزرہ خاطر دیکھنا نہیں چاہتے تھے۔ مان گئے۔ لیکن اس شرط پر کہ اگر انہوں نے کوئی خلاف شرع بات کہی تو میں انہیں وہیں پکڑ لوں گا۔ انہوں نے کہا بہت اچھا آپ کو اختیار ہے۔ چنانچہ وہ روانہ ہوئے

جب وہاں پہنچے تو دیکھا کہ حضرت وارث علی شاہ صاحب کے گرد طوائف بیٹھی ہیں۔ اب مولوی کریم رضا صاحب سٹ پٹائے لیکن آچکے تھے کوئی چارہ نہ تھا جا کر بیٹھ گئے۔ ان کے بیٹھے ہی شاہ صاحب نے دریافت فرمایا کہ مولوی صاحب روح مذکورہ یا ٹونٹ۔ یہ عالم تھے اور جانتے تھے کہ روح ٹونٹ ہے۔ اگر کہتے کہ ٹونٹ ہے تو یہ ان کے اعتراض کا جواب تھا اور ذکر کہہ نہ سکتے تھے۔ فادوش ہو کر سوچتے رہے۔ مولوی کریم رضا صاحب کہتے ہیں کہ جب میں نے شاہ صاحب کی طرف نظر کی تو دیکھا سر سے پاؤں تک عورت ہیں۔ شاہ صاحب نے یہ بھی فرمایا کہ ہم تو یہ ہو چکے ہیں۔ اب صرف کھال کا کیا جرم ہے۔ اس سے مولوی صاحب پر حالت طاری ہو گئی۔ اور بیہوش ہو کر گر پڑے۔ جب ہوش میں آئے تو اپنے سابقہ خیالات سے توبہ کی اور وہیں سے ان کا کام بن گیا۔

مولانا کریم رضا صاحب
طوائف کے حضور میں

اس کے بعد فرمایا کہ الہی جان دہلی میں ایک نہایت خوبصورت طوائف تھی ایک دن دسہرہ کا جلوس قاضی کے حوض سے گزر کر چاہڑی بازار (طوائف کا بازار) میں جا رہا تھا۔ لوگوں نے

دیکھا کہ اوپر چوتڑہ پر الہی جان کرسی پر بیٹھی ہوئی ہے۔ اور مولوی کریم رضا صاحب اس کے پیچھے لہنگہ باندھ کر کھڑے ہوئے ہیں۔

فرمایا ایک دفعہ ایک کشمیری طوائف دہلی آئی جو نہایت حسین تھی اسکے علاوہ نہایت اچھا گاتی تھی۔ فارسی سے اچھی طرح واقف تھی۔ اور بہت حاضر جواب تھی۔ مولوی کریم رضا صاحب کو اس سے ملنے کا شوق پیدا ہوا۔ اس کے مکان پر گئے اور دسکادی حضرت نے فرمایا اب یہاں ایک پوائنٹ (POINT) ہے۔ وہ باہر آئی اور دریافت کیا کہ کیا چاہتے ہو ماہیوں نے کہا میں اور تو کچھ نہیں چاہتا صرف آپ کے پاس بیٹھ کر کچھ باتیں کرنا چاہتا ہوں اس نے کہا اس پر بھی قیمت لگتی ہے۔ میں پانچ منٹ آپ کے پاس بیٹھوں گی اور پچیس روپے لوں گی۔ انہوں نے کہا میں غریب آدمی ہوں میرے پاس اتنے روپے کہاں ہیں اس نے کہا نہیں ہیں تو پھر جاؤ۔ اُن کے ایک دوست تھے جن کا نام مولوی احمد حسین صاحب تھا۔ جن کا مزار جے پور میں ہے۔ مولوی کریم رضا صاحب نے یہ ماجرا جا کر ان سے بیان کیا۔

انہوں نے کہا ارے بھائی چلو ہم تم کو لے چلتے ہیں۔ جب وہ دونوں وہاں پہنچے تو مولوی کریم رضا باہر بیٹھ گئے۔ اور کہنے لگے کہ میں تو بلا اجازت اندر نہیں جاؤں گا۔ مولوی احمد حسین صاحب گئے اور دستک دی۔ وہ باہر آئی اور وہی گفتگو ہوئی۔ انہوں نے کہا بس یہی ہے۔ جو کچھ تو مانگتی ہے ہم دیدیں گے۔ اور اندر چلے گئے۔ وہاں جا کر ایک نظر اس پر کر دی۔ جس کا یہ اثر ہوا کہ اس نے ان کو نہایت ادب سے بٹھا یا اور توجہ سے باتیں کرتی رہی۔ مولوی صاحب نے کہا کہ ہمارے ایک دوست ہیں جو باہر بیٹھے ہوئے ہیں۔ اندر نہیں آتے جاؤ انہیں منالاولو۔ وہ گئی اور مولوی کریم رضا صاحب کو اندر لے آئی۔ کچھ دیر کے بعد جب وہ اٹھنے لگے تو اس نے کہا کہ اجی حضرت! جہاں تمہارا تشریف رکھنے خیر وہ اٹھ کر باہر آ گئے۔ باہر آ کر مولوی کریم رضا صاحب نے کہا۔ بھائی آپ نے یہ اچھا کام نہیں کیا۔ آپ نے کس پر یہ نظر ڈالی۔ آپ جانتے ہیں یہ کس کی تجلی ہے۔ اگر ہم چاہتے تو ہم بھی یہ کر سکتے تھے۔ لیکن یہ ادب کے خلاف ہے۔ اگر ہم چاہتے تو دسہرو کے روز ہم کرسی پر بیٹھ جاتے اور انہی جان ہمارے سامنے ہاتھ باندھ کر کھڑی رہتی۔ لیکن یہ بہت بری بات ہے۔ اس میں کوئی لطف نہیں ہے۔ اس پر حضرت اقدسؒ نے فرمایا کہ یہ ہے عشق اب جس میں ہمت ہے اس آگ میں کودے۔ یہ تو جلاوتی ہے۔ یہ جان بازی کا کام ہے معمولی بات نہیں ہے۔

اس کے بعد فرمایا کہ ایک نوجوان کانپور یا لکھنؤ میں نفی اثبات **اخفایہ اولیاء کریم** کرتے تھے۔ ان سے ایک بزرگ نے کہا کہ اگر نفی اثبات سیکھنا چاہتے ہو تو دہلی جاؤ اور فلاں طوائف کے ہاں ایک بڑھا رہتا ہے ان سے حال پوچھو۔ ان سے بہتر کوئی نہیں جانتا۔ اب وہ تلاش کرتے کرتے اس طوائف کے پاس پہنچے اور اس سے دریافت کیا فلاں صاحب کہاں ہیں؟ اس نے کہا کہ وہ وہاں ہی ہیں۔ جاؤ اٹھنے لگا۔ ہم جتنا کام اس کو دیتے ہیں۔ تھوڑی سی دیر میں ختم کر کے کہیں چلا جاتا ہے۔ یہ باتیں سہری تھیں کہ وہ آگیا۔ انہوں نے آداب بجالایا۔ وہ حیران ہوئے اور کہا اجی حضور!۔ اس نوجوان نے کہا حضرت میں آپ سے نفی اثبات سیکھنے آیا ہوں۔

انہوں نے کہا اجی حضرت! میں تو ایک جاہل آدمی ہوں مجھے کیا معلوم۔ مجھے تو برتن مانجھنے آتے ہیں۔ جتنے چاہو منجھو۔ الو اس نوجوان نے کہا۔ حضرت میں فلاں جگہ سے آیا ہوں اور فلاں بزرگ نے مجھے آپ کے پاس بھیجا ہے۔ اس بزرگ کا نام سنتے ہی وہ ادب سے بیٹھ گئے اور ان کو نغی اثبات کی تعلیم دینے لگے۔ اب جب کہ اللہ کہتے تو وہ خود، طوائف کا مکان اور پوری کائنات گم ہو جاتی اور جب "إِلَّا اللّٰهُ" کہتے تو سب کچھ موجود ہو جاتا۔ یہ ذکر کرتے کرتے انہوں نے ایک چھلانگ لگائی۔ اور گم ہو گئے۔ تمام شہر تلاش کیا گیا مگر ان کا کوئی پتہ نہ چلا۔ اس کے بعد فرمایا کہ کس قدر یہ لوگ اپنے آپ کو چھپا کر رکھتے ہیں۔ اب یہ کتنا زبردست مجاہد ہے۔

اس کے بعد فرمایا کہ ہمارے سلسلہ کے بزرگ حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب کے شیخ کے وصال کا وقت آ گیا۔ لیکن ان کی ابھی تک تکمیل نہیں ہوئی تھی۔ اور وہ ایک کونے میں کھڑے رو رہے تھے۔ ان کے شیخ نے فرمایا کہ مجھے معلوم ہے کہ تم کیوں رو رہے ہو تم فکر مت کرو میری تجہیز و تکفین میں شامل رہنا اور تین دن یہاں رہ کر فلاں جگہ جانا وہاں ایک صاحب رہتے ہیں۔ جن کا نام عبدالباری ہے۔ ان کے ہاں تمہاری تکمیل ہو جائے گی۔ چنانچہ اپنے شیخ کے وصال کے بعد تین دن وہاں رہے۔ اس کے بعد مقام مذکور کی طرف روانہ ہوئے۔ ان کے ساتھ ایک اور سیر بھائی بھی ہوئے۔ تمام شہر میں دریافت کیا۔ لیکن اس نام کا کوئی درویش یا بزرگ نہ ملا۔ لوگوں نے کہا کہ عبدالباری صاحب ایک رئیس تو ہیں۔ کوئی درویش نہیں ہے۔ چنانچہ وہاں جا کر دیکھا وہ رئیس بڑے ٹھاٹھ سے رہتے تھے۔ نوکر چاکر اصطلیل وغیرہ سب کچھ موجود تھا اور وہ روزانہ شکار کو جایا کرتے تھے۔ ان کی شان و شوکت دیکھ کر حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب کا سا تھی تو رخصت ہو گیا اس خیال سے کہ یہ امیر کبیر ہیں۔ درویش کھوڑا ہی ہیں۔ لیکن آپ وہیں کھیس گئے۔ جب ان کی نظر شاہ عبدالرحیم پر پڑی تو نوکر سے کہا کہ اس فقیر کو پیسہ دے دو۔ نوکر نے ان کو پیسہ دیا تو انہوں نے پیسہ ہاتھ میں لے کر چونا اور آنکھوں سے لگایا اور چلے گئے۔ دوسرے دن پھر آئے۔ انہوں نے اسی طرح پیسہ دلویا اور نوکر سے کہا کہ کھانا بھی دے دو۔ تیسرے دن جب وہ پھر آئے تو وہ بہت غصتے ہوئے اور کہنے لگے کہ تم ہمارا بیچھا نہیں چھوڑتے پیسہ دیا

کھا نا دیا۔ اور کیا چاہئے؟ یہ کہہ کر انہیں مارنا پھینٹنا شروع کر دیا۔ لیکن وہ خاموش رہے۔ سب کچھ برداشت کر رہے تھے۔ زمین پیٹے ہوئے تھے۔ وہ اوپر سے مار رہے تھے۔ اس کے بعد شکار کی تیاری ہو گئی۔ انہوں نے کہا کہ ہمارا سامان اس فقیر کے سر پر رکھو چنانچہ وہ شکار پر روانہ ہو گئے۔ اور جب جنگل میں پہنچے تو کسی کو اس طرف کسی کو اس طرف بھیج دیا اور خود ایک جھاڑی کے نیچے بیٹھ کر مشغول ہو گئے اور ان کو بھی اپنے پاس بٹھالیا اور ایک مشغول ہی بنا دیا۔ چنانچہ وہ روزانہ شکار کے ہانے اس طرح جنگل میں نکل جایا کرتے تھے اور اپنے نام سے فارغ ہو کر واپس آ جایا کرتے تھے۔ واپسی پر جو کچھ مل جاتا شکار کر لیتے۔ یا خالی ہاتھ اپس آجاتے اور اپنے خدام وغیرہ سے پوچھتے کہ تم نے کیا کیا مارا۔ چنانچہ اس روز جب وہ مشغول سے فارغ ہو گئے تو دریا پاس تھا۔ دونوں اٹس کے کنارے پر چلے گئے چشتیوں میں ایک نسبت ہے۔ جسے نسبت قہقمہ کہتے ہیں۔ وہ ان دونوں پر طاری ہو گئی اور اسی قہقمہ میں شاہ عبدالرحیم صاحب کی تکمیل ہو گئی۔ اب حضرت شاہ عبدالباری صاحب نے فرمایا کہ وہ دوسرا شخص چلا گیا ہے۔ اس کا حصہ بھی تم لے لو کیونکہ وہ پھر مجھے نہیں مل سیکے گا اس کے بعد شاہ عبدالرحیم صاحب شیخ سے رخصت ہو کر واپس آئے۔ واپسی پر اپنے اس ساتھی سے ملاقات ہوئی اور انہوں نے سب ماجرا سنایا یہ سن کر وہ بھاگتا ہوا ان کے شہر میں گیا لیکن جب وہ شہر کے اندر داخل ہوا ان کا جنازہ نکل رہا تھا۔ اس پر حضرت اقدس نے فرمایا کہ کس طرح انہوں نے اپنے آپ کو امارت اور شان و شوکت میں چھپا رکھا تھا۔ ایک دفعہ حضرت اقدس نے عبدالسلام کو مخاطب کر کے فرمایا کہ اب تم عشق سے اللہ تعالیٰ سے ملنا چاہتے ہو یا مجاہدہ سے انہوں نے عرض کیا کہ حضور مجھے کچھ نہ کہنا ہے۔ فرمایا کہ اگر تھپڑ کھانے ہوں تو آؤ اس کوچہ میں قدم رکھو بہت کمٹھن۔ اس میں ہر مصلحتیں جھپٹنی پڑتی ہیں۔ آجکل تو کھانا دیا جاتا ہے۔ آرام سے گزارنا ہوتا ہے لیکن اس کے باوجود بھی ایک جھڑکی نہیں برداشت کر سکتے۔ اصل بات یہ ہے کہ آجکل طلب صادق نہیں ہے۔ اس کے بعد حضور بالا خانہ میں تشریف لے گئے۔ اس تقریر کے دوران میں اکثر سامعین پر گریہ طاری رہا۔

۱۹۔ رمضان المبارک ۱۳۶۷ھ

ذکر یہ وقت اکل و شرب

ایک دفعہ ارشاد فرمایا کہ سہ نوالہ کھانے وقت اور پانی پیتے

وقت دل سے ”هُوَ يَطْعَمُنِي وَيَسْقِينِي“ کہنا چاہئے۔ فرمایا یہ تصور یہاں تک بڑھ جائے کہ معلوم ہو کہ وہی اپنے ہر لمحہ سے منہ میں لقمہ ڈال رہا ہے۔

مہم سر کرنے کا عمل

ایک دفعہ ارشاد فرمایا کہ مقولہ ہے کہ ”دو دل کوہ را بشکنند اور

تین دل کر بڑی سے بڑی مہم سر کر لیتے ہیں۔ سورہ یسین قرآن

کا دل ہے۔ پھلی رات وقت کا دل ہے۔ اور انسان کا دل بل کر بڑی سے بڑی مہم سر کر سکتے ہیں۔ فرمایا اگر کچھلی رات سورہ یسین اکتالیس بار پڑھی جائے تو مشکل حل ہو جائیگی۔

نیک و بد میں فرق

شام کے چار بجے درگاہ شریف جاتے وقت راستہ میں سیاست پر گفتگو تھی۔ آپ نے فرمایا کہ اب مولوی صاحبان فسق و فجور

اور کفر کے فتویٰ لگاتے پھرتے ہیں۔ فرمایا کہ دراصل نیک و بد میں صرف اتنا فرق ہے

کہ آپ اور ہم کلکتہ جانا چاہتے ہیں۔ آپ امیر ہیں۔ آپ نے جلدی سے سامان وغیرہ

تیار کر کے ناشتہ کیا اور موٹر میں سوار ہو کر اسٹیشن پہنچے اور ہم ابھی تک گھر میں ہیں۔

گندہ یا لپٹی ہوئی ہے۔ ناشتہ تیار نہیں ہوا۔ طمانگہ ابھی نہیں ملا۔ اب ہماری نسبت آپ کلکتہ

سے زیادہ قریب ہیں۔ لیکن کلکتہ والوں کے نزدیک دونوں اجمیر میں ہیں۔ حق تعالیٰ اس قدر

بلند ہیں اور درمیان میں اس قدر DISTANCES (فاصلے) ہیں کہ دو آدمیوں میں تھوڑا سا فرق

کچھ معنی نہیں رکھتا۔ سب برابر ہیں۔ اب جمعیت العلماء منتشر ہو۔ لیکن دوسری طرف جناح

بازی لے گئے۔

خدمتِ خلق بھی ایک ارفع و اعلیٰ عبادت ہے (سعدی)

خدمتِ خلق عبادت ہے

طریقت بجز خدمتِ خلق نیست بہ تسبیح و سجادہ و دلق نیست

خلع کو کسی قسم کی پرواہ نہیں ہے۔ لکھتی آدمی ہیں۔ ہزاروں روپے ماہوار کما لیتے ہیں محض

خلو میں اور خدمتِ جذبہ سے انہوں نے یہ کام اپنے ذمہ لے رکھا ہے۔

عشاق کے لئے حساب و کتاب نہیں | شب ۲۰۔ رمضان المبارک ۱۳۶۷ھ

آج رات بعد تراویح و حلقہ ذکر آپ میزان اور یوم قیامت کا ذکر فرماتے رہے
 بعد فرمایا بس نجات صرف ایک چیز میں ہے اور وہ ہے عشق الہی اور اللہ سے صحیح نسبت
 پیدا کرنا۔ عشاق کے لئے نہ حساب ہے نہ کتاب۔ جب خلق نفسی نفسی بیکار رہی ہوگی عشاق
 عرش کے سایہ کے نیچے نور کی نشستوں پر بیٹھے ہوئے تماشہ دیکھتے رہیں گے اور کھینچے مار
 کر ہنستے رہیں گے۔ فرشتے عرض کریں گے کہ یا اللہ العالمین! تمام مخلوقات تو اس وقت
 پریشانی میں مبتلا ہے۔ یہ کون لوگ ہیں جو غیبی لگا رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا ان کو
 مت چھیڑو یہ میرے عشاق ہیں۔ حساب کتاب کے بعد اللہ تعالیٰ فرشتوں سے فرمائے گا
 کہ سب سے پہلے بہشت میں داخل ہونے کا حق میرے عشاق کا ہے۔ ان سے پہلے بہشت
 سب پر حرام ہے۔ جاؤ ان کو بہشت میں لے جاؤ۔ چنانچہ فرشتے ان کے پاس جا کر بہشت
 کی جانب بلائیں گے لیکن وہ کہیں گے کہ ہم بہشت کو کیا کریں گے۔ ہم نہیں جانتے۔ فرشتے
 جا کر عرض کریں گے کہ یا الہی وہ تو بہشت میں نہیں جانتے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ ان کو
 زنجیروں میں جکڑ کر بہشت میں لے جاؤ۔ فرمایا عشاق کی شان دیکھو کہ وہاں بھی زنجیروں
 میں جکڑے جا رہے ہیں۔ فرشتے تعجب حکم کریں گے۔ لیکن وہ ایک انج بھی ان کو نہ ہاں نہیں
 گے۔ دوبارہ جا کر عرض کریں گے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ دیکھو لی میرے عشاق کی طاقت
 بس اسی طاقت کا اندازہ کرنا مطلوب تھا۔ اب جاؤ اور ان سے کہو کہ بہشت میں چلو۔
 وہاں اللہ تعالیٰ اپنا ویدار دکھائے گا۔ بہشت سے باہر دیدار نہیں ہوگا۔ یہ سن کر وہ
 دوڑتے ہوئے اور رقص کرتے ہوئے بہشت کے اندر چلے جائیں گے۔ فرمایا اب کہاں
 رہا حساب کتاب۔ یہ بات حدیث سے ثابت ہے۔

۲۳۔ رمضان المبارک ۱۳۶۰ھ

مصائب کے برکات | آج ایک شخص حضرت اقدسؑ کی خدمت میں حاضر ہوا اور
 عرض کیا کہ حضور مصائب میں مبتلا ہوں اور پریشان ہوں۔ دعا فرمادیں۔ آپ نے فرمایا
 کہ یہ شکایت کا مقام نہیں ہے۔ شکر کا مقام ہے۔ فرمایا مصائب میں برکات پوشیدہ ہوتی
 ہیں۔ وہ قوی جو انسان کے اندر چھپی ہوئی بیکار ہوتی ہیں۔ مصائب ان کو عمل میں لا کر

انسان کی نجاتی کا باعث ہوتی ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حکم ہوا کہ اپنے بیٹے کو ذبح کر ڈالو۔ اب اللہ کو حضرت اسماعیل علیہ السلام کے خون کی ضرورت نہیں تھی اگر اپنے پاس بلانا مقصود ہوتا تو کسی اور طریقہ سے بلا لیتا۔ لیکن اس میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی آزمائش مطلوب تھی۔ ان کے اندر ایثار و توکل کا جذبہ موجود تھا جس کا خود انہیں بھی علم نہ تھا۔ چنانچہ جب مطالبہ کیا گیا تو اللہ کی مرضی پوری کرنے کے لئے تیار ہو گئے۔ اب بیٹے کا ایثار دیکھتے۔ انہوں نے کہا ابا جان آپ آنکھوں پر پٹی باندھ لیں ایسا نہ ہو کہ شفقت پداری سے چھری نہ چلے۔ اور سیرے ہاتھ پاؤں باندھ دیجئے تاکہ کوئی رکاوٹ درمیان میں پیدا نہ ہو اور چھری بھی تیز کر لیجئے تاکہ دیر نہ ہو۔ یہ انتظام کر لینے کے بعد انہوں نے چھری چلا دی چھری چل گئی لیکن حضرت اسماعیل علیہ السلام کی گردن پر نہ چلی۔ آزمائش مطلوب تھی اور وہ ہو گئی۔ اب جو چیز حضرت ابراہیم علیہ السلام اور اسماعیل علیہ السلام میں بالقوت موجود تھی اس کو بالفعل ظاہر کرنا مطلوب تھا۔ فرمایا ہر مصیبت میں کوئی نہ کوئی لاز پوشیدہ ہوتا ہے۔ مصیبت کو اللہ تعالیٰ کی مہربانی سمجھنا چاہئے۔ فرمایا لو ہار کیا دایاں ہاتھ زیادہ طاقتور ہوتا ہے۔ کیونکہ اس کی قوت کو استعمال میں لایا جاتا ہے۔ اور سادھو لوگ ہاتھ کو اوپر رکھ کر اسے بالکل بیکار کر دیتے ہیں۔ کیونکہ اس سے کوئی کام نہیں لیا جاتا۔

آپ نے فرمایا دراصل مصیبت اور تکلیف پہنچان ان کی عنایت ہے۔ پنجاب کی ایک درویشہ تھیں جو درگاہ شریف میں اکثر ہیں ملا کرتی تھیں۔ ایک دن جب ہم باہر نکلے تو دیکھا کہ وہ مولسری کے درخت کے نیچے بیٹھی رو رہی ہے۔ ہم نے جا کر پوچھا کیا تکلیف ہے۔ کوئی تکلیف ہے کوئی درد ہے۔ مصیبت ہے۔ بیمار ہو۔ کس وجہ سے رو رہی ہو۔ اس نے کہا آج پندرہ روز گزر چکے ہیں کہ مجھے کوئی تکلیف نہیں پہنچی۔ اس لئے رو رہی ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے پندرہ دن یاد نہیں فرمایا۔ اس کے بعد فرمایا کہ حدیث شریف ہے کہ ایک دن رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کسی نے عرض کیا کہ فلاں شخص بہت مالدار ہے۔ بیویاں ہیں بچے ہیں۔ اونٹ گھوڑے بھیڑ بکری کی کوئی کمی نہیں ہے اور طرہ یہ کہ کبھی بیمار بھی نہیں ہوئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس سے اجتناب کرنا چاہئے۔ اسکا ایمان سلامت نہیں ہے

اس کے بعد فرمایا کہ ایک شخص حضرت محبوب الہی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں مرید ہونے کی غرض سے حاضر ہوا۔ اس نے کتابوں میں پڑھا تھا کہ ولی اللہ کی شناخت یہ ہے کہ ان میں یہ تین چیزیں موجود ہوں۔ یا ان میں سے کوئی ایک یا دو " علت - غربت اور ذلت " جب وہ وہاں پہنچا تو دیکھا کہ خوب امیرانہ ٹھاٹھ سے رہتے ہیں۔ دیکھیں کپڑے ہی ہیں۔ ہزاروں لوگ جمع ہیں۔ بادشاہ مرید ہے۔ امیر - وزیر اور فوجی افسیر غلامی میں کمر بستہ ہیں۔ آپ کے لنگر کا وہ عالم تھا کہ شام کے وقت پچیس اونٹ پیاز اور لہسن کا تھکا کاٹھا کر باہر پھینکتے تھے۔ اس شخص کے دل میں وسوسہ پیدا ہوا کہ ان تینوں باتوں میں سے یہاں تو کوئی بھی نظر نہیں آتی۔ خیر جب مجلس برخواست ہوئی۔ تو لوگ جانے لگے وہ بھی اٹھ کر روانہ ہوئے۔ آپ نے ایک خادم سے کہا اس شخص کو بلا لاؤ۔ خادم اس کو بلا لایا آپ اُسے الگ کمرہ میں لے گئے۔ اور فرمایا کہ آنکھیں بند کرو۔ چونہی اُس نے آنکھیں بند کیں دیکھا کہ ایک عالم حضرت محبوب الہی رحمۃ اللہ علیہ کی شکایت میں مشغول ہے۔ لوگ کہہ رہے ہیں کہ درویشی کہاں کی ہے۔ یہ تو عیش پرستی ہے۔ بادشاہ مرید ہے۔ امیر - وزیر سب متقدم ہیں بس خوب مزے سے گذرتی ہے۔ اس کے بعد آپ نے پیرا ہن اوپر اٹھا کر کہا کہ دیکھو میری نافت میں ناسور ہے۔ اور سات سال سے میں اس کی پرورش کر رہا ہوں۔ لیکن میں نے اپنے خاص خادم تک کو اس کا علم نہیں ہونے دیا۔ اور تم کو میں نے اس لئے اپنے راز سے آگاہ کیا کہ تم بدظن ہو کر جا رہے تھے۔ تمہارا خاتمہ خراب ہونے سے بچا لیا۔ اب یہ راز کسی پر ظاہر نہ کرنا۔ اگر کسی پر ظاہر کیا تو ذلیل ہو جاؤ گے۔ فرمایا اس شخص نے یہ راز کسی سے نہ کہا۔ اور جب آپ کا وصال ہوا۔ تب اس نے لوگوں کو بنایا۔ اس کے بعد اس نے خادم سے کہا کہ میرا کھانا لاؤ وہ ایک جو کی روٹی طشتری میں رکھ کر لے کر آئے۔ فرمایا یہ سیرتی خوراک ہے۔ وہ دیکھیں وغیرہ جو تم نے دیکھی ہیں ان سے میرے لئے تو یہی نان جو میں ہے۔ یہ دیکھ کر اس کو لقمین ہو گیا۔ یہی الواقعہ ہے میں ذلت علت غربت تینوں علامات فقر موجود ہیں۔ چنانچہ وہ مرید ہو گیا۔

مصیبت میں شکر کرنا | اس کے بعد فرمایا کہ حضرت عوف الاعظم رحمۃ اللہ علیہ نے ایک

روز ارشاد فرمایا کہ مصیبت پر صبر کرنا تو عورتوں اور بچڑوں کا کام ہے۔ مرد تو مصیبت پر شکر ادا کرتے ہیں۔ اب لوگوں میں اتنی جرات نہ تھی کہ مزید دریافت کرتے۔ آپ کے ایک صاحبزادہ تھے۔ جن کا نام شاہ عبدالرزاق رحمۃ اللہ علیہ تھا۔ حضرت مخدوم علاؤ الدین علی احمد صابر رحمۃ اللہ علیہ حضرت شاہ عبدالرزاق کے پوتے ہیں (کرم ہائے تو مارا کر و گستاخ کے مصداق آپ ان پر بہت شفقت فرمایا کرتے تھے۔ اور وہ بھی آپ سے آزادانہ گفتگو کر لیتے تھے۔ لوگوں نے ان سے کہا کہ ہم میں تو اتنی جرات نہیں ہے۔ آپ ان سے دریافت فرمائیے کہ اس کا کیا مطلب ہے۔ مصیبت میں کس طرح شکر کیا جا سکتا ہے۔ چنانچہ انہوں نے آپ سے دریافت کیا۔ آپ نے فرمایا کہ تو نے وہ حدیث نہیں پڑھی کہ جس شخص کے کاٹھا چھبھتا ہے۔ اس کا ایک گناہ معاف کیا جاتا ہے۔ اور ایک نیکی اس کے نامہ اعمال میں لکھی جاتی ہے اور جس کو ایک روز بخارا آتا ہے۔ اس کے ایک سال کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ یہ کیا کم شکر کا مقام ہے۔

اس کے بعد فرمایا کہ حدیث شریف میں ہے کہ قیامت کے دن ایک ایسے شخص کو بہشت کے کنارہ پر کھڑا کیا جائے گا۔ جس پر دنیا میں سب سے زیادہ مصائب نازل ہوئے ہوں گے۔ اور تھوڑی دیر وہاں ٹھہرنے کے بعد اس کو وہاں سے ہٹا کر اللہ تعالیٰ اس سے دریافت فرمائے گا کہ تم پر دنیا میں بہت مصیبتیں نازل ہوئیں۔ وہ کہے گا نہیں باری تعالیٰ کچھ بھی نہیں تمام عمر خوب آرام سے گذری۔ ایک اور شخص کو جس نے دنیا میں نہایت عیش و عشرت سے عمر گذاری ہوگی۔ دوزخ کے کنارہ پر لاکر کھڑا کیا جائے گا اور تھوڑی دیر کے بعد وہاں سے ہٹا کر اللہ تعالیٰ دریافت فرمائے گا کہ تم نے تو دنیا میں بہت آرام پایا۔ وہ کہے گا نہیں حضور میں تو بہت مصیبت میں رہا۔ اس کے بعد حضرت اقدس رحم نے فرمایا کہ عاقبت میں نعمت اور تکلیف کا یہ عالم ہے کہ چند لمحوں کے لئے بہشت کے جھونکوں سے تمام زندگی کی مصیبت اور درد و الم بھول جائے گا۔ اور دوزخ کی ذرا سی گرم ہوا سے زندگی بھر کا عیش و آرام فراموش ہو جائے گا۔ اللہ تعالیٰ انبیاء علیہم السلام اور اولیائے کرام پر سب سے زیادہ بلائیں نازل فرماتا ہے۔ حضرت غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھ لو جیسا حضرت

موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ معاملہ ہوا ویسا آپ کے ساتھ ہوا۔ انہوں نے بادشاہ کے محل میں پرورش پائی۔ فرعون کی بیوی کو آپ سے اُٹس تھا۔ شہزادگی میں عمر بسر کی۔ پھر آپ کے ہاتھ سے ایک آدمی قتل ہو جاتا ہے۔ اور بے سرو سامانی کی حالت میں جنگوں میں بھاگے بھاگے پھرتے ہیں۔ ایک جگہ شادی ہوئی۔ اس کے بعد حکم ہوتا ہے۔ جاؤ اور فرعون کا مقابلہ کرو۔ آپ کے پاس نہ فوج ہے نہ خزانہ اکیلے تن تہا انسان کو حکم ہوتا ہے کہ فرعون جیسے بادشاہ کا مقابلہ کرو۔ چنانچہ انہوں نے حکم کی تعمیل کی اور کامیاب ہو گئے۔ اسی طرح حضرت خواجہ غریب نواز رح جب ہندوستان میں آئے تو ایک فرعون نہیں سینکڑوں فرعون موجود تھے۔ آپ کو بہت تکالیف کا سامنا ہوا۔ بغیر فوج اور بے یار و مددگار پر تھوڑی راج کا مقابلہ کیا اور آج یہ حالت ہے کہ پر تھوڑی راج کا یہاں نام و نشان نہیں ہے۔ صرف تارا گڑھ میں اس کے قلعہ کے کچھ نشان باقی ہیں۔ ہم آج اس لئے ذلیل ہیں کہ مسلمان نہیں رہے اگر پکے مسلمان ہو جائیں تو کوئی طاقت ہمارا مقابلہ نہیں کر سکے گی۔ ہم تو صرف مردم شماری کے مسلمان ہیں۔ بس مسلمان کے گھر پیدا ہو گئے اور مسلمان کہلانے لگے۔ اس کے بعد جس شخص نے شروع میں دعا کے لئے عرض کیا تھا۔ اس نے جانے کے لئے اجازت طلب کی۔ حضور نے فرمایا کہ ہاں بس یہی سمجھ لو کہ جس قدر مصیبت درپیش ہو شکوہ نہیں کرنا چاہئے۔ بلکہ شکر گزار ہونا چاہئے۔

ہر دو عالم قیمت خود گفتمہ ای نرخی بالا کن کہ ارزانی ہنوز

اب انسان کچھلی زندگی کے تمام حالات بچول گیا ہے۔ ماں کا پیٹ یاد نہیں رہا۔ اور مستقبل کا علم نہیں۔ معلوم نہیں کیا ہوتے والا ہے۔ صرف حال کی چند گھڑیاں ہر شخص کے پاس جو کچھ پیش آئے خوشی سے برداشت کر لینا چاہئے۔ ایک انسان کو جب یہ علم ہو کہ مستقبل کا کچھ علم ہے تو کیوں نہ وہ اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے پورا دے۔ اللہ تعالیٰ تو اس کی ہر بات کو جانتا ہے۔ اس کے ماضی حال اور مستقبل کی کوئی چیز اس سے پوشیدہ نہیں ہے۔ اس لئے کیوں نہ ایسی ہستی پر توکل کر کے اپنا سب کچھ اس کے سپرد کر دیں۔ فرمایا کہ مصیبت کا ایک اور پہلو بھی ہے۔ جب باپ اپنے بیٹے سے پیار کرتا ہے تو اس

کو چھڑتا ہے۔ وہ چڑتا ہے اس سے وہ خوش ہوتا ہے۔ اور بھی چھڑتا ہے۔ فرمایا بعینہ اللہ تعالیٰ اپنے پیارے بندوں کو تکلیف دے کر چھڑتا ہے۔ جب وہ چڑتا ہے تو اور تکلیف دیتا ہے۔ بہتر یہ ہے کہ چڑے نہیں اور خاموش اور خوش رہے۔ پھر مصیبت نہیں آئے گی۔ حضرت اقدسؒ نے تبسم سے فرمایا۔ درحقیقت بہتر تو یہ ہے کہ نعمت پر چڑے تاکہ اور نعمت نازل ہو۔ فرمایا ایک عورت تھی۔ جس کو لڑکے بہت چڑاتے تھے۔ ایک بزرگ نے اس سے کہا کہ تم تین دن روزہ رکھ لو اور کسی سے کوئی بات نہ کرو۔ اس نے تین دن روزہ رکھا لڑکے جتنا چھڑتے تھے وہ کوئی جواب نہ دیتی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ انہوں نے چھڑنا بند کر دیا۔

ایک دن ارشاد فرمایا کہ یہ پہلے آسمان کی سیر کرنا اور دوسرے تیسرے اور چوتھے آسمانوں کی سیر کرنا لغو ہے

ساک کا حقیقی نصب العین

یہ سب غیر اللہ ہے۔ اصل چیز ذات ہے۔ انسان کو طالب ذات ہونا چاہئے صفات میں نہیں اُبھٹنا چاہئے شیطان صفات ہی میں اُبھکر نار اور طین کے جھگڑے میں مُبتلا ہو گیا اور انکار کر بیٹھا۔ وہ بھی صاحب مشاہدہ تھا۔ آدم کا پیدا ہونا وغیرہ سب اس کی آنکھوں کے سامنے ہوا تھا۔ لیکن گمراہ ہو گیا۔ صفات سے آگے نہ بڑھ سکا۔ جو لوگ کشف و کرامات اور آسمانوں کی سیر سے خوش ہوتے ہیں ان کی ترقی رک جاتی ہے۔ بلکہ ان کے اندر اگر بڑائی پیدا ہو گئی تو مردود ہو جانے کا اندیشہ ہے۔ جب تک ذات کو نہ پائے گا غیر اللہ میں رہے گا۔ یہ سن کر احقر کے دل میں خیال پیدا ہوا کہ ہم طالب ذات کیسے ہوں۔ آپ نے فرمایا بس یہی۔ استغراق ہونا چاہئے ذات میں پورے اہٹاک کے ساتھ۔

ایک دن بہت کھانے کے متعلق گفتگو ہو رہی تھی۔ ارشاد فرمایا کم خوردن یا بسیار خوردن

کہ پشاور میں کابل کے ایک درویش بھکے ہوئے تھے۔ جو ہر روز ایک دُنبہ کھا جاتا کرتے تھے۔ لوگوں میں چہ میگوئیاں ہونے لگیں کہ عجب درویش ہیں پورا دُنبہ کھا جاتے ہیں۔ اور پھر بھی درویش بنے ہوئے ہیں۔ ایک دن جب وہ بیت الخلاء سے باہر نکلتے تو نوکر سے فرمایا کہ فلاں فلاں کو بلاؤ۔ آپ نے ان لوگوں کا نام لیا جو اس منتم کی چہ میگوئیاں کیا کرتے تھے۔ جب وہ آئے تو آپ نے فرمایا کہ ذرا بیت الخلاء میں دیکھو تو

انہوں جا کر دیکھا کہ ایک سوکھی مینگنی پڑی تھی۔ فرمایا تم لوگوں نے میرا کھانا دیکھا لیکن میرے مشاغل نہ دیکھے اب اس قدر مشاغل بغیر خوراک کے میں کس طرح کر سکتا ہوں۔ جس قدر کھاتا ہوں سب جل بھن کر ختم ہو جاتا ہے۔ اس پر حضرت اقدسؑ نے فرمایا کہ اصل چیز کام ہے کھانے میں کمی یا بیشی کام کی خاطر کرنی چاہئے اگر کم کھانے سے کام نہ ہو سکے تو زیادہ کھائیے اور اگر زیادہ کھانے سے کام میں ہرج آئے تو کم کھائے۔ کم کھانا یا زیادہ کھانا کوئی معیار نہیں ہے۔ کھانا تو زندہ رہنے کے واسطے ہوتا ہے۔ اگر کم کھانے سے مشاغل میں ہرج واقع ہو تو خوب کھائے۔

ایک دن ارشاد فرمایا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اوائل حیرت محمودہ و حیرت مذمومہ میں یہ دعا کیا کرتے تھے۔ ”رَبِّ زِدْنِي عِلْمًا“ یعنی پروردگار میرے علم کو زیادہ کر۔ کچھ عرصہ کے بعد آپ یہ دعا مانگنے لگے ”رَبِّ زِدْنِي تَجْبِيرًا“ پروردگار میرے تجربے کو زیادہ کر۔ اس کے بعد فرمایا۔ تجربے کے دو اقسام ہیں۔ ایک حیرت محمودہ، دوسری حیرت مذمومہ۔ حیرت مذمومہ جہالت کا نتیجہ ہے۔ مثلاً ایک گنوار کے دل میں تاج محل کو دیکھ کر جو حیرت پیدا ہوگی وہ جہالت کی وجہ سے ہوگی۔ اس لئے اسے حیرت مذمومہ کہا جائے گا۔ لیکن حیرت محمودہ علم کا نتیجہ ہے۔ ایک نہایت قابل اور ماہر فن انجینئر جب تاج محل کو دیکھے گا تو اس کی ہر خوبی کو دیکھ کر حیرت زدہ ہو جائیگا۔ فرمایا ایک دفعہ دہلی میں ہمارے ایک دوست کے ہاں ایک امریکن انجینئر آیا ہوا تھا۔ اس نے اپنے میزبان سے کہا کہ میں جامع مسجد دیکھنا چاہتا ہوں آپ میرے ساتھ چلیں۔ چنانچہ وہ دونوں وہاں گئے۔ انجینئر نے مسجد کی ہر ایک چیز کو غور سے دیکھا اور جہاں جاتا دیر تک حیرت سے دیکھتا رہتا۔ اور ساتھ ساتھ اپنے دوست کو ہر مقام کی خوبی اور فن تعمیر کے نکات سے بھی آگاہ کرتا جاتا۔ اس کے بعد وہ دروازہ پر آیا تو اس انجینئر نے مڑ کر پیچھے کی طرف دیکھا کہ وہاں ایک مینار اور دھبہ زور کے مینار کے پاس گیا اور پیٹھ کے بل لیٹ کر اوپر مینار کو دیکھنے لگا۔ ٹھوڑی دیر کے بعد اٹھا اور دوسرے مینار کے نیچے اسی طرح لیٹ گیا اور اس کو بھی بغور دیکھا۔ ان کے دوست نے دریافت کیا کہ میری سمجھ میں نہیں آیا۔ آپ نے یہ حرکات کیوں کی ہیں۔ اس نے کہا

جب میں نے میناروں کو غور سے دیکھا تو معلوم ہوا کہ وہ ٹیڑھے ہیں۔ اب میں حیران تھا کہ اس قدر عالیشان عمارت میں یہ غلطی کس طرح رہ گئی بہر حال یہ غلطی تو نہیں ہو سکتی ضرور اس میں کوئی حکمت ہوگی۔ سوچ سوچ کر اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ ان فن کاروں نے عمدتاً اس لئے مینار ٹیڑھے بنائے ہیں کہ اگر وہ گریں تو اپنے ہی قدموں میں گریں تاکہ باہر کی جانب کوئی نقصان نہ ہو۔ حضرت نے فرمایا کہ کچھ عرصہ ہوا ایک مینار پر بجلی گری لیکن جب وہ نیچے گرا تو نزدیک کسی عمارت کو کوئی گزند نہ پہنچا بلکہ عین اپنے قدموں میں گرا۔ اور نواب بھوپال نے دوبارہ اس کی تعمیر کرائی۔ فرمایا اس انجنیئر کی حیرت۔ حیرت محمود ہے۔

ایک دن فرمایا کہ حبیب اللہ لوگروو (LOVE GROVE) ایک نو مسلم انگریز تھے۔ ان کو روحانیت کی طرف کافی میلان تھا۔ اور

تلاش حق میں بہت پھرے۔ ایک رات خواب میں مولانا روم صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے انہیں مسجد میں جانے کا اشارہ فرمایا۔ وہ مطالب سمجھ گئے اور صبح مسجد میں جا کر مشرف باسلام ہوئے۔ اس کے بعد حضرت مولانا روم صاحب ان کی تعلیم فرمایا کرتے تھے۔ یہاں تک کہ صورت مثالی میں ان کے سامنے آکر تعلیم فرماتے۔ ایک دفعہ انہوں نے حضرت مولانا روم سے اجازت لے کر آپ کا فوٹو لیا۔ حضرت اقدس نے فرمایا کہ ہم نے ایک دفعہ انگریزی میں تصوف پر ایک مضمون صوفی ازم کے نام سے لکھا تھا جو ایشیاٹک ریویو (ASIATIC REVIEW) میں چھپا تھا۔ وہ رسالہ لندن میں کہیں ان کی نظر سے گذرا۔ جس سے متاثر ہو کر ایڈیٹر رسالہ کی معرفت ہمارے ہاں خط لکھا۔ اس کے بعد ہماری خط و کتابت ان کے ساتھ ہوتی رہی۔ ایک دفعہ انہوں نے مولانا روم کی وہ تصویر بھی ہمارے پاس بھیج دی۔ ایک دن حیدرآباد میں ہمارے ایک دوست نے باتوں باتوں میں کہا میرے پاس حضرت مولانا روم کی ایک دستی تصویر ہے۔ ہم نے کہا وہ تصویر ہمیں ضرور دکھائیے۔ اس نے کہا جی ہاں تلاش کروں گا۔ ہم نے کہا تلاش و تلاش نہیں ابھی دکھائیے۔ چنانچہ وہ گھر گئے اور تصویر لے آئے جب ہم نے دونوں تصویروں کا مقابلہ کیا تو دونوں ایک جیسی تھیں۔ احقر نے بھی ایک دفعہ پاکستان ٹائمز کے سالانہ نمبر میں حضرت مولانا جلال الدین رومی کی ایک تصویر دکھی۔ جو

ایران کے کسی کتب خانہ سے نقل کی گئی تھی۔ اُس میں اور مولانا رومؒ کے اس فوٹو میں جو حضرت اقدسؒ کے پاس تھا بہت مشابہت تھی۔ برگئیڈیر نذیر علی شاہ صاحب بھی لندن میں ایک دفعہ ان کے مکان پہ گئے۔ وہ کہتے ہیں ان کی چھوٹی چھوٹی ڈاڑھی تھی اور ایک درویش صفت انسان تھے۔ اس کے بعد فرمایا ایک دفعہ حبیب اللہ کو گروو لندن میں سر عبدالقادر سے ملے۔ اس زمانہ میں وہ وہاں اڈوائزر ٹو دی سیکرٹری آف اسٹیٹ فور انڈیا تھے حبیب اللہ کو گروو نے ان سے ہمارے متعلق دریافت کیا۔ تو انہوں نے کہا وہ تو میرے دوست ہیں اور میں ان کو خوب جانتا ہوں۔ جب سر عبدالقادر واپس آئے تو ایک دفعہ ان سے ملنے کا اتفاق ہوا۔ کہنے لگے اچھی صاحب! حبیب اللہ کو گروو تو آپ کے شیدائی ہیں۔ جب میں نے آپ کا لکھا ہوا خط دیکھنا چاہا تو انہوں نے اپنے قلب کے نزدیک کی حبیب سے نہایت ادب سے نکالا اور مجھے دکھا کر پھر احتیاط سے حبیب میں رکھ لیا۔ وہ کہتے ہیں کہ حبیب اللہ صاحب ہمیشہ اس خط کو اپنے پاس رکھتے ہیں۔ اگر چہ سپینہ وغیرہ سے کچھ خراب ہو گیا تھا لیکن وہ اُسے اپنے سے جدا نہیں کرتے تھے۔

ارشاد فرمایا کہ ڈاکٹر زین العابدین جو جامعہ ملیہ دہلی میں پروفیسر ہیں۔ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ ہم امریکہ گئے۔ وہاں بعض لوگ ہم سے دریافت کرتے تھے کہ صوفی اور

سورہ فاتحہ کے اثرات پر
امریکن ڈاکٹروں کی حیرت

روحانی لوگ کون ہوتے ہیں۔ چونکہ مجھے زیادہ علم نہیں تھا۔ میں نے ان سے کہا کہ وہ تعویذ وغیرہ لکھتے ہیں۔ اور اگر کوئی بیمار ہو جائے تو کچھ پڑھ کر پانی پر دم کر دیتے ہیں۔ میں نے ان سے پوچھا کہ وہ تعویذ پینے سے بیمار تندرست ہو جاتا ہے۔ یہ سن کر وہ بہت حیران ہوئے اور دریافت کیا کہ پڑھتے ہیں۔ میں نے کہا سورہ فاتحہ وغیرہ پڑھتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ اس کے اثرات پڑھیں اور ہم اس کے تاثرات کا فوٹو لیں گے۔ ان کے پاس ایک ایسی تصویر تھی جس سے وہ فضا کے تاثرات کا عکس لیتے ہیں۔ چنانچہ ان کے ہاتھ میں تین چار دفعہ سورہ فاتحہ سنی اور فوٹو لے لئے۔ تاثرات دیکھنے کے بعد انہوں نے کہا حبیب بات ہے کہ سورہ فاتحہ کے پڑھنے سے وہی تاثرات پیدا ہو جاتے ہیں۔ جو ہمارے سینے کو ریم میں ہیں۔ یہ

سینی ٹوریم ہم نے سائینٹفک طریقہ پر تیار کیا ہے۔ جس میں مختلف قسم کے نظاروں اور لو
وغیرہ کو بجا جمع کر کے اس کے اندر ایک ایسی صحت آور فضا کر دی گئی ہے کہ مریض اس کے
اندر رہ کر اس کے تاثرات کی بدولت بغیر دوا کے اچھا ہو جاتا ہے۔

اس سلسلہ میں حضرت اقدس م نے فرمایا کہ جو کچھ انسان پڑھتا ہے اس کے تاثرات
فضا میں پیدا ہو جاتے ہیں۔ اس لئے سالک کو چاہئے کہ عبادت کا کمرہ بالکل علیحدہ رکھے
اور اس کے اندر کسی کو داخل نہ ہونے دے۔ اس میں صرف مصیبتی ہونا چاہئے اور ہمیشہ
اسے متفضل رکھنا چاہئے۔ تاکہ کسی دوسرے کے تاثرات اس کے ساتھ شامل نہ ہو جائیں اور
کمرہ اس قدر چھوٹا ہونا چاہئے کہ اس میں لیٹ سکے اور اس میں کھڑے ہو کر نماز پڑھ سکے۔
یا پھر عبادت جنگل میں کرنی چاہئے۔ وہ مقام بھی تاثرات سے مبرا ہوتا ہے۔

ایک دفعہ حضرت اقدس م کے ایک مرید بشیر نے عرض کیا کہ حضور بخار
برکاتِ بلا | نہیں چھوڑتا۔ حضرت م نے فرمایا ارے میاں ایک دن کے بخار سے ایک
سال کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ جب اس قدر عنایت ہے تو کیوں خواہ مخواہ شکایت
کرتے ہو۔ فرمایا بلا و مصیبت کا اظہار کرنا حق تعالیٰ کی شکایت کرنا ہے۔ حالانکہ یہ شکایت
کا مقام نہیں ہے۔ شکر کا مقام ہے کہ معمولی سنی تکلیف سے اس قدر عظیم مصیبت سے نجات
ملتی ہے۔ فرمایا ایک بزرگ نے دعا کی کہ یا اللہ جب تیری اس قدر نوازش ہے کہ ایک دن
کے بخار سے سال بھر کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں تو میری موت سے قبل مجھے بھی اتنے ہی
دن بخار میں مبتلا رکھئے جتنے سال میری عمر ہے۔ تاکہ ساری عمر کے گناہ معاف ہو جائیں۔
ایک دن ان کو بخار آنا شروع ہوا۔ اور وہ گنتے گئے۔ اور اس طرح سے ان کو معلوم ہو گیا
کہ فلاں دن اجل آئے گی۔ جب دن پورے ہو گئے تو ان کا وصال ہو گیا۔

۷۔ شوال المکرم ۱۳۶۰ھ

آزمائش عشق | آج عشق کے متعلق گفتگو ہو رہی تھی۔ فرمایا عشق بہت مشکل منزل ہے۔

جان پر کھیلنا پڑتا ہے۔ اگر اس راہ میں قدم رکھنا ہے۔ تو پہلے خوب سوچ لینا چاہئے۔
حضرت ابراہیم علیہ السلام عاشق تھے۔ اور آپ کے عشق کی بہت کڑی آزمائش لی گئی لیکن

آپ اپنی بات کے سچے اور عشق میں پکے تھے۔ ہر آزمائش میں پورے اترے۔ بیوی۔ بچے اور وطن ترک کرنا پڑا۔ آگ میں ڈالے گئے چھتے بیٹے کو اپنے ہاتھ سے ذبح کرنے کا حکم دیا گیا۔ یہ معمولی آزمائشیں نہیں ہیں۔ فرمایا اللہ میاں کسی اور کا نہیں بننے دیتے۔ جب دیکھا کہ بیٹے سے محبت کر کے غیر اللہ کی جانب راغب ہو گئے تو اسی بیٹے کو ذبح کرنے کا حکم دیدیا۔ اسی طرح حضرت یعقوب علیہ السلام کو دیکھا کہ اپنے بیٹے سے بہت محبت ہے تو صاف جزا دہ کو کٹوئیں میں کھنکوا کر قید کر دیا گیا اور اس طرح باپ سے بیٹے کو جدا کر دیا۔ فرمایا جب انسان غیر اللہ سے محبت کرتا ہے۔ تو غیرت ایزدی جوش میں آجاتی ہے۔ انبیاء علیہم السلام کی طرح اولیاء کرام کی بھی آزمائش ہوتی ہے۔

فرمایا حضرت مرزا مظہر جان جانا کی بیوی بہت سخت مزاج تھیں اور ہر وقت آپ کو تنگ کرتی رہتی تھیں۔ باوجودیکہ آپ اس قدر نازک مزاج تھے کہ ذرا سی نامناسب بات برداشت نہیں کر سکتے تھے۔ فرش پر نٹکا پڑا ہوا نہیں دیکھ سکتے تھے۔ ایک دن آپکی جائے نماز کے نیچے کاغذ کا ٹکڑا آگیا۔ جب آپ جائے نماز پر کھڑے ہوئے تو فرمانے لگے۔ اے غلام علی دیکھ تو آج زمین اونچی ہو گئی ہے۔ یا آسمان نیچے آگیا ہے۔ جب جائے نماز ہٹا کر دیکھا گیا تو ایک کاغذ کا ٹکڑا نکلا۔ کچھ ٹکڑے دیکھ کر آپ کو تھے آجاتی تھی۔ اس نازک مزاج کے باوجود آپ اپنی بیوی کی ہر حرکت اور ہر بات کو برداشت کر لیتے تھے۔ اور جو کچھ وہ کہتیں سن کر خاموش ہو جاتے اور کچھ جواب نہ دیتے۔ آپ کا ایک بھانجرا مرید تھا۔ ایک دن خادم موجود نہیں تھا۔ تو اس بھانجرا کو گھر پر کام کرنے کے لئے بھیجا گیا۔ حضرت مرزا صاحب کی بیوی کسی بات پر خفا ہوئی اور پوچھا کہ یہ کام تم نے ایسا کیوں کیا۔ بھانجرا نے کہا کہ حضرت نے ایسا فرمایا تھا۔ انہوں نے کہا تیرے حضرت کی ایسی کیسی۔ اور کل اس وقت تک کہ گالیاں دینی شروع کریں۔ بھانجرا نے نہ رہا گیا اور کہنے لگا کہ میں اس قدر بڑے بزرگ کو سخت شست کہتی ہو۔ اس پر وہ اور بڑی باتیں اور بہت شور مچایا یہ شور سن کر حضرت مرزا صاحب باہر آئے اور بھانجرا سے کہا آپ چپ چاپ نہ کہو خاموش رہو۔ بھانجرا نے کہا حضور آپ کو گالیاں دینی ہیں۔ فرمایا کچھ نہ کہو نہیں اسی بیوی کی وجہ سے تیریں تازا گیا ہوں۔

اگر یہ نہ ہوتیں تو مجھ پر یہ عنایات نہ ہوتیں۔ اللہ تعالیٰ نے ایک دن مجھ سے فرمایا کہ ایک عورت ہے جو بہت تند مزاج ہے۔ لیکن مجھے بہت پیاری ہے۔ کیا اس سے شادی کرو گے۔ میں نے عرض کیا جی ہاں کروں گا۔ چنانچہ شادی ہو جانے کے بعد ہمیشہ میں ان کی تنگ مزاجی کو برداشت کرتا رہا ہوں اور اسی وجہ سے مجھ پر یہ عنایات ہوئی ہیں۔ اس پر حضرت اقدسؒ نے فرمایا کہ مرزا صاحب کس قدر نازک مزاج تھے لیکن امتحان کے لئے کس قدر سخت مزاج بیوی دی گئی۔

اس کے بعد فرمایا کہ ایک دن حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ کے ہاں یہ واقعہ بیان ہو رہا تھا کہ کسی نے امتحان کی خاطر حضرت مرزا مظہر جان جاناؒ۔ حضرت مولانا فخرؒ اور

بزرگوں کو آزمانا
بڑی غلطی ہے

حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ کو اپنے گھر پر دعوت دی۔ جب ان میں سے ہر ایک بزرگ آئے گئے تو اس نے ان کو الگ الگ کمرہ میں بٹھایا۔ اور ایک دوسرے کی موجودگی سے ان کو بے خبر رکھا۔ اب ان سب کو بٹھا کر وہ کہیں باہر چلا گیا اور شام کو بہت دیر کے بعد واپس آ کر پہلے حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کے پاس گیا۔ اور کہنے لگا کہ حضرت کیا کروں آج میری بیوی سخت بیمار ہو گئیں۔ ان کے لئے دوا لینے کی خاطر سارا دن سرگردان پھرتا رہا۔ کھانا وغیرہ تیار نہ ہو سکا۔ لیجئے یہ دوا آنے ہیں۔ بازار سے روٹی خرید لیجئے گا۔ آپ نے وہ دوا آنے لئے اور فرمایا کہ کوئی بات نہیں گھروں میں ایسا ہو جاتا ہے۔ جب وہ حضرت مولانا فخرؒ کی خدمت میں گیا اور معذرت کے طور پر وہی قصہ بیان کیا۔ تو آپ نے فرمایا خیر آج میرا پیٹ بھی خراب تھا۔ میزبان کی خاطر کچھ نہ کچھ ضرور کھانا ٹپتا اور اگر کچھ کھا لیتا تو بیمار ہو جاتا۔ انہوں نے بھی دوا آنے کے لئے اسی طرح وہ شخص حضرت مرزا مظہر جان جاناؒ کی خدمت میں گیا اور وہی ماجرا بیان کیا۔ انہوں نے وہ دوا آنے کے لئے اور فرمایا کہ آئندہ فقیروں کے ساتھ ایسا مذاق نہ کرنا۔ اس پر حضرت مولانا گنگوہیؒ سے ان تینوں حضرات کا مرتبہ دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ حضرت مرزا صاحبؒ کا مرتبہ زیادہ بلند تھا۔ ان کا مزاج نہیں دیکھتے

کہ کس قدر نازک تھا اس کے باوجود بھی انہوں نے دو آنے لے لئے اور اتنا کہنے پر اکتفا کیا کہ آئندہ فقیروں کے ساتھ ایسا مذاق نہ کرنا۔ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب اور حضرت مولانا فخر رح تو پس چکے تھے۔ ان کے لئے اس بد تمیزی کو برداشت کرنا کیا مشکل تھا۔ اس کے بعد فرمایا کہ ایک عورت نے حضرت مولانا فخر رح کی دعوت کی اس زمانہ میں یہ دستور تھا کہ کھیر میں شکر نہیں ڈالی جاتی تھی۔ بلکہ دسترخوان پر شکر الگ رکھ دی جاتی تھی اور مہمان اپنی مرضی کے مطابق کھیر میں شکر ڈالتا۔ اس عورت نے غلطی سے پسا ہوا نمک ان کے آگے رکھ دیا۔ چنانچہ نمک کے دو تین چمچے انہوں نے کھیر میں ڈال دیئے اور خوب مزے سے کھا کر چلے گئے۔ جب عورت کو پتہ چلا کہ اس نے چینی کی بجائے نمک کا برتن دسترخوان پر رکھ دیا تھا تو آپ کے چمچے دوڑی معافی مانگی اور کہا کہ مجھ سے غلطی ہو گئی میں نے شکر کی بجائے نمک آپ کے سامنے رکھ دیا۔ آپ استغراق کی حالت میں تھے آپ نے فرمایا اچھا نمک تھا۔ فرمایا کوئی ہرج نہیں معمولی بات ہے۔ اس کے بعد فرمایا جب ان کی یہ حالت تھی تو اس شخص کی بد تمیزی سے ان کو کیا تکلیف ہوتی۔ اصل امتحان تو حضرت مرزا صاحب کا تھا کہ انہوں نے سب کچھ برداشت کر لیا ورنہ دو آنے اس کے منہ پر مار تے اور ایسی سزا دیتے کہ وہ کبھی نہ بھولتا۔

عاشقی بہتر ہے یا معشوقی | اس کے بعد عشق کے متعلق گفتگو ہونے لگی۔ فرمایا کہ ایک دفعہ حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہ سے اللہ تعالیٰ نے دریافت فرمایا کہ عاشق بننا چاہتے ہو یا معشوق۔ آپ نے سوا کہ اگر عاشقی طلب کرتا ہوں تو عاشقی سرفروشی ہے۔ بے حد آزمانہ اور بلا مصیبت کا سامنا ہوتا ہے۔ اگر معشوقی چاہوں تو یہ کبھی مناسب بات ہے اپنے منہ سے کس طرح محبوبیت کا مرتبہ طلب کیا جاسکتا ہے۔ چنانچہ آپ بہت فکر مند تھے کہ کیا جواب دوں۔ اللہ تعالیٰ نے چوبیس گھنٹہ کی مہلت دے کر فرمایا کہ اچھا کل اسی وقت جواب دینا۔ اب رات کے وقت تشویش کی حالت میں

گشت لگا رہے تھے۔ جیسے جیسے وقت گزرتا جاتا پریشانی بڑھتی جاتی۔ اس تشویش کے عالم میں ایک طرف سے آواز آئی۔ بس۔ اتنی عبادت کی۔ اتنے مراتب حاصل کئے۔ معمولی سے سوال کا جواب نہیں دے سکتے۔ آپ نے اس طرف دیکھا تو ایک غریب فقیر پھٹے پرا نے کپڑے پہنے ایک دکان پر بیٹھا بھاڑ جھنڈا رکھا تھا۔ بہت حیران ہوئے کہ یہ راز تو میرے اور اللہ کے درمیان تھا۔ ان کو کیسے معلوم ہوا اور خوش بھی ہوئے کہ کوئی تو ہمدرد ملا۔ جونہی آپ آگے بڑھے انہوں نے کہا بس وہیں رہو۔ آگے مت آؤ۔ کل بارہ بجے مجھ سے ملنا۔ میں سوال کا جواب تمہیں بتاؤں گا۔ جب دوسرے دن وقت مقررہ پر وہاں گئے اور دیکھا تو کوئی بھی نہ تھا لوگوں سے دریافت کیا یہاں ایک درویش رہتے تھے وہ کہاں ہیں۔ انہوں نے کہا یہاں تو کوئی درویش وغیرہ نہیں رہتے۔ جب آپ نے بتایا کہ یہاں بیٹھ کر بھاڑ جھنڈا کرتے تھے۔ تو لوگوں نے کہا کہ اچھا وہ بد معاش۔ اجی صاحب آپ کو تو اس کا علم نہیں وہ تو بہت ظالم تھا۔ کئی سنگین جرم کئے۔ کئی لوگوں کو قتل کیا اور آخر کار آج وہ گرفتار کر لیا گیا اور گدھے پر بٹھا کر اسے تمام شہر میں کھرایا گیا اور اس کے بعد پھانسی پر لٹکا دیا گیا۔ پھانسی کے بعد اتار کر اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے گئے تاکہ لوگوں کو عبرت ہو اور اچھی طرح معلوم ہو جائے کہ ایسے مجرم کا یہ حشر ہوتا ہے۔ اور پھر ان ٹکڑوں کو شہر کی فلاں جانب ایک گھورے پر پھینکا دیا گیا ہے۔ تاکہ سڑتے اور چیل کوٹے کھا جائیں۔ اب حضرت محبوب سبحانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بہت حیران ہوئے کہ یہ کیا ماجرا ہے۔ انہیں یہ تو یقین تھا کہ وہ ولی اللہ ہیں۔ اگر ولی اللہ نہ ہوتے تو انہیں اس راز کا علم نہ ہوتا۔ بہر حال یہ خیال کر کے کہ ولی اللہ جو وعدہ کرتے ہیں پورا کرتے ہیں۔ آپ اس گھورے پر تشریف لے گئے جہاں ان کے جسم کے ٹکڑوں کو پھینک دیا گیا تھا۔ جب آپ نزدیک پہنچے تو ان ٹکڑوں میں حرکت ہوئی اور اکٹھے ہو گئے۔ اس کے بعد وہ درویش اٹھ بیٹھے۔ یہ دیکھ کر کوٹے وغیرہ اڑ گئے۔ انہوں نے اٹھتے ہی کہا کہ عاشق کا حشر دیکھ لیا۔

تمام عمر بھارت جھکونکوائی۔ پھر گدھے پر سوار کر کے بازار میں پھروایا۔ لوگوں سے
 گالیاں دیواتیں۔ بد معاش اور مجرم کہلوایا اس پر بھی اکتفا نہ کیا۔ دار پر لوٹا گیا جسم
 کے ٹکڑے کر کے اور شہر کی سب سے گندی جگہ پر ٹکڑوں کو کتوں کے آگے پھینکوا
 دیا۔ یہ ہے عاشقی۔ اب تم نازک مزاج ہو یہ چیزیں کب برداشت کر سکتے ہو۔ رہا
 معذرتی یہ بھی بہت نازک معاملہ ہے۔ اپنے منہ کس طرح معذرتی طلب کی جاسکتی
 ہے۔ لہذا نہ تو عاشقی مانگو اور نہ معذرتی۔ اللہ تعالیٰ سے یہ عرض کرو کہ یا اللہ تو
 مالک ہے۔ تیرا فیض عام ہے۔ جو چیز تو پسند کرے میں راضی ہوں۔ میں اس قابل
 نہیں ہوں کہ خود طلب کروں یہ کہہ کر وہ لیٹ گئے۔ جسم کے اسی طرح ٹکڑے ٹکڑے
 ہو گئے۔ اور کوسے اور گتے پھرنے دیکھ آئے۔ حضرت غوث الاعظم رضی اللہ
 تعالیٰ عنہ نے انہیں ہٹایا۔ لیکن وہ پھر آ گئے۔ آپ نے جلال کی نظر سے ان کی طرف
 دیکھا تو سب جل کر راکھ ہو گئے۔ اس کے بعد آپ نے اپنی چادر کو زمین پر بچھایا اور کتوں
 کو جمع کر کے سر پر رکھ کر اپنی خانقاہ میں لے آئے۔ آپ نے اپنے ہاتھ سے غسل
 دیا۔ نغش میں بدبو ہو گئی تھی۔ لوگوں نے عرض کیا کہ حضور آپ کی طبیعت مبارک بہت
 لطیف ہے آپ یہ بدبو نہیں برداشت کر سکیں گے۔ آپ الگ ہو جائیں ہم سب کچھ
 کر لیں گے۔ آپ نے فرمایا تم لوگوں کو معلوم نہیں ہے کہ اس مرد نے میرے ساتھ
 کیا سلوک کیا ہے۔ چنانچہ تجھیں تکوین کے بعد نماز جنازہ پڑھی اور وہیں خانقاہ
 کے اندر آپ کو دفن کیا گیا۔ حضرت غوث الاعظم نے حاکم دیا کہ جو شخص میرے پاس
 آئے پہلے ان کے مزار پر ناسخ پڑھے اور پھر میرے پاس آئے اور وہ ناسخ پڑھ کر
 پڑھ کر جائے۔ چنانچہ یہ دستور آج تک قائم ہے۔ اس کے بعد ان کے پاس آئے
 فرمایا کہ یہ ہے عاشقی۔

ایک دفعہ فرمایا کہ دنیا میں مصیبت کا وجود ہی ضروری ہے۔

کیونکہ دنیا میں حق تعالیٰ کی شفقت، رحمت اور عنایت سے

قدر بے پایاں ہے کہ اس کو کونٹر ایکٹ COUNTERACT یعنی توازن قائم رکھنے کے

فلسفہ مصیبت

لئے معصیت کا وجود لازمی ہے۔ یہ بھی فرمایا کہ حضرت غریب نواز رح کی درگاہ میں بھی لوگوں کی خرافات۔ خادموں کی بدتمیزی اور نامنزا حرکات میں یہی حکمت ہے۔ اس کے بعد فرمایا کہ اللہ کی کائنات میں حسن ہی حسن ہے۔ اور حسن کے لئے خال کا ہونا ضروری ہے۔ معصیت ایک خال ہے۔ جو حسن کی رونق کو دوبالا کر دیتا ہے۔

۵۔ رجب ۱۳۶۱ھ

تقدیر کو کوئی چیز نہیں بدل سکتی مگر دعا

آج صبح حضرت اقدس رح اپنی علالت کا

ذکر فرما رہے تھے۔ سیرھیوں سے گرنے کا واقعہ بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ اتنے زور سے سر کے بل گرے کہ پہلے کھڑکی میں جا کر سر لگا پھر نیچے آ پڑے اور گرتے ہی بے ہوش ہو گئے۔ عبد القیوم صاحب موجود تھے وہ اٹھا کر اوپر لے گئے لیکن نہ تو کوئی چوٹ آئی۔ نہ سر کھوٹا۔ نہ ہڈی ٹوٹی۔ عینک گر گئی تھی۔ رات کا وقت تھا لوگ آتے جاتے رہے۔ اغلب تھا کہ کسی کے پاؤں کے نیچے آ کر ٹوٹ جاتی لیکن وہ بھی صحیح سلامت مل گئی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گرتے ہی کسی نے گود میں لے لیا اور بے ہوش کر کے عارضی درد وغیرہ کی تکلیف سے بھی محفوظ کر لیا۔ یہاں تک کہ عینک تک کو محفوظ رکھا یہ ایک کرشمہ قدرت تھا اور اللہ تعالیٰ کو یہ دکھانا مقصود تھا۔ کہ اس قدر زبردست حادثہ میں سچا لیا۔ تو معمولی زکام میں کیوں اس قدر پریشان ہوتے ہو۔ فرمایا گھروالے دو دفعہ ایسا چھوڑ بیٹھے تھے۔ بس ہم یہ جانتے ہیں کہ موت کا ایک وقت معین ہے نہ ایک ساعت پہلے آ سکتی ہے نہ بعد اپنے وقت مقررہ پر آئے گی۔ اور اس کو کوئی نہ روک سکے گا۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ تقدیر کو کوئی چیز نہیں بدل سکتی مگر دعا۔ صرف دعا ہی سے تقدیر بدل سکتی ہے۔ کسی دنیوی اسباب سے نہیں بدل سکتی۔ بزرگ جب بیماری کا علاج کرتے ہیں تو دراصل وہ موت سے بچنا نہیں چاہتے۔ بلکہ اللہ کی پیدا کردہ جڑی بوٹیوں کے اثرات کا مشاہدہ کرنا چاہتے ہیں۔ اسی لئے علاج کرتا سنت ہے۔

اس کے بعد فرمایا کہ ہر مومن کی دعا قبول ہوتی ہے۔ لیکن اس کی تین صورتیں ہیں

ایک یہ کہ دعا ہو قبول ہو جائے یعنی جو کچھ طلب کیا ہے وہ اسی دنیا میں مل جائے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ جو چیز بندہ نے مانگی تھی وہ اللہ کے علم میں اس کے لئے مفید نہ تھی تو اللہ تعالیٰ اس کے عوض میں کوئی دوسری نعمت اسی دنیا میں عطا فرمادے۔ تیسری صورت یہ ہے کہ جو دعائیں اس دنیا میں قبول نہیں ہوتیں ان کا ثمرہ آخرت میں مل جائے گا۔ اور اس کو دیکھ کر سب لوگ خواہش کریں گے کہ کاش دنیا میں ہماری سب دعائیں نامنظور ہوتیں اور سب یہاں کے لئے قبول ہوتیں۔

۲۱۔ اپریل ۱۹۴۳ء

کم عقلی کی وجہ

آل انڈیا مسلم لیگ کے سالانہ اجلاس دہلی کے موقع پر فرمایا کہ دنیا (LUNATIC ASYLUM) پاگل خانہ بنی ہوئی ہے۔ ان لوگوں کی عقل ماری گئی ہے۔ فرمایا "اللَّهُ نُورٌ الشَّمْسُ وَالضُّمُورُ" عقل بھی ایک نور ہے۔ جتنا جتنا لوگ خدا سے دور ہوتے جاتے ہیں عقل سے بھی دور ہوتے جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے نزدیک ہونے کی وجہ سے عقل میں زیادتی ہوتی ہے اور دور ہونے سے عقل کم ہوتی ہے۔

ایک موقع پر ارشاد فرمایا کہ ڈاکٹر نے صرف آلو اور چاول سے روکا ہے اور ہمیں ان دو چیزوں سے غنبت ہے

روح کی غذا چند نوالے

اس لئے اللہ تعالیٰ نے غنبت کی چیز لے لی۔ پارٹی کے ایک دو آدمی کھانا کھا کر تھلیں غذا کے لئے باہر گئے ہوئے تھے۔ آپ نے فرمایا کہ یہ لوگ اس قدر کھا لیتے ہیں کہ اسے مضہم کرنے کے لئے ان کو سیر کی ضرورت ہوتی ہے۔ فرمایا روح تو اپنی خوراک چند نوالوں سے لے لیتی ہے۔ باقی جس قدر کھا یا جاتا ہے موجب فساد ہوتا ہے۔

ایک موقع پر فرمایا کہ ہمیشہ اقلیت کی حکمت ہے۔

اقلیت کی حکومت

MAJORITY RULE یعنی اکثریت کی حکومت کا دنیا میں

کہیں وجود نہیں ہے۔ فرمایا انگریز اقلیت میں ہیں لیکن ہندوستان پر حکومت کر رہے ہیں۔ جب مسلمان ہندوستان میں آئے تو اقلیت میں تھے لیکن حاکم بن کر رہے۔ محمد بن قاسم کے ساتھ بہت قسورے آدمی تھے لیکن اتنے بڑے ملک پر حکمران تھا

شیر جنگل میں ایک ہوتا ہے۔ گپیڈر۔ بھڑیے۔ بہن بے شمار ہوتے ہیں لیکن حکومت شیر ہی کی ہوتی ہے۔ فرایا کائنات میں بھی حکومت اللہ کی ہے۔ جو ایک ہے اور IRREDUCIBLE MINORITY (ناقابل تخفیف اقلیت) ہے۔ فرایا پاکستان بھی ہم کو SATISFY (مطمئن) نہیں کر سکتا۔ ہم تمام ملک پر حکومت کریں گے۔ یہ لوگ ہمارے اصول قبول کر کے بھائی بن جائیں یا غلام بن کر رہیں۔ کوئی COMPROMISE (مصاحبت) نہیں ہو سکتا۔ فرایا : — COMPROMISE منافقت ہے۔ اور منافقت کفر سے بھی بدتر ہے۔ "ورک اسفل منافقین کی جگہ ہے۔ فرایا اسلام اور کفر کے درمیان COMPROMISE (مصاحبت) ہو ہی نہیں سکتا۔ یا مسلمان ہو جائے یا کافر ہے۔ درمیان میں کوئی چیز نہیں ہے کسی نے عرض کیا کہ مسلمانوں کو کیا کرنا چاہئے۔ فرایا ہر وقت جذبہ جاننا اور قربت ایمان کی ضرورت ہے۔ اس کے بعد جمیر شریفی کی سندوسلم شورش ۱۹۲۷ء کا ذکر فرمائے گئے۔

فرایا اس شورش میں اگرچہ مسلمان اقلیت میں تھے اور نھتے تھے۔ پھر بھی انہوں نے جلانے کی لکڑیاں وغیرہ لہتے

جمیر شریفی کا ہندوسلم فساد

میں لے لیں۔ اس ہمت اور جاننازی سے ہندوؤں کا مقابلہ کیا کہ ٹھنوں کے ڈھیر لگا دیئے۔ جب پولیس ناکام ہو گئی تو فوج بلائی گئی۔ درگاہ شریفی کے اندر کافی تعداد میں مسلمان جمع تھے۔ فوج کا کمانڈر انگریز تھا۔ اس نے آتے ہی بلند دروازہ کے سامنے مشین گن لگا دی اور گولی چلانے کا حکم دیدیا۔ لیکن کسی ایک شخص کے بھی گولی نہ لگی۔ لوگوں نے دیکھا کہ ایک سفید ریش بزرگ دونوں ہاتھوں سے دو دروازے کے دروازے پر تھے اور گولیاں دروازہ کے دونوں طرف دیا رہیں پیوستہ ہو جاتی تھیں۔ یہ منظر اس فوجی افسر نے بھی دیکھا۔ اور جب وہ فوج کو واپس لے جا رہا تھا تو مسلمانوں نے چپتوں پر سے اینٹ پتھر برسائے شروع کئے اس وقت بھی وہی بزرگ ظاہر ہوئے اور ہاتھوں کا سایہ کئے ہوئے نکل جاتے ہوئے دھکے دے کر اس افسر کو صفو ڈراستہ تک پہنچا دیا۔ جب شہر میں کچھ امن ہو گیا تو وہ انگریز افسر منگولی

نثار احمد مرحوم کے ہمراہ درگاہ شریف آیا۔ اور ادھر ادھر حجروں میں کسی کو تلاش کرنے لگا۔ متولی صاحب نے دریافت کیا آپ کو کس کی تلاش ہے۔ کہنے لگا وہ ہم ایک بٹھے کو دیکھتا ہے۔ اس نے ہمارا جان بچا یا ہے۔ ہم کو بچانے کا واسطے ہمارا اوپر ہاتھ رکھا تو اس کا ہاتھ کو پتھر بھی لگا ہے۔ ہم اس کو انعام دے لگا۔ اس نے ہمارا جان بچا یا ہے۔ متولی صاحب مسکرائے اور اس سے کہا وہ اب آپ کو نہیں مل سکتا۔ وہ خود صاحب مزار تھے۔ اس قسم کے واقعات یہاں بہت ہوتے ہیں۔ وہ انگریز یہ سن کر بہت متاثر ہوا اور یہ ساری باتیں اس نے دوران مقدمہ میں اپنے بیان میں کہیں۔ مثل چین کمشنر کے دفتر میں اس وقت بھی موجود ہے جس کا جی چاہے جا کر دیکھ لے۔

ارشاد فرمایا ہمارے مولانا صاحب سے کسی نے ایک مرتبہ

فنائیت فی الشیخ | فنائیت فی الشیخ۔ فنائیت فی الرسول اور فنائیت فی اللہ کے متعلق دریافت کیا۔ آپ نے فرمایا فنا فی الشیخ کا ہونا ہی فنا فی الرسول اور فنا فی اللہ ہونا ہے۔ کیونکہ شیخ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اللہ تعالیٰ کی ذات میں فنا ہونا ہے اس لئے جب شیخ میں فنائیت کا مقام حاصل ہو گیا۔ تو فنائیت فی الرسول اور فنائیت فی اللہ خود بخود حاصل ہو گئی۔ اگر پانی کا ایک گلاس سمندر میں ڈال دیا جائے تو کہا جائے گا کہ یہ پانی سمندر میں فنا ہو گیا ہے۔ اگرچہ وہ تھوڑا سا پانی پورے سمندر میں فنا نہیں ہوا۔ سمندر کے ایک چھوٹے سے حصہ میں فنا ہوا ہے۔ اس کے بعد حضورؐ نے پان کی ڈبہ اٹھا کر فرمایا اگر اس کو سمندر میں ڈال دیں تو جتنا اس کا حجم ہے اتنی جگہ میں فنا ہوگی۔ لیکن اس کو فنا فی السمندر ہونے کا مقام حاصل ہو گیا لہذا فنا ہونے کے لئے ذات کے کسی ایک منظرِ کامل میں فنا ہو جانا ذات میں فنا ہو جانا ہے۔

فرمایا کہ حسن سنجری نے کیا خوب کہا ہے

مور مسکین ہو سے داشتت کہ در کعبہ رسد

دست در پائے کھوتزرد و ناگاہ رسد

برکاتِ مصائب

اس کے بعد مصائب کے برکات کے متعلق گفتگو ہونے لگی۔ ایک مرید نے عرض کیا کہ تکلیف کے وقت میں اپنے قلب میں ایک قسم کی رضا اور خوشی محسوس کرتا ہوں۔ آپ نے فرمایا ہاں انشراح قلب ہو جاتا ہے۔ اُس نے پھر عرض کیا کہ اس خوشی سے ڈر بھی لگتا ہے کہ کہیں یہ ایک قسم کا چیلنج نہ ہو جائے۔ اور آزمائش نہ شروع ہو جائے۔ حضورؐ نے فرمایا جب مصیبت کے نزول پر شکر اور خوشی کا احساس ہو تو اسے بھی اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کرنا چاہئے۔ اپنی طرف منسوب کرنا برا ہے۔ بس یہی سمجھے کہ مصیبت بھی اُس نے دی ہے اور صبر و شکر اور خوشی بھی اسی نے دی ہے۔

۱۱۔ رمضان المبارک ۱۳۶۲ھ

آج دو بجے حضور اقدسؐ حسب معمول تشریف لائے۔ حضرت شاہ شہید اللہ صاحب۔ حاجی عبدالحق صاحب۔ عبد السلام صاحب اور احقر حاضر خدمت تھے آتے ہی فرمایا کہ آج کا (DAWN) ڈان دیکھا۔ ٹون (انداز) بدل گیا ہے۔ روم (ROME) پر قبضہ ہو جانے کے بعد حالات تبدیل ہو گئے ہیں۔ فرمایا یہ لوگ مکاری پر کھروسہ کئے ہوئے ہیں۔ اور یہ قاعدہ ہے کہ جس شخص کو کسی فن میں کمال ہوتا ہے اس کی موت اکثر اسی میں ہوتی ہے۔ شیر کا شکاری اکثر شیر کے ہاتھوں مرتا ہے۔ سانپ کا پکڑنے والا اکثر سانپ کا شکار ہو جاتا ہے۔ فرمایا کہ یہ لوگ مکاری اور ڈپلومیسی میں ماہر ہیں۔ جب فوج سے کچھ نہ ہو سکا تو ڈپلومیسی کو بروئے کار لاتے ہیں۔ اور اس پر وہ ناز کرتے ہیں۔ فرمایا یہ اپنی ڈپلومیسی سے تباہ ہونگے۔ اپنے اس ناز میں ایسا کام کر بیٹھیں گے۔ جس سے تباہ ہو جائیں گے۔

اس کے بعد امام غزالی علیہ الرحمۃ کی کتاب

اولیائے کرام کی تصنیفات کے برکات

طب جسمانی و طب روحانی کا درس دیا۔

درس ختم ہونے پر حضرت شاہ شہید اللہ صاحب نے کہا اس کو دو تین مرتبہ پڑھنا چاہئے۔ آپ نے فرمایا دس مرتبہ پڑھنا چاہئے۔ جس طرح قرآن پڑھتے وقت

ہر دفعہ معافی اور انکشاف میں اضافہ ہوتا ہے۔ اس طرح اولیاء کرام کی تصنیفات میں بھی وہی برکت ہوتی ہے۔ بار بار پڑھنے سے مدارج طے ہوتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ انسان کامل اللہ تعالیٰ کا خلیفہ ہوتا ہے۔ اس کے کلام میں بھی کسی حد تک وہی بات ہوتی ہے۔ فرمایا ایک شخص کو حضرت پانچویں سیدنا امامی راجہ کے ۲۳ معراجوں کا علم تھا اور چوبیسویں معراج کا علم نہ تھا۔ ایک دفعہ حضرت شیخ فرید الدین عطارؒ کی کتاب تذکرۃ الاولیاء وضو کر کے اٹھائی اور پڑھنے لگا۔ بس اسی وقت چوبیسویں معراج کا علم ہو گیا۔ اسے بتایا گیا کہ چونکہ تم نے ایک ولی اللہ کی کتاب کی حرمت کی ہے اس کی برکت سے تمہیں یہ انعام ملا ہے۔ اس کے بعد فرمایا اس قسم کی کتابیں اور کبھی ہیں۔

مثلاً مشنوی گلشن راز۔ یہ ایک بزرگ کی لکھی ہوئی ہے۔ اور بہت مختصر کتاب ہے۔ اس کی شرح ایک اور بزرگ نے لکھی ہے۔ جو مرتبہ میں ان سے بھی بڑھے ہوئے ہیں۔ وہ کتاب پڑھنی چاہئے لیکن آجکل ملتا مشکل ہے۔ ہم نے ایک کاپی بہت مشکل سے حاصل کی۔ ایک دفعہ سہارنپور سے مولانا صاحب نے فرمایا کہ آج کتاب پڑھنے کو جی چاہ رہا ہے۔ کوئی کتاب لا دو۔ میں نے وہی مشنوی اٹھا کر دی۔ دیکھ کر فرمایا۔ ارے اس کی تو ہمیں عرصہ سے تلاش تھی۔ تم نے کہاں سے لی۔ اچھا یہ ہیں دے دو تم اور لے لو۔ چنانچہ وہ کتاب میں نے حضور کی خدمت میں پیش کر دی اور ہم نے محمد حسین سے کہا کہ ایک اور نسخہ تلاش کر دو۔ ان کے کسی دوست کے گھر میں کاغذوں اور کتابوں کے ڈھیر کے اندر وہ کتاب مل گئی۔

اس کے بعد احقر نے عرض کیا کہ حاجی صاحب نے آج غلیبہ الیٰ علیہ السلام لکھ کر لی ہے۔ حاجی صاحب نے کہا کہ ترجمہ بہت خراب ہے۔ اسے ترمیم کرنا پڑے گا۔ یہ بھی ترجمہ کر دیا گیا ہے۔ فرمایا پنجاب میں بھی یہی حال ہے۔ اس لیے اسے ترمیم کر کے کتاب کو خراب کر دیتے ہیں۔ ان جوڑی کے لیے ایک کتاب ہے۔ جس کا نام تلبیس ابلیس ہے۔ اس میں انہوں نے تمام غزلوں کے تقاضوں بیان کئے ہیں۔ علماء و فقہاء کے علاوہ صوفیائے کرام پر بھی نکتہ چینی کی ہے۔ اور حضرت

حضرت الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر بھی الزام لگایا ہے۔ جن کے وہ ہم عصر تھے۔ ابن جوزی نے ایک رات خواب میں دیکھا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کو حکم فرمایا کہ اس کے گوز سے لگاؤ۔ جب وہ بیدار ہوا تو گوزوں کے نشان جسم پر موجود تھے اور دروہی محسوس ہونے لگا۔ فوراً توہم کی اور حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کی خدمت میں جا کر مرید ہو گئے اور لغت کی حمایت میں بہت کتابیں لکھی ہیں اور اکابر اولیاء میں سے ہوئے ہیں۔ اب لاہور میں اسی کتاب تلبیس ابلیس کا ترجمہ کیا گیا ہے۔ اور غیر مقلد لوگ اسی کتاب کو ہونیائے کلام کی مخالفت میں استعمال کر رہے ہیں۔ اور یہ کسی کو نہیں بتاتے کہ اس کے بعد وہ تائب ہو سگے۔ اور بہت سنی کتابیں اس کی تردید میں لکھی ہیں۔

اس کے بعد حاجی صاحب نے کہا کہ آجکل لاہور میں ترجمہ بغیر متن کا سوال اٹھا ہوا ہے۔ آپ نے فرمایا وہ بالکل غلط ہے

ترجمہ بغیر متن بہت نقصان دہ ہے۔ قرآن شریف کی حفاظت اللہ تعالیٰ نے اپنے دماغ میں سے اور ترجمہ اس میں زبردستی نہیں ہوا۔ لیکن توریث اور تاجیل میں تخریث اس وجہ سے ہوتی کہ متن کے بغیر ترجمہ کیا گیا۔ فرمایا اصل چیز تو متن ہے قرآن شریف کا ایک ایک حرف پڑھنے سے وہ نیکیاں صرف متن ہی سے مل سکتی ہیں۔ ترجمہ سے نہیں۔ فرمایا بعض لوگ ایک صفحہ پر متن اور دوسرے پر ترجمہ لکھ دیتے ہیں۔ یہ بھی غلط ہے۔ ترجمہ میں السطور ہونا چاہئے تاکہ ہر شخص غلطی کو دیکھ کر درست کر سکے۔ اگر متن الگ اور ترجمہ الگ ہے تو مقابلہ کرتے وقت بہت تکلیف ہوتی ہے۔ نیز فرمایا کہ آجکل کتابوں کے ترجمہ میں دھوکا ہو گیا ہے۔ عبارات نکال کر اس کے علاوہ ترجمہ کرنے والے متن کے مفہوم کو بالکل بگاڑ دیتے ہیں اور ترجمہ کو سب سے الفاظ استعمال کرتے ہیں۔ جن سے معنی مختلف ہو جاتے ہیں۔

آپ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ اولیاء کرام کی خدمت میں بجاہزت نہیں جانا چاہئے۔ جب ایک معمولی افسر کے پاس آدمی بغیر اجازت نہیں جاسکتا تو اولیاء کرام کے

اولیاء کی خدمت میں
بجاہزت کی گئی ہے

سامنے کس طرح جاسکتا ہے۔ فرمایا ایک دفعہ ایک بزرگ اپنے مقام پر بیٹھ کر اور دروازہ پر پہرہ دار کھڑا تھا۔ جو بغیر اجازت کسی کو اندر آنے نہیں دیتا تھا۔ ایک صاحب آئے۔ دربان نے انہیں روکا۔ اور شیخ سے اجازت حاصل کرنے کے انہیں اندر جانے دیا جب وہ شیخ کی خدمت میں پہنچے تو کہنے لگے کہ

در درویش را دریاں نہ باید
یعنی درویش کے در پر دریاں نہیں ہونا چاہئے
انہوں نے فی البدیہہ جواب دیا۔

بباید تا سگب و شیا شاید
یعنی ہونا چاہئے تاکہ شیا کا کٹاؤ نہ ہو
۱۳۔ رمضان المبارک ۱۳۶۲ھ

آج سہ پہر بعد درس طبیب چمنی اور طبیب رودغانی خدمت حضرت مولانا صاحب شاہ شہید اللہ صاحب سے فرمایا کہ آج کچھ سمجھ نہیں آیا۔ انہوں نے فرمایا کہ سمجھ میں آگیا ہے۔ فرمایا جو شخص دریا میں غوطہ کھاتا ہے اس کے جسم کا ہر ذرہ قدر چھوٹا ہے۔ جتنا اس کے جسم کا محیط ہے۔ اسی قدر وہ جسم چھوٹا ہے۔ اس کے جسم سے لگے تو کسی اور جگہ غوطہ کھانے کے ساتھ اس طرح ہر ذرہ چھوٹا ہے۔ کچھ نہ کچھ پانی اس کے جسم کو لگتا رہے گا لیکن دریا بڑھتا رہے گا۔ اس کے بعد فرمایا کہ کھوپڑی انسان کے جسم کے مشابہت میں ہے۔ مشکل یہ ہے کہ انسان کے جسم کے مشابہت میں ہے۔

فقیری آسان مشنخت شکل

جنگل میں چلا جائے۔ شہر میں آجائے۔ اندر جیال سے بیٹھ جائے۔ لیکن شیخ کا کام بہت مشکل ہے۔ اس سے ہر امت کا انسان کو جاننا ہے۔ بات یہ ہے کہ اپنے مریدین کے قلوب کے کون کون سے حصے پر شیخ اپنے شیخے اترنا پڑتا ہے۔ اور پھر اوپر جانا پڑتا ہے۔ ان کے رہتے ہیں۔ اور غلیظ اور بدبو دار قلوب کو دھو کر انہیں اپنے رہتے ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے کوئی ڈرائینکس بوم سے نکل کر بیٹھ جائے۔ باورچی خانہ یا غسل خانہ میں چلا جائے۔ شیخ کو بیٹھ کر انہیں دھو کر

ہے۔ ورنہ بلند مقام پر رہ کر سرید کی صفائی نہیں کر سکتے۔ جیسے ایک دراز قد آدمی جب چھوٹے بچے کو اوپو اٹھا تا ہے تو اسے نیچے جھکتا پڑتا ہے۔

ایک موقعہ پر فرمایا کسی کے ہاں گانے کا انتظام تھا بہت سی طوائفیں آئی ہوئی تھیں۔ ایک دن صاحب خانہ نے سب کو بل کر گانے کے لئے کہا۔ جب سب نے بل کر گانا شروع کیا تو خیمہ میں آگ لگ گئی اسی طرح کلیر شریف میں بھی ہمارے سامنے ایک خیمہ جل گیا۔

موسیقی کا اثر

فرمایا ایک دفعہ الوری میں ہم مسرور شاہ کے ہاں گئے ہوئے تھے۔ وہ ہمارا وسط کا زمانہ تھا۔ بارہ بجے رات کو اگر گانا سننے کا خیال آجاتا تو کھوک سے زیادہ تکلیف ہوتی تھی۔ ایک رات میں نئے شاہ صاحب سے کہا کہ آج کچھ حالت خراب ہو رہی ہے گانا سننا اس کے انہوں نے کہا یہاں راجہ کے قوال ہیں اگر وہ کسی کے ہاں جائیں۔ تو راجہ ان سے ناراض ہوتا ہے۔ بہتر یہ ہے کہ ان کے مکان پر چلے چلیں اور وہیں گانا سن لیں گے۔ چنانچہ ہم ان کے مکان پر گئے۔ وہ سب سوئے ہوئے تھے۔ انہیں جگا یا اور گانے کے لئے کہا۔ انہوں نے فوراً قوالی شروع کر دی۔ ہم نے کہا ہم یہ نہیں سنتے۔ تم اپنے گھر کی چیز سناؤ۔ چنانچہ انہوں نے پکے راگ شروع کئے۔ اور خوب گائے۔ ہم نے کہا یہ گھر سا تھو نہ لے جانا کسی کو تبا کر جانا اس نے کہا۔ حضرت یہ میرا لوط کا ہے۔ اس کو کبھی بتانے کو جی نہیں چاہتا۔ گئے زمانہ میں عمر بڑھی ہوتی تھی۔ آرام کا سامان مہیا ہوتا تھا۔ خدا اچھی ملتی تھی۔ لہذا ایک ایک ستر سات سات سال تک نکالا کرتے تھے۔ اور اس کا اثر بھی ہوتا تھا۔ جنگل میں کہیں شیر مل جاتا تو جیسے اس نے "سا" کہا شیر بھاگ گیا۔ کوئیں سے پانی نکالنا ہوا لٹی ڈول نہیں ہے "سا" کہا اور پانی خود بخود اوپر آ گیا۔ فرمایا یہ صرف CONCENTRATION (جواؤ) کی بات ہے۔ خدا تو ہر جگہ موجود ہے۔ جو کام رغبت اور لگناؤ سے کیا جائے اس کا بڑا اثر ہوتا ہے۔

فرمایا اسی طرح ناچ ہے۔ یہ تمام کائنات تلہج رہی ہے "کن" کی آواز

کے بعد کائنات ڈانس (DANCE) میں آگئی۔ اگر دنیا سے الگ ہو کر ایک طرف کھڑے ہو جائو اور دنیا کا تماشہ دیکھو تو تمام حرکات ایک ہی پچھپچھا ہیں۔ تازہ حرکت (MOVEMENT) کا حُسن ہے۔ میوزک (موسیقی) آواز کا حُسن ہے اور شاعری کلام کا حُسن ہے۔ وہی حُسن ہے۔ "اللَّهُ جَمِيلٌ وَجَبُّ الْجَمَالِ" غارت ہر چیز کو دیکھ کر بدلتا آجاتا ہے۔ اور خشک مزاج مولوی ہر چیز کو دیکھ کر جل بھن جاتا ہے۔ یہاں برکت الہ آبادی کا ایک شعر پڑھا۔ جس کا مطلب یہ ہے "اس کے فلاں سفر تو بھی کائنات کو دیکھتا ہے اور میں بھی دیکھتا ہوں۔ فرق صرف اتنا ہے کہ تو دیکھتا ہے اور سوچتا رہتا ہے اور میں دیکھتا ہوں اور وجد میں آجاتا ہوں"

فرمایا ہندوستان ہمیشہ روحانیت کا مرکز رہا ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام نے اس میں اترے اسی وجہ سے جنوبی ہندوستان میں جھاڑیوں وغیرہ کے پتوں میں خوشبو پائی جاتی ہے۔ اور یہ وہی خوشبو ہے جو آدم علیہ السلام ہمیشہ سے لے کر آج تک لے کر آ رہے ہیں۔ ایک دفعہ فرمایا کہ لفظ رحیم کی تعریف عموماً کیا کر لیں اس طرح کرتے ہیں۔ کہ اگر ایک چیز کسی نام آدی سے مانگی جائے تو وہ ضرور تنگ دل ہوگا۔ اگر کوئی بہت نیک دل انسان ہے تو تنگ دل نہیں ہوگا بلکہ وہ چیز دے کر خوشی محسوس کرے گا۔ لیکن رحیم کے یہ معنی ہیں کہ اگر اس سے مانگی جائے تو ناراض ہوتا ہے۔

اسم رحیم کی تعریف

ایک موقع پر فرمایا کہ دنیاوی کاموں میں انسان کو اپنی خدمت کا خیال رکھنا چاہئے۔ اگر وہ غریب سے لے کر غنی تک ہر شخص کی خدمت کا موقع کم ملتا ہے۔ اور اگر دوسری جگہ سے ملتا ہے تو وہ تنخواہ کم ہے۔ مثلاً ڈاکٹر وغیرہ کا عہدہ تو وہی کم ملتا ہے۔ لیکن دنیا میں مسلمان کا مشغلہ خدمت خلق ہونا چاہئے۔ مسلمان جس پر مشغول ہوگا اس سے

خدمت خلق

طریقت بحسنِ خدمت ہے۔ غلو اور غمناکی سے بچنا چاہئے۔
 تسبیح و سجادہ و دلق نیست

تحفظ مراتب

ایک موقعہ پر فرمایا کہ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر کی کے
 ملفوظات میں لکھا ہے کہ ایک دفعہ ایک مست ہاتھی آ رہا تھا اور
 مہاوشتا چلا چلا کر کہہ رہا تھا کہ ہٹ جاؤ مست ہاتھی آ رہا ہے۔ ایک گرو کا چیلارائے
 میں جا رہا تھا۔ اس نے مست ہاتھی کو دیکھ کر کہا "وہی تو ہے" اور نزدیک سے
 گذرا۔ ہاتھی نے اسے سونڈ سے پکڑ کر پاؤں کے نیچے روند ڈالا۔ جب لوگوں نے گرو
 سے جا کر کہا تو اس نے چیلے کو گالی دے کر کہا کہ اس کا حشر ایسا ہی ہونا چاہئے تھا۔
 کیونکہ اس نے یا "مضلل" کے منظر کو تو دیکھا۔ لیکن یا "ہادی" کا منظر جو اوپر
 بیٹھا منظر سے مستنبت کر رہا تھا اس کی پرواہ نہ کی۔ فرمایا عی

کافرہ شدی لذت ایماں چہ شناسی
 کے یہی معنی ہیں۔ ہر ایک چیز اپنی اپنی جگہ پر الگ حکم رکھتی ہے۔ مولانا جامی فرماتے
 ہیں کہ
 ہر مرتبہ ز وجود حکمے وارد
 گر حفظ مراتب نہ کنی زندیقی

فرمایا۔ ایک دفعہ ایک بزرگ نے لوگوں سے کہا کہ کائنات میں کسی غیر کا وجود
 نہیں ہے۔ سب کچھ وہی ہے۔ لوگوں نے پاخانہ لاکر آپ کے سامنے رکھا کہ اگر
 سب کچھ وہی ہے تو اسے کھا لیجئے۔ انہوں نے کہا ہاں لے آؤ۔ چنانچہ وہ خنزیر
 کی صورت میں تبدیل ہو گئے اور اسے مزہ سے کھا لیا اور پھر اپنی صورت میں آگئے
 ہر جانور کے لئے اپنی اپنی خوراک ہے۔ اور پاخانہ خنزیر کی مرغوب غذا ہے۔
 فرمایا اسی طرح ہر ایک چیز کا الگ الگ مقام ہے۔ اور الگ الگ مرتبہ ہے ہر چیز
 کو اسی اعتبار سے دیکھنا چاہئے۔

علم غیب

ایک دفعہ علم غیب کا ذکر ہو رہا تھا۔ فرمایا کہ بزرگ بھی عجیب عجیب
 باتیں کہہ دیتے ہیں۔ ایک دن مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ سے کسی
 سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب کے متعلق سوال کیا۔ آپ نے فرمایا
 "ارے بھائی جسے تم علم غیب کہتے ہو وہ علم غیب تو اللہ کو بھی نہیں ہے۔"

علم غیب کے معنی یہ ہیں کہ اس چیز کا علم جو غیب ہے۔ اب اللہ سے کوئی چیز غائب ہے۔ فرمایا جو بزرگ مستقبل کی باتیں بتاتے ہیں تو وہ بھی لوح محفوظ پر دیکھ کر بتاتے ہیں وہ علم غیب تھوڑا ہی ہے۔ لندن میں ایک لڑکی تھی۔ جب کسی کی کوئی چیز گم ہو جاتی تھی تو لوگ اس سے جا کر دریافت کرتے تھے۔ وہ بتا دیتی تھی کہ کہاں پڑی ہے ایک شخص ہندوستان سے راؤنڈ ٹیبل کانفرنس (گول میز کانفرنس) میں شریک ہونے کے لئے لندن گئے ہوئے تھے۔ ان کے کچھ ضروری کاغذات گم ہو گئے انہوں نے جا کر اس لڑکی سے دریافت کیا اس نے کہا کہ ہندوستان میں ہمارے گھر کے اندر فلاں کمرے میں اور فلاں بکس میں کپڑوں کی تہہ میں پڑے ہوئے ہیں۔ جب وہ ہندوستان واپس آئے تو پہلا کام یہی کیا کہ گھر جا کر وہی کمرہ اور وہی بکس کھولا۔ کپڑوں کو اٹھا کر دیکھا تو کاغذ موجود تھے۔ اس آدمی نے مجھ سے کہا کہ دیکھئے مشرک لڑکی کو بھی علم غیب ہے۔ میں نے کہا بھائی وہ علم غیب کہاں ہے۔ اس نے تو دیکھ کر بتا دیا ہے یہ جو قرآن شریف میں ہے کہ وَعِندَکَ مَفَاتِیْحُ الْغَیْبِ لَا یَعْلَمُہَا اِلَّا مَن عِنْدَکَ ہاں غیب کی کنجیاں ہیں جسے اس کے سوا کوئی نہیں جانتا، اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات کا علم چونکہ لامحدود ہے۔ اس کا احاطہ کرنا تو ناممکن ہے۔ بعید ہے۔ لیکن دل کی آنکھیں کھل جائیں تو اس کے بعد اگر ارادہ اور ظرفیت ہو تو نظر آنے لگیں تو اس میں کیا مرضی لگتی ہے۔

اس کے بعد فرمایا کہ دیوبند کے ایک بزرگ کا یہ حال تھا کہ ایک بار وہ گاڑی میں سفر کر رہے تھے۔ اتفاقاً مولانا محمد حسین صاحب نے ان کی گاڑی میں سفر کر رہی تھی۔ والوں نے جب دیکھا تو ان کو صاحبؒ یاد آ گئے۔ اور غمگین ہو گئے۔ ان نے کہا کہ میں دیوبند سے وہ دن تھے کہ آپ کے پیر بھائی ہم سے سنا کہ یہ ہے مولانا، انہوں نے کچھ عرض کر کے فرمایا اچھا۔ جب انہوں نے گانا شروع کیا تو بہت رقت طاری ہوئی اور خست سیے قرار ہوئے۔ اس کے بعد فرمایا کہ یہی وجہ تھی کہ ہمارے شیخ نے ہمیں سماع سے منع فرمایا

کھا۔ کیونکہ ہم میں تو نسبت برداشت نہیں۔

اس کے بعد احقر نے عرض کیا کہ حضور اس کی کیا وجہ ہے کہ دوسرے سلسلوں کے مشائخ

سماج کسی سلسلہ میں ممنوع نہیں

سماج کو حرام سمجھتے ہیں۔ فرمایا سماج کو کوئی حرام نہیں سمجھتا۔ اس میں سب متفق ہیں صرف علماء و ظواہر میں اختلاف ہے۔ سلسلہ نقشبندیہ کے امام حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبند کا مقولہ ہے کہ " نہ انکار می کنم نہ این کار می کنم " یعنی نہ مجھے سماج سے انکار ہے اور نہ سماج ستا ہوں۔ ان کے سماج نہ سننے کی وجہ یہ ہے کہ نسبت نقشبندیہ میں خاموشی ہے وہ سب کام خاموشی سے کرتے ہیں اور اسی میں ان کے مارج طے ہوتے ہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ نسبت نقشبندیہ کا تعلق حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے۔ اور آپ و طر تائست خاموش تھے۔ اس لئے سلسلہ نقشبندیہ میں خاموشی اختیار کی جاتی ہے اور شورش و تشعب موافق نہیں آتا۔ اس کے برعکس نسبت حشیتیہ میں ذوق و شوق اور جوش و خروش ہے۔ خوب گانا سننے ہیں اور رقص کرتے ہیں۔ ایک دفعہ حضرت مرزا مظہر جان جانا کے کسی سے دریافت کیا کہ نسبت نقشبندیہ اور نسبت حشیتیہ میں کیا فرق ہے۔ فرمایا کہ نقشبندیوں کا نشہ، اقیوں کی پنک کی طرح ہوتا ہے۔ لیکن حشیتوں کا نشہ شراب کا سا نشہ ہے۔ یہ ہے نقشبندی حضرات کا سماج کے متعلق خیال۔

اب رلم سلسلہ قادریہ۔ قادر یہ سلسلہ کے امام حضرت غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی کتاب غنیۃ الطالبین میں آداب سماج پر ایک باب لکھا ہے۔ (حاجی عبد الحق

حضرت غوث اعظم اور سماج

نے اسی شام کو کتاب بازار سے خریدی۔ پہلے دن جلدی میں وہ باب نہ ملا۔ لیکن دوسرے دن مل گیا۔) اس کے بعد فرمایا کہ امام محمد غزالی رحمہ اللہ کے بھائی امام احمد غزالی کے ایک سوال کا جواب ہے (دور رسالہ احقر کے پاس موجود ہے) اس میں آپ نے لکھا ہے کہ سماج فعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ اور جس شخص نے سماج کو حرام کہا اس نے فعل رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو حرام کہا۔ اور فعل رسول کو حرام کہنے والا بالاتفاق کافر ہے۔

یہ سلسلہ سہروردیہ حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی کی تصنیف عوارث العارفين میں نہایت شرح و بسط کے ساتھ بحث کی گئی۔

امام ابو حنیفہؒ اور سماع | فرمایا حضرت امام ابو حنیفہؒ کے پڑوس میں ایک گویا رہتا تھا۔ جس کا نام عبداللہ تھا اور جو آخر رات میں گانا گایا کرتا تھا۔ اور اکثر ایک شعر گایا کرتا تھا جس کا مضمون یہ تھا کہ اس دنیا میں کوئی کسی کا نہیں ہے۔ ایک دفعہ اس کا گانا بند ہو گیا۔ آپ نے دریافت فرمایا کہ اس کو کیا ہوا آجکل گانے کی آواز نہیں آرہی ہے۔ لوگوں نے عرض کیا کہ اس کو کو تو ال پکڑ کر لے گیا ہے۔ اور اب وہ جیل خانہ میں ہے۔ یہ سن کر آپ جیل خانہ میں گئے۔ اور داروغہ جیل سے کہا کہ عبداللہ کو رہا کر دو۔ داروغہ جیل حضرت امام صاحبؒ کا اس قدر احترام کرتا تھا کہ یہ بھی نہ دریافت کیا کہ کس عبداللہ کی رہائی مطلوب ہے جیل خانہ میں جتنے عبداللہ نام کے تھے سب کو رہا کر دیا۔ چنانچہ رہا ہونے کے بعد وہ گویا امام صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے اس سے دریافت کیا پھر تو تم نہیں گایا گے کہ دنیا میں کوئی کسی کا نہیں ہے۔ اس نے عرض کیا کہ اگر حضور چاہیں تو بندہ مکان پر حاضر ہو کر اپنا گانا سنا کرے۔ آپ نے فرمایا میں تم اپنے گھر پر گایا کرو۔ امام صاحبؒ کے اسی فعل سے حنفیوں نے سرورِ ہمسایہ کو حلال ٹھہرایا ہے۔

امام احمد بن حنبلؒ اور سماع | فرمایا حضرت امام احمد بن حنبلؒ کا ایک لڑکا تھا۔ اس سے گانا سننے کا بہت شوق تھا۔ ایک دفعہ شہر میں ایک بڑا ماہر فن گویا آیا جو اخبارات میں ستار سجا یا کرتا تھا۔ سب ان کے دل میں اس کو جیسے ستار سننے کا شوق پیدا ہوا۔ رات کو باہر اس لئے نہیں جاسکتے تھے کہ اللہ تعالیٰ درخش ہوں گے۔ اور گھر سے اس لئے نہیں بلا سکتے تھے کہ والد صاحب گھر سے خود نہ نکلتے۔ آخر کار جب شوق نے بہت مجبور کیا تو گویے کو مکان پر بلا لیا۔ اور وہاں سے کسی کو خبر نہ کی۔ پھلی رات بالاحاقانہ پر اسے گئے اور وہاں سے اس سے کہا کہ آہستہ آہستہ اپنا ستار سجا اور اس نے آہستہ آہستہ شروع کیا اور آپ سننے رہے۔ جیسے جیسے وقت بڑھتا گیا۔ تو خود بھی جوش میں آکر اونٹ بولنے لگے اور گویا بھی بڑھا ہو گیا۔ غرضیکہ خوب شور مچ گیا اور خوب مجلس گرم رہی۔ کچھ دیر کے بعد انہیں خیال ہوا کہ

کہیں امام صاحب بیدار نہ ہو جائیں۔ جو نبی نیچے جھانکا کیا دیکھتے ہیں کہ امام صاحب رقص کر رہے ہیں۔ سماع چونکہ تھوڑی دیر کے لئے بند ہو گیا تھا امام صاحب نے پکار کر کہا ارے بند مت کر و جا رہی رہنے دو۔ امام صاحب کے لڑکے نے کہا۔ حضرت آپ تو منع فرمایا کرتے تھے۔ آپ نے فرمایا ایسی چیز سے کب منع کرتا ہوں۔ اس کے بعد فرمایا کہ ایک دفعہ حضرت عمرؓ کو سکاٹا سن کر وجد آ گیا تھا۔

۱۴ رمضان المبارک ۱۳۶۲ھ

ماضی اور حال کے مجاہدہ میں فرق | آج بعد دوپہر حضرت اقدس رح حضرت مولانا

فخر رح کی سوانح حیات کا مطالعہ فرما رہے تھے۔ فرمانے لگے کہ تم لوگ افسوس کرتے ہو گے کہ اس زمانہ میں پیدا ہوئے۔ پہلا زمانہ کتنا اچھا تھا۔ کثرت سے مشائخ موجود تھے اور روحانیت و عرفاں کا دور دورہ تھا۔ لیکن تم کو معلوم نہیں کہ اس زمانہ میں مجاہدہ بھی بہت سخت لیا جاتا تھا۔ فرمایا حضرت مولانا فخر رح کی خدمت میں ایک شخص جن کا مولوی عبداللہ نام تھا اور چند اور لوگ بیعت کی غرض سے حاضر ہوئے۔ آپ نے لنگر خانہ میں کھلوایا کہ انہیں کھانے کو کچھ نہ دیا جائے۔ دو تین دن کے فاقہ کے بعد باقی سب لوگ رخصت ہو گئے۔ صرف مولوی عبداللہ رہ گئے۔ اسی طرح پانچ روز گزر گئے اور کھانے کو کچھ نہ ملا۔ اب بھوک کے مارے ان کا بُرا حال ہو گیا۔ پانچویں روز باہر سے کچھ کھانا آیا اور حضرت نے انہیں اپنے پاس بلوایا۔ بہت خوش ہوئے کہ اب کھانا ملے گا۔ آپ نے ان کے سامنے کھانا دوسرے لوگوں کو تقسیم کر دیا اور ان کو کچھ نہ دیا۔ حضرت کو خر بوزہ بہت پسند تھا۔ خر بوزہ کھا کر چھلکے باہر صحن میں پھینک دیتے مولوی عبداللہ کو خیال آیا کہ رات کو جب سب لوگ سو جائیں گے تو یہ چھلکے کھا کر پیٹ بھر لوں گا۔ ادھر حضرت نے انہیں بلا کر کہا کہ ایسا نہ ہو کوئی چھلکوں پر پھیل جائے ان کو اٹھا کر کہیں درہ پھینک دو۔ ان کی روشن ضمیری دیکھ کر ان کا اعتقاد اونچا ہو گیا۔ اور انہوں نے زل میں مصمم ارادہ کر لیا کہ خواہ مر جاؤں یہاں سے ہرگز نہ ہاؤں گا۔ سات روز گزر جائے، سب کے بعد حضرت رح نے اسے بلا کر اپنے ساتھ کھا

کھلایا اور داخل سلسلہ فرمایا۔ اور سلوک تمام کرنے کے بعد انہیں خلافت سے بھی سرفراز فرمایا۔ اس کے بعد فرمایا کہ تم لوگ یہ کب برداشت کر سکتے ہو۔ پھر اس لئے یہی زمانہ اچھا ہے۔ اس زمانہ میں لوگ کمزور۔ کم ہمت اور کم عمر ہوتے ہیں اس لئے مجاہدہ بھی اتنا سخت نہیں لیا جاتا۔ اس کے بعد فرمایا کہ حضرت شاہ عبدالحق ردو لویؒ کا ایک مرید تھا۔ جن کا نام بختیار تھا وہ بھی آپ کے خلفاء میں سے ہیں۔ ایک دفعہ آپ نے انہیں بلا کر کہا یہاں کنواں کھود دو۔ کھودنے کے لئے سامان کی ضرورت ہوتی ہے۔ انہوں نے یہ دریافت نہ کیا کہ سامان وغیرہ کہاں سے لائیں۔ جیسے ہی حکم ملا عرض کیا بہت اچھا اور کام شروع کر دیا۔ کنواں کھود کر حضرت کو اطلاع دی تو حضرت نے فرمایا کہ اچھا اب کنواں بند کر دو۔ اتنی محنت سے تن تہنا انہوں نے کنواں کھودا تھا۔ جب بند کرنے کا حکم ملا تو یہ بھی نہ کہا کہ اگر بند کرنا مقصود تھا تو کھدو یا کیوں گیا۔ فوراً بند کر کے زمین ہموار کر دی۔ جب یہ کام مکمل ہو گیا تو اسی میں ان کی تکمیل ہو گئی۔ اس کے بعد فرمایا۔ اصل بات

CONCENTRATION (جمائو) ہے۔ ان کی تمام توجہ کنواں کھودنے پر تھی۔ اور شیخ کی توجہ ان پر تھی دونوں اپنا کام کر رہے تھے۔

اس کے بعد فرمایا کہ حضرت نظام الدین بلخیؒ کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہو کر معیت سے شرف ہوا۔ آپ نے اسے پانی بھرنے کی خدمت سپرد کی۔ بس وہ ہمیشہ یہی کام کرتا رہتا تھا اور کچھ نہیں کرتا تھا۔ ایک عرصہ کے بعد سے رخصت کر دیا۔ اور فرمایا بس جاؤ تمہارا کام ہو گیا۔ اب وہ جہاں تھا کہ وہاں تو کچھ نہیں کیا اور نہ کچھ حاصل ہی ہوا ہے کیا کیوں۔ خیر تعمیل حکم ہو گیا۔ اب ہر منزل پر اس کا ایک مقام طے ہوتا گیا۔ بلخ، نند، واران سے بہت دور ہے جب گھر پہنچا تو تکمیل ہو گئی۔ فرمایا یہ بھی "CONCENTRATION" کی بات ہے۔ بس اسے ایک کام میں لگا دیا جب توجہ ایک جگہ جم گئی تو شیخ نے اپنا کام کر دیا۔

حضرت مولانا فخر اور ان کے خلفاء | فرمایا کہ حضرت مولانا فخر کے بہت

خلفاء تھے۔ حضرت خواجہ نور محمد صاحب مہاروی (بجھاو پور) بھی آپ کے خلیفہ ہیں پنجاب میں سلسلہ شتیہ نظامیہ حضرت خواجہ نور محمد صاحب مہاروی رح کے ذریعے پھیلا ہے۔ فرمایا مولانا فخر رح کے ایک اور خلیفہ جے پور میں ہیں جن کا اسم گرامی مولانا ضیاء الدین رح ہے۔ جے پور میں اسلام ان کے ذریعے پھیلا ہے۔ اس سے پہلے جے پور میں مسلمان کم تھے۔ اذان دینے کی اجازت نہ تھی۔ کیونکہ اذان کو وہ لوگ منحوس سمجھتے تھے منحوس اس لئے کہ جہاں اذان ہوتی تھی ان کا کفر رخصت ہو جاتا تھا۔ مولانا ضیاء الدین شہر میں گئے اور ایک جگہ کھیر کر اذان دی اور اکیلے نماز پڑھ لی۔ چنانچہ یہی ان کا دستور رہا۔ ہندوؤں میں چہ میگوئیاں شروع ہوئیں۔ راجہ کو رپورٹ کی گئی۔ راجہ سمجھ دار تھا۔ اس نے کہا فقیروں کو چھٹی بنا اچھا نہیں انہیں اپنے حال پر رہنے دو۔ ایک دفعہ رانی پر آسیب کا اثر ہوا۔ اور ہنڈتوں نے راجہ سے کہا کہ اب اس فقیر کے آزمانے کا وقت ہے۔ راجہ نے کہا اچھا رانی کو وہاں بھیجتے ہیں۔ انہوں نے کہا حضور کبھی کیا ہیں بلو لیجئے۔ راجہ نے کہا نہیں یہ بے ادبی ہے۔ رانی کو ان کے ہاں بھیجیں گے۔ رانی ان کے مکان پر گئی۔ آپ نے اس کے کان میں اذان دی اور وہ اچھی ہو گئی۔ راجہ زیادہ معتقد ہو گیا۔ اور کبھی کبھی آپ کی خدمت میں حاضر ہونے لگا۔ ایک دفعہ وہ دیوی کی پوجا کے لئے جا رہا تھا۔ مولانا صاحب کا مکان راستہ میں تھا۔ کھوڑی دیر کے لئے آپ کی خدمت میں جا کر بیٹھا اور کھپر اجازت طلب کی۔ مولانا صاحب نے فرمایا جاتے کہاں ہو کھوڑی دیر اور بیٹھو۔ اس نے کہا دیوی کے درشن کے لئے جا رہا ہوں۔ آپ نے فرمایا کھیر جاؤ دیوی جی یہیں آجاتی ہیں۔ میں وضو کر کے نماز پڑھ لوں جیسے ہی انہوں نے وضو کرنا شروع کیا۔ راجہ نے دیکھا کہ دیوی پانی کا ٹوٹا ہاتھ میں لے کر ان کو وضو کر رہی ہے۔ اسی طرح اس نے آپ کے پاؤں پر پانی ڈالا اور وضو پورا کر کے جب آپ نماز میں مشغول ہوئے تو وہ بیٹھ گئی۔ جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو آپ نے راجہ سے فرمایا دیکھ لیا تم نے دیوی کو۔

حضرت اقدس رح نے فرمایا کہ ان لوگوں نے اس طرح اسلام پھیلا یا ہے۔

اس کے بعد فرمایا کہ حضرت مولانا فخر جرح کے ایک اور خلیفہ ہیں۔ جن کا اسم گرامی مولانا شمس الدین ہے۔ اور اجمیر شریف میں درگاہ شریف کے اندر چار یاروں میں ان کا ہزار ہے۔ اجمیر شریف سے باہر ایک گاؤں میں رہتے تھے۔ شہر کے اندر اس لئے نہیں رہتے تھے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ کسی وقت بے وضو ہو جائیں یا کوئی بے ادبی سرزد ہو۔ آپ نے وصیت فرمائی تھی کہ مجھے درگاہ شریف میں دفن کرنا۔ جب ان کا وصال ہوا تو اس وقت اجمیر شریف کے گرد و نواح میں طاعون پھیل گیا تھا اور باہر سے آنے والے جنازوں کا داخلہ بند تھا۔ چنانچہ آپ کا جنازہ شہر کے دروازہ پر روک دیا گیا۔ آپ کے مریدین لڑنے مرنے پر آمادہ ہو گئے۔ جب جھگڑا بڑھنے لگا تو آپ اٹھ بیٹھے اور فرمایا کہ یاروں کو بھی اندر نہیں جانے دیتے۔ جب لوگوں نے یہ دیکھا تو کہنے لگے کہ تم لوگوں نے ہمارے ساتھ مذاق کیا ہے۔ آپ زندہ کو پلنگ پر لٹا کر سے اُسے ہو۔ چنانچہ وہ پھر پلنگ پر لیٹ گئے۔ اور جنازہ اندر لے جا کر آپ کو درگاہ شریف کے احاطہ میں دفن کیا گیا۔

۲۱۔ رمضان المبارک ۱۲۱۲ھ

یقین

ارشاد فرمایا کہ یقین بہت ضروری چیز ہے۔ تمام ریاضات و مشاغل یقین حاصل کرنے کے لئے کئے جاتے ہیں۔ سلطان باہر سے لے کر کسی نے دریافت کیا کہ آپ نے تیس برس میں کیا کیا ریاضتیں کیں۔ آپ نے فرمایا کہ میری ادنیٰ ریاضت کا تم یقین نہیں کرو گے اور اگر انکی ریاضت کی کیفیت بیان کروں تو تم سن نہیں سکو گے۔ اس سے عرض کیا اچھا ادنیٰ ریاضت کا تم نے بیان فرمائیے۔ آپ نے فرمایا کہ ایک روز میرے نفس نے پلاؤ کھا کر اس کو لیکن میں اس کی مخالفت کرتا رہا۔ جب نفس نے کہا کہ چوہا تیری یہ خواہش پوری کئے دیتا ہوں لیکن اس شرط پر کہ اور ادنیٰ خواہش نہ کرو گے۔ جب نفس نے مان لیا تو میں نے پلاؤ کھوایا اور نفس سے کہا اب جتنی تیری مرضی ہو پلاؤ کھانے کے بعد نفس نے کہا پانی۔ میں نے کہا خیر دار اب کوئی خواہش نہیں کرنا۔

تیرے ساتھ شرط ہوئی ہے۔ چنانچہ میں نے سال بھر اپنے نفس کو پانی نہ دیا۔ اس کے بعد فرمایا کہ حضرت! بیزید بطنامی رح فرماتے ہیں کہ ان مجاہدات کے بعد مجھے مَخْنُ اقْرَبُ الْيَقِينِ مِنَ حَبْلِ الْوَدْيِ کا یقین حاصل ہوا۔ اگر شروع ہی میں اسی بات کا یقین کر لیتا تو تیس سال اس قدر سخت مجاہدات نہ کہنے پڑتے۔ اس کے بعد حضرت اقدسؒ نے فرمایا کہ بس یقین کی ڈگری کے مطابق انگشتاں ہوتا ہے۔ جس کو "مَخْنُ اقْرَبُ الْيَقِينِ" ہے۔ اس کا کام فوراً ہو جاتا ہے۔ فرمایا مراقبہ یقین پوری قوت سے کرنا چاہئے بس پورا یقین کر کے مراقبہ سر جانا چاہئے۔ فرمایا ہمارے مولانا صاحب ایک دفعہ حج پر صرف ایک چادر عشا اور تسبیح لے کر روانہ ہوئے۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ اس دفعہ جس قدر آرام حاصل ہوا پہلے کبھی نہ ہوا تھا۔ حالانکہ بیسیوں آدمی ساتھ ہوا کرتے تھے۔ فرمایا "كُلُّ يَوْمٍ كَهْوَيْ شَأْنٍ" میں یوم کے معنی تجلی کے ہیں۔ آیت کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ہر تجلی میں نئی نشان ہے دن بھی تو سورج کی تجلی کی ایک پھینک کا نام ہے۔

یوم کی تعریف

فرمایا کہ شریعت کی زکوٰۃ چالیس روپیہ پر ایک روپیہ ہے اور طریقت کی زکوٰۃ چالیس روپے پر اکتالیس روپے ہے۔ ایک روپیہ اس بات کا جبرانہ ہے کہ اتنا روپیہ

شریعت کی زکوٰۃ
اور طریقت کی زکوٰۃ

جمع کیوں کیا۔

۶۲۔ رمضان المبارک ۱۳۶۲ھ

آج امام غزالی رح کی کتاب طبیب جسمانی و طبیب روحانی کے درس کے بعد ارشاد فرمایا کہ حضرت عمر رض کا مقولہ ہے کہ خواب

جھوٹا خواب بیان کرنا
اللہ پر جھوٹ بولنا ہے

اللہ تعالیٰ سے ہم کلامی ہے۔ اور جھوٹا خواب بنا کر بیان کرنا اللہ تعالیٰ پر جھوٹ بولنا ہے۔ فرمایا اللہ تعالیٰ بندہ سے ہم کلام ہوتا رہتا ہے کبھی خواب کے ذریعے اور کبھی کسی دوسرے آدمی کی وساطت سے۔ بس شک کو دل میں جگہ نہیں دینی چاہئے اور ہمیشہ پختہ یقین رکھنا چاہئے۔ وہ تو شاہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہے۔ مَخْنُ اقْرَبُ

الْبَيْدِ مِنْ حَبْلِ الْوَدِيدِ جو بات دریافت کرنی ہو اسی سے دریافت کر لو۔ نجومیوں
قال بنیوں۔ اور قیافہ والوں کے پیچھے نہیں دوڑنا چاہئے۔ اسی ایک کے دروازے
پر بیٹھ جانا چاہئے۔ بس دل میں یہ کہے کہ یہاں سے ہرگز نہیں اٹھیں گے۔ کھانا نہیں
کھائیں گے۔ بھوکے مر جائیں گے۔ لیکن یہ در نہیں چھوڑیں گے۔ اگر سالک اس شغل
سے کام لے تو پردہ بہت جلد اٹھ جاتا ہے۔

فرمایا اللہ تعالیٰ ہر وقت انسان سے ہم کلام رہتا ہے۔ صوفیائے کرام کا مقولہ
ہے کہ ذات و صفات میں تعطل نہیں ہے۔ کلام بھی ایک صفت ہے۔ اس لئے
اس کا کلام بھی ہر وقت جاری ہے۔ بس دل میں یہی مراقبہ کر کے بیٹھ جائے تو
ہم کلامی نصیب ہو جائے گی۔ اور اس بات کا شک دل میں نہ آنے دینا چاہئے
کہ پردہ اٹھے گا یا نہیں اٹھے گا۔ بس یقین محکم سے جم کر بیٹھ جائے۔ خود بخود پردہ
اٹھ جائے گا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِي بِي۔ یعنی میں اپنے بند کے
کے خیال کے مطابق اس سے معاملہ کرتا ہوں۔

فرمایا کل چوبیسویں شب ہے۔ بعد مغرب
رِضْوَانِ كِي چوبیسویں شب کا ورد

النَّاسِ " ہر دو سورتوں کا ورد رکھنا چاہئے۔ تراویح کے بعد بھی پڑھتے ہو۔ حتیٰ
کہ پڑھتے پڑھتے سو جاؤ۔ سال بھر اس کا اثر رہتا ہے۔ موزی جانور۔ تباہ اور آسیب
سے امان ملتی ہے اور خطرات و وسوسوں سے حفاظت رہے گی۔ فرمایا چوبیس کے
عدد میں ایک حکمت ہے۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نبوت کے بعد تیرہ برس تک
معتزمہ میں اور گیارہ برس مدینہ منورہ میں رہے۔ آپ کی نبوت کا زمانہ چوبیس
اس لئے چوبیسویں شب کو خاص درجہ حاصل ہے۔

اس کے بعد فرمایا۔ بن لوگوں پر کوئی مصیبت یا برے
دن آتے ہیں۔ وہ یا تو چھ سال رہتے ہیں۔ یا بارہ
سال اور پامسٹری والے رقیافہ وان سات سال
قیافہ نجوم اور علم جفر میں
شق القمر کے بعد فرق

بتاتے ہیں۔ فرمایا ان لوگوں کو علم نہیں ہے۔ تمام علم انبیاء علیہم السلام کی بدولت حاصل ہوئے ہیں۔ علوم نجوم حضرت ادریس علیہ السلام کو کشف کے ذریعے معلوم ہوا اور ان سے یہ علم چلا آتا ہے۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں معجزہ شوق القمر کے بعد نظام شمسی میں فرق آگیا اور اگلے علم سب غلط ہو گئے۔ لیکن ان لوگوں کو اس کا فرق معلوم نہیں ہوا۔ اور اب جیسے جیسے وقت گزر رہا ہے۔ یہ فرق بڑھتا جاتا ہے کیونکہ ایک نقطہ سے جب دو لکیریں نکلتی ہیں تو شروع میں ان میں کم تفاوت ہوتا ہے لیکن جتنا ان کو بڑھایا جائے اتنا ہی تفاوت بڑھتا جائے گا۔

اس کے بعد فرمایا کہ ائمہ اہل بیت رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین علم نجوم سے خوب واقف تھے۔ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر یہ علم منکشف ہوا۔ ایک نجومی آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور اپنا علم آپ کے سامنے بیان کرنے لگا۔ آپ نے فرمایا یہ سب غلط ہے۔ فرمایا تمکھیں بند کرو۔ جب اس نے آنکھیں بند کیں تو اصلی حالت اس کو نظر آنے لگی۔ یہ دیکھ کر وہ آپ کے ہاتھ پر مسلمان ہو گیا۔ اب اس کا علم صحیح علم ہو گیا۔ لیکن اس نے یہ کام کرنا چھوڑ دیا۔ کیونکہ اہل اللہ کے لئے یہ بازیچہ اطفال سے زیادہ وقعت نہیں رکھتا۔ فرمایا علم جعفر بھی حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کو حاصل تھا۔ اور اس علم کو جو جعفر کہا جاتا ہے وہ آپ ہی کے اسم گرامی جعفر کا مخفی ہے۔ اس کے بعد فرمایا ہمارے مولانا صاحب کے چنانچے سید ہاشم میاں کو علم جعفر میں کافی بہارت ہے۔ انہوں نے یہ علم حکیم صاحب کو بھی سکھایا ہے۔ اس کے بعد حضرت اقدس نے ایک حکایت بیان فرمائی۔ جس میں امتحان کے پرچے علم جعفر کے ذریعے معلوم کئے گئے تھے۔

فرمایا اس کا اصول یہ ہے کہ تمام حروف تہجی کے گروپ کر دیئے گئے ہیں۔ اب ایک سوال اور اس کے جواب میں تمام حروف پورے کر دیئے جاتے ہیں اس لئے جب سوال کے حروف معلوم ہو گئے تو "PERMUTATION AND COMBINATION" کے ذریعہ باقی حروف کو جوڑ کر جواب نکال لیتے ہیں۔ اس کے علاوہ اور اصول اور قواعد بھی ہیں

فرمایا۔ لوگ نجوم کی وجہ سے اس لئے کافر ہو گئے کہ انہوں نے کواکب کو متصرف و حقیقی سمجھا حالانکہ کواکب کی مثال قلم کی سی ہے۔ قلم کے اوپر ہاتھ ہے۔ اور ہاتھ کے اوپر داغ۔ لیکن یہ لوگ قلم کو متصرف حقیقی سمجھ کر گمراہ ہو گئے۔

۲۴۔ رمضان المبارک ۱۳۶۶ھ

نیند کے برکات

فرمایا وہ یاد ہے سورہ فلق اور ناس کا ورد۔ پس پڑھتے پڑھتے سو جاؤ۔ سو جانے سے وظیفہ کی تکمیل ہو جاتی ہے۔ فرمایا ساکب کے لئے جس طرح جاگنا ضروری ہے۔ اسی طرح نیند بھی ضروری ہے۔ کیونکہ نیند میں ایسی باتوں کا انکشاف ہوتا ہے۔ جن کا حالت بیداری میں نہیں ہو سکتا۔ فرمایا حضرت نجی الدین ابن العربیؒ نقلتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سب سے زیادہ ریاضت کرنے والے تھے۔ رات کو دو نفل طویل کر کے پڑھتے۔ کچھ اتنی دیر سو جاتے اور پھر اٹھ کر دو نفل پڑھتے۔ فرمایا رات کو جاگنا تو آسان ہے لیکن سو کر جاگنا مشکل ہے اور سرد و نفل کے بعد جاگنا اور کچھ جاگنا تو نہایت ہی مشکل ہے۔ حضرت ابن عربیؒ فرماتے ہیں کہ ”میں نے اس سنت پر عمل کیا اور بہت فائدہ حاصل کیا“ بات یہ ہے کہ سونے کا فائدہ بیداری کے وقت حاصل ہوتا ہے۔ کیونکہ جو چیز نیند میں حاصل ہوتی ہے اس کی بدولت بیداری میں زیادہ فیضان ملتا ہے۔ فرمایا اسی لئے کوئی مشغول کرتے کرتے سو جاتا ہے۔ یہ اس سے روح اس کام میں لگ جاتی ہے اور حالت خواب میں بھی کام جاری رہتی ہے۔

حُبِّ رَسُوْلِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ | ایک دفعہ ارشاد فرمایا کہ حضرت حبیب نبی اللہ تعالیٰ عند رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی تھے۔

تھے اور پہلے پہل جب مکہ میں آئے تو وہاں کسی کے غلام کی حیثیت میں رہے۔ اور بعد میں تجارت کرتے کرتے بہت والدار ہو گئے۔ فقیرانہ حیثیت میں رہے۔ جن کے متعلق یہ شعر ہے

حسن زبصرہ بلال از سبیش از سبیش از روم
ز خاک مکہ ابو جہل این چہ بوالعجبی است

فرمایا جب حضرت صہیب رضی اللہ عنہ مکہ سے مدینہ آنے لگے تو آپ کے پاس بہت مال تھا۔ لیکن کفار نے سب مال روک دیا۔ انہوں نے کہا کہ تم تو ہمارے غلام تھے۔ گھر سے کیا لائے تھے۔ سب کچھ یہاں کا جمع کیا ہوا ہے۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ اچھا مال روکتے ہو تو روک لو لیکن مجھے جانے دو۔ چنانچہ وہ اکیلے تن تنہا چلے آئے اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

فرمایا یہ لوگ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم پر اس قدر فریفتہ تھے کہ اپنے جان و مال ماں باپ اور اولاد سب سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو محبوب رکھتے۔ ایک دن سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ جب تک تم مجھے اپنے ماں و باپ اور اولاد سے زیادہ محبوب نہیں سمجھو گے میومن نہیں ہو سکتے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ حضور میں تو اپنے اندر ایسی محبت نہیں پاتا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "کیا نہیں پاتے" عرض کیا اب پاتا ہوں۔ اس پر حضرت اقدسؐ نے فرمایا کہ اس گفتگو کے دوران میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو فیضانِ نبوی پہنچا اور اسی وقت ان کی حالت میں فرق آگیا۔

ایک مرتبہ حضرت اقدسؐ نے امام غزالیؒ کی کتاب کے درس کے دوران میں فرمایا کہ مراتب وجود اور دیگر حقائق سب کثمت کے ذریعہ معلوم ہو جاتے ہیں۔ کتابوں کے پڑھنے سے یہ فائدہ ہوتا ہے کہ مکشوفات بیان کرنے کے لئے الفاظ مل جاتے ہیں اور کیفیات سمجھنے میں آسانی رہتی ہے۔

آج خلافت کے متعلق گفتگو ہو رہی تھی۔ فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے دن حضرت عمرؓ تلواریں لے کر کہتے پھرتے تھے کہ جو شخص یہ کہے گا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا ہے۔ اس کے دو ٹکڑے کر دوں گا۔ فرمایا اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس قدر محبت تھی کہ آپ کے وصال کی بات ان کے کان سن نہیں سکتے تھے۔

بندہ کے لئے نقص
اللہ کے لئے خوبی

ایک دفعہ ارشاد فرمایا کہ رشتی کے دوسرے ہیں جو سر انسان کی طرف کا ہے اس پر جو بعض چیزیں نقص تصور کی جاتی ہیں وہ دوسرے سر پر یعنی اللہ تعالیٰ کی جانب واسے سر پر خوبی کہلاتی ہیں۔ مثلاً غرور اور تکبر انسان کے لئے عیب ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی عین صفت ہے۔

نورِ محض پیکرِ رسولؐ ہیں

ایک دفعہ درس دیتے ہوئے فرمایا کہ آفتاب کے اوپر جب بادل آجاتا ہے تو اس کی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھ سکتے ہیں لیکن بادل نہ ہو تو آفتاب پر نظر نہیں ٹھہرتی۔ اسی طرح نورِ ازلی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیکرِ جہانی کی آڑ میں نظر آنے لگا۔ اس سے پہلے وہ نورِ محض تھا۔

سلوک میں آرام کی ضرورت

اس کے بعد عبدالسلام نے عرض کیا کہ کیا آج چھٹی ہے فرمایا ہاں آج چھٹی ہے۔ آج تراویح کے بعد رات کرو۔

بس اسے ستاویں اور اسیسویں شعبہ باقی رہ گئی ہے۔ چھ مہینوں اور آٹھ ماہوں میں آرام کے لئے ہیں۔ آرام کرتا رہتے ضروری ہے۔ اس سے اگلا کھانا اور سونے کا وقت اور مزید کھانے کے لئے بھوک پیدا ہو جاتی ہے۔ اگر آرام نہ کیا جائے تو بدلتی ہو جاتی ہے اور ملا ہوا فیضان منقطع ہو جاتا ہے۔ فرمایا سالک، چاہئے کہ اس وقت پر رتبہ رتبہ ہضمہ ایسی ہو کہ جو کچھ کھائے ہضم ہو جائے۔

خواجہ صاحب کے مزار پر
حاضری کے برکات

فرمایا کہ روح کے کئی پہلو ہیں اور کسی نہ کسی پہلو میں خود بخود طلب پیدا ہونے لگتی ہے۔ جب کھانا کھا کر کوئی چاہتا ہے تو اس کا مطلب

میں شکر کی کمی ہے اور جب کھانے کو ہی چاہتا ہے تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ جسم کو کبھی چیز کی ضرورت ہے۔ اسی طرح روح کے جس پہلو میں پیاس ہوتی ہے اس موقع پر اتنا نہ حضرت خواجہ غیب نواز کی طرف اشارہ کر کے فرمایا تو اسے انسائیکلو پیڈیا (ENCYCLOPEDIA) موجود ہیں۔ ان کے اہل چلے جاؤ وہ نہیں سمجھتے۔

کرویں گے۔ جب بارش ہوتی ہے۔ تو جہاں گڑھے ہوتے ہیں وہیں پانی بھرتا ہے۔

فرمایا یہاں اجمیر شریف میں رہنے کا یہی فائدہ ہے۔ اور اگر یہاں رہنا میسر نہ ہو تو جہاں ہو ان کی طرف متوجہ ہونے سے یہ ضرورت پوری ہو جاتی ہے۔

فرمایا وہ تو جامع ہیں اور جانتے ہیں کہ کس کو کس اسم کے ساتھ لگاؤ ہے جس اسم کے

ساتھ جس کو لگاؤ ہو اس کے ساتھ اسی قسم کا معاملہ ہوتا ہے۔ کسی کو صابری صاحب کے

ہاں بھیجتے ہیں۔ اور کسی کو حضرت نظام الدین اولیاء کے ہاں۔ فرمایا اسی وجہ سے

صحبت ضروری ہے۔ صرف عمل سے کچھ نہیں ہوتا۔ شاخ سلسلہ سے واسطہ رکھنا نہایت

ضروری ہے۔ صحابہ کرام کو سب لوگوں پر فضیلت اس لئے حاصل ہے کہ رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم کے صحبت یافتہ ہیں۔ ورنہ ان کے مجاہدات اور لوگوں سے زیادہ نہ تھے

کسی صحابی کی نسبت یہ نہیں سنا کہ بارہ سال تک بغیر کھانے پینے استسراق میں کھڑے

رہے ہوں۔ اسی طرح تابعین کو اس لئے فضیلت حاصل ہے کہ ان کو صحابہ کرام کی

صحبت ملی ہے۔ اور تبع تابعین کو اس لئے فضیلت حاصل ہے کہ انہیں تابعین کی

صحبت ملی ہے۔ فرمایا اگر صحبت کی ضرورت نہ ہوتی تو اللہ اس بات پر قادر تھے

کہ نہایت اچھا رنگین اور سنھری قرآن بیت اللہ میں نماز نہ کر لے لوگوں سے کہہ دیتے

کہ لوگوں یہ میرا کلام ہے۔ اس پر عمل کرو لیکن ایسا نہیں کیا گیا۔ صحبت کے لئے انسان

کی صورت میں رسول بھیجے گئے۔ اور جب کفار نے کہا کہ فرشتہ کیوں نہیں بھیجا گیا تو

فرمان ہوا کہ اگر فرشتہ بھی آتا تو وہ بھی انسان کی صورت میں آتا۔

ایک روز فرمایا ایک دفعہ ضلع ہزارہ کا ایک ہندو خاندان

جو بہت امیر کبیر تھا۔ یہاں لشکر کے میلے کے لئے

آیا۔ ان کے ساتھ ایک چھوٹا لڑکا بھی تھا۔ جب لشکر سے فارغ ہو کر واپس اجمیر شریف

آئے تو انہوں نے سیر و تفریح کی غرض سے درگاہ شریف میں بھی جانے کا قصد کیا۔

لڑکے نے ساتھ چلنے کی صدمہ کی۔ مگر ماں باپ نہیں لے گئے۔ اور وہ رونے رونے

سو گیا۔ اس سے خواب میں ایک سفید ریش بزرگ کو دکھا کہہ رہے ہیں بیٹا مست روو

میں خود تمہارے پاس آ گیا ہوں۔ اس نے پوچھا تم کون ہو۔ انہوں نے کہا میں وہی ہوں جس کو دیکھنے کے لئے تیرے ماں باپ گئے ہیں۔ چونکہ انہوں نے تم کو میرے پاس نہیں آنے دیا۔ اس لئے میں خود تمہارے پاس آیا ہوں۔ تیرے والدین اینٹ پتھر کو دیکھ کر آجائیں گے اور تو نے تو خود مجھ کو دیکھ لیا یہ کہہ کر وہ اپنی چلے گئے۔ اس کے والدین درگاہ شریف سے واپس آئے۔ اور پھر وہ لوگ اپنے وطن چلے گئے۔ اس واقعہ کو ایک مدت گذر گئی۔ لڑکا بڑا ہوا اور کھپر کا بچ بھنچا۔ تو اس وقت اپنا اور چھپا دنی میں ایک انگریز بچہ رہتا تھا۔ اس کی ایک نہایت حسین لڑکی تھی۔ جس سے کسی موقع پر ملاقات ہو گئی اور رفتہ رفتہ ان دونوں میں محبت ہو گئی۔ کھپر آپس میں خط و کتابت ہونے لگی۔ ایک دفعہ اس کا ایک خط ایک نامہ پر لے جا رہا تھا۔ لڑکی کے والد کے اس سے لے کر پڑھا۔ پڑھ کر لڑکی کی طرف دیکھا اور دریافت کیا کہ کیا یہ خط تمہارا ہے۔ اس کے الفاظ پر وہی (THIS IS LETTER FOR YOU) لڑکی نے کہا YES (جی ہاں) اس نے کہا WHY (کیوں) لڑکی نے کہا I LOVE HER (میں اس سے محبت کرتی ہوں) پھر لڑکی نے پاس آدمی بھیج کر پوچھا۔ سب لڑکا آیا تو اس نے اسے دکھانے کے لئے کہا ISTHIS YOUR LETTER? (کیا یہ تمہارا خط ہے) اس نے کہا جی ہاں اور وہی نے کہا (جی ہاں) اس نے کہا WHY DID YOU WRITE IT (تم نے یہ خط کیوں لکھا) اس نے کہا I LOVE HER (میں اس سے محبت کرتا ہوں) یہ اس سے اپنی لڑکی کو نہ سب کر کے کہا کہ دیکھو تمہارے من خود اختیار ہی ہیں وہ نہیں جانتا ہے۔ اس نے تم کو جس تک سیرجی گاڑڈین ٹیپ میں ہو۔ دو برس تک تم لپٹ نہیں کرتا تھیں۔ اس نے تمہیں اختیار اختیار رہے ہو چاہو کر سکتی ہو۔ اس لئے دو سال تک خود لکھنا اور اس سے ملنا نہ بند کر دو۔ اور لڑکے سے بھی یہی کہا۔ وہ ماں تک نہ تم ایسے خدا کا لکھ لکھ کر ہو۔ اگر اس عرصہ میں میں نے تم کو اپنے بندہ کے قریب کہیں لکھ لکھ کر لکھ لکھ کر اس کے بعد اس نے اپنی لڑکی کو ولا اینٹا بھیج دیا۔ اس کے چنانچہ بہت ہی خوش ہوا۔ خط و کتابت بھی بند ہو گئی تھی۔ اور نہ اس کا پتہ ہی معلوم تھا۔ لڑکے نے اپنے والد کو بھجوا دیا کہ وہ اسے تو انگریزی تعلیم کے لئے اٹھلینڈ بھیج دے۔ اس نے بھیج کر اس نے لڑکی کی

تلاش شروع کر دی اس عرصے میں دو سال کی معیاد بھی پوری ہو چکی تھی۔ اور لڑکی کا والد بھی نیشن حاصل کر کے انگلینڈ چلا گیا تھا۔ تلاش کرتے کرتے آخر اس نے لڑکی کا کھوج نکال ہی لیا اور کچھ وہی خط و کتابت اور ملنا جلنا شروع ہو گیا۔ لڑکی کے والد نے بہت سمجھایا لیکن وہ باز نہ آئی۔ لڑکی اس سے شادی کرنا چاہتی تھی۔ لیکن والد کی خوشی کے ساتھ ادھر باپ شادی پر راضی نہ تھا۔ اب دونوں نے مل کر یہ ترکیب سوچی کہ لڑکی بیمار بن جائے لڑکی بیمار بن گئی اور انہوں نے ڈاکٹر کو ہوا کر لیا۔ کہ وہ لڑکی کے والد کو سمجھائے کہ اس کو ٹی کا خطرہ ہے۔ شاید اس کو کوئی غم ہے۔ اسے خوش رکھنے کی کوشش کر دو۔ ڈاکٹر سے یہ سن کر اس کے باپ کو لڑکی کی زندگی کی فکر پیدا ہو گئی۔ وہ کالج پہنچا۔ اور پرنسپل سے لڑکے کے چال چلن اور قابلیت وغیرہ کے متعلق اچھی طرح دریافت کیا۔ پھر وہ لینڈ لیڈی کے پاس گیا۔ جس کے ہاں وہ لڑکا کھیرا ہوا تھا۔ وہاں بھی تحقیقات کی۔ خیر ہر طرح سے اطمینان کر کے لڑکے کے ہاں گیا اور اس سے کہا کہ تم پندرہ دنوں کے لئے میرے ساتھ **OUTING** آؤنگ (سیاحت) پر چلو۔ لڑکے نے کہا میں تو نہیں جا سکتا۔ مجھے امتحان دینا ہے اور رخصت بھی نہیں ملے گی۔ اس نے کہا تم زیادہ پرہیزگار مت بنو۔ میں تمہارے پرنسپل سے رخصت لے چکا ہوں۔ اور اس کو پرنسپل کا اجازت نامہ دکھایا اور کہا فوراً تیار ہو جاؤ۔ پنا چہ وہ نہانے کے لئے غسل خانہ چلا گیا۔ چاہیاں پاس پڑی تھیں۔ پھر نے اس کا جس کھول کر تمام خطوط نکال لئے اور دیکھنے لگا کہ کسی اور لڑکی کا خط تو نہیں ہے لیکن سوائے اسکی اپنی لڑکی کے اور کسی لڑکی کے خط نہ تھے۔ غرض جب لڑکا کپڑے پہن کر ساتھ چلنے لگی تیار ہی کر رہا تھا۔ تو میجر نے شادی کا تذکرہ چھیڑا۔ اور اسے سمجھانے لگا کہ خوب سوچ لو اس شادی میں تمہیں بڑی پریشانیاں ہوں گی۔ جب تمہارے والد کو معلوم ہوگا تو وہ ناراض ہوگا۔ تم ہندوستانی ہو۔ انگلینڈ کی آب و ہوا تمہیں موافق نہیں آئے گی۔ اور لڑکی کو ہندوستان کی آب و ہوا اس لئے آئے گی لیکن لڑکے نے کہا آپ اس کی فکر نہ کیجئے۔ سب کچھ ٹھیک ہو جائے گا۔

اس کے بعد میجر لڑکے کو اپنے گھر لے گیا اور ڈرائیونگ روم میں بٹھا دیا۔ لڑکی نے

اوپر سے پکارا "پاپا میرے لئے کیا لائے ہو" اس نے کہا تمہارے لئے ایک بڑا پارسل لایا ہوں۔ ڈرائنگ روم میں جا کر دیکھو۔ لڑکی دوڑتی ہوئی ڈرائنگ روم میں آئی۔ اور اپنے عاشق کو دیکھ کر دم بخود ہو گئی۔ اب میجر نے لڑکے سے کہا کہ تم عیسائی ہو جاؤ تاکہ شادی میں آسانی ہو۔ چونکہ مذہب سے لڑکے کو کوئی تعلق نہ تھا۔ عیسائی ہو گیا۔ وہ چرچ میں چلے گئے اور شادی ہو گئی۔ اب میاں بیوی خوشی سے رہنے لگے۔ اور ان کے ہاں ایک بچہ پیدا ہوا۔ شادی کے ایک سال بعد کسی نے لڑکے کے والد کو خط لکھا کہ تیرا لڑکا عیسائی ہو گیا ہے اور عیسائی عورت سے شادی کر لی ہے۔ یہ سن کر وہ بہت ناراض ہوا اور خرچ دینا بند کر دیا جس کی وجہ سے کچھ پریشان ہوئے اور فکر مند رہنے لگے۔ ایک روز میجر نے ان کو ایک لفافہ دیا اور کہا کہ یہ لڑکی کی والدہ کی طرف سے ہے۔ اب تم دونوں اس کے مالک ہو۔ گھر آ کر جب لفافہ کھولا تو دیکھا کہ اس میں ساٹھ ہزار پونڈ کا چیک ہے۔ میاں بیوی بہت خوش ہوئے اور عیش سے رہنے لگے۔ اور اس طرح کئی برس گزر گئے۔ دو تین بچے اور بچیاں پیدا ہوئیں۔ لڑکے نے ڈاکٹری کا امتحان بھی پاس کر لیا تھا اور وہیں پریکٹس شروع کر دی۔ ایک رات اس نے خواب میں ایک سفید ریش بزرگ کو دیکھا۔ جنہوں نے اس سے کہا کہ تم نے بہت عیش کر لیا ہے۔ اب ہمارے پاس آ جاؤ۔ اس نے کہا آپ کون ہیں؟ فرمایا میں وہی ہوں جس کو اجیر میں تمہارے والدین تمہیں روتا ہوا گھر پر چھوڑ کر لے گئے تھے اور میں خود تمہارے پاس آیا تھا۔ صبح بیدار ہوا تو اسے یونہی خواب و خیال سمجھ کر داغ سے نکال دیا۔ جس ماحول میں وہ رہتا تھا وہاں ایسی باتوں کی کون پواہ کرتا ہے۔ دوسری رات پھر خواب میں وہی بزرگ آئے اور فرمایا کہ فوراً آ جاؤ ورنہ نقصان اٹھاؤ گے۔ اس نے پھر بھی پرواہ نہ کی اور اپنے کاروبار میں مشغول رہا۔ اب تیسری بار وہ پھر خواب میں بزرگ سے سختی سے کہا کہ تمہیں ایک مہینے کی بیوا ددی جاتی ہے اگر تم ایک مہینے کے اندر ہمارے پاس آ گئے تو ٹھیک ورنہ قید کر کے اپنے پاس بلوالوں کا۔ لیکن اس نے پھر بھی کوئی اہمیت نہ دی۔ اب ایک مہینے کے بعد اس کی پریشانیوں کا دور شروع ہوا۔ یکے بعد دیگرے سب بچے بیمار ہو کر مر گئے اور بیوی کا سب انتقال ہو گیا۔ اس کے بعد وہ خود بھی بیمار ہو گیا

میجر صاحب نے اس کے علاج میں کئی کوشش کی۔ لیکن کوئی ٹانڈہ نہ ہوا۔ ڈاکٹروں نے مشورہ دیا کہ ان کا سرو ملکسین صحت یاب ہونا مشکل ہے۔ ان کے لئے گرم آب دہوا کی ضرورت ہے۔ چنانچہ اس طرح وہ قید ہو کر ہندوستان آگئے۔ اور چند دنوں میں اچھے ہو گئے۔ اب انہوں نے عیسائی تبلیغی جماعت میں کام کرنا شروع کر دیا۔ اس عرصہ میں دو شادیاں بھی کیں۔ لیکن کوئی بیوی زندہ نہیں رہی۔ اس کے بعد وہ مشنری کی طرف سے امرتسر گئے۔ اس زمانہ میں امرتسر مذہبی اکھاڑہ بنا ہوا تھا۔ ایک مناظرہ کے دوران میں کسی عیسائی مبلغ نے کہا کہ دیکھو یہ شخص پہلے ہندو تھا اور اب ہمارے مذہب کا مطالعہ کر کے عیسائی ہو گیا ہے۔ اگر عیسائی مذہب بہتر نہ ہوتا تو کیوں یہ اپنے مذہب کو چھوڑ کر ہمارے مذہب میں داخل ہوتا۔ اس پر ہندو سخت ناراض ہوئے اور ان سے دریافت کیا کہ تم نے ہندو مذہب میں کیا خرابی دیکھی جو اسے چھوڑ دیا اور عیسائیت میں کونسی ایسی خوبی ہے جسے دیکھ کر تم نے یہ مذہب قبول کیا جس کا وہ کوئی جواب نہ دے سکے اور انہوں نے محسوس کیا کہ مذہب سے واقفیت حاصل کرنا نہایت ضروری ہے۔ اس لئے انہوں نے مذہبی کتابوں کا مطالعہ شروع کر دیا۔ ایک رات خواب میں کسی بزرگ نے ان سے کہا کہ تم قرآن کا ترجمہ کیوں نہیں پڑھتے۔ چنانچہ انہوں نے قرآن شریف کا ترجمہ بھی دیکھا وہ تمام مذاہب کی کتابیں پڑھ چکے تھے۔ اب جو قرآن پڑھا تو ان کی آنکھیں کھل گئیں اور وہ فوراً مسلمان ہو گئے۔ اسلام لانے کے بعد وہ بھوپال میں رہ کر کسی کمپنی میں کام کرنے لگے۔ اور اس سلسلہ میں انہیں اکثر اندور جانا پڑتا تھا۔ ایک دفعہ انہیں اندور سے اور جانے کا اتفاق ہوا۔ اجیر شریف راستہ میں تھا اور وہاں گاڑی تبدیل کرنی پڑتی تھی جب اجیر شریف پر پہنچے تو معلوم ہوا کہ دوسری گاڑی میں بہت دیر ہے۔ سامان وغیرہ ڈینگ روم میں رکھ کر شہر چلے گئے۔ اور جی میں آیا کہ درگاہ شریف بھی ہو آؤں۔ اس وقت وہ اپنے تمام خواب بھول چکے تھے۔ چنانچہ وہ درگاہ شریف پہنچے اور اپنا ہیٹ اتار کر روضہ شریف کے اندر داخل ہوئے۔ جیسے ہی کٹھمرے پر سر رکھا رقت طاری ہو گئی۔ زار و قطار رونے لگے۔ اور گھٹنوں و ہاں کھڑے رہے۔ ٹرین کا وقت بھی نکل گیا۔ باہر آئے تو خادموں میں کافی

روپے تقسیم کر دیتے۔ اور کہا ہم کل پھر آئیں گے۔ چنانچہ دوسرے روز بھی آئے اور جب نذر گئے۔ تو پھر وہی حالت طاری ہو گئی۔ اور اس دن کی ٹرین سے بھی نہ جاسکے۔ تیسرے روز پھر آئے اور وہیں بیٹھ کر نوکری سے استعفا لکھ کر بھیج دیا۔ اس کے بعد اپنا کل سامان لٹا کر ایک حجرہ میں داخل ہو گئے۔ چالیسویں روز انہیں خواب میں ایک بزرگ نذر آئے جنہوں نے انہیں ایک زینہ پر چڑھا دیا۔ اوپر پہنچ کر ایک اور بزرگ نے انہیں دوسرے زینہ پر چڑھا دیا۔ اسی طرح وہ زینہ بزرگ اور چڑھتے گئے۔ چھٹی طرف پہنچ کر کچھ تحفے عنایت ہوئے۔ وہ لے کر واپس نیچے آئے۔ جب نیچے والے بزرگ سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے کہا۔ لاؤ دیکھیں تم کیا لائے ہو۔ چنانچہ انہوں نے وہ چیزیں ان کی خدمت میں پیش کر دیں۔ ان بزرگ نے تھرمامیٹر اسٹیتھسکوپ اور چند دیگر ڈاکٹریں کی چیزیں ان کے حوالہ کر دیں اور باقی چیزیں اپنے پاس رکھ لیں۔ اور یہ فرمایا کہ ابھی تمہارے اندر ان کو سنبھالنے کی طاقت نہیں ہے۔ جب وقت آئے گا تو تمہیں دیدی جائیں گی۔

اسی شب کو متولی نثار احمد صاحب نے خواب دیکھا کہ حضرت خواجہ غریب نواز رح ان سے سخت ناراض ہیں اور فرار ہے ہیں کہ تم کیسے متولی ہو۔ ایک غریب مسافر چالیس روز سے فلاں حجرہ میں بند پڑا ہے۔ نہ اس نے کچھ کھایا ہے نہ پیا ہے اور بیہوش پڑا ہوا ہے۔۔۔ تم جاؤ اور دروازہ توڑ کر اسے باہر نکالو اور فلاں مکان یا اسے کھیراؤ۔ ایک تھرمامیٹر۔ اسٹیتھسکوپ اور فلاں فلاں ڈاکٹری کی چیزیں خرید کر اسے دے دو۔ وہ بہت اچھا ڈاکٹر ہے۔ اس سے کہو کہ اپنا کام شروع کر دے۔ چنانچہ بیدار ہوئے ہی متولی صاحب اس حجرہ کی طرف گئے۔ اور کواڑ توڑ کر دروازہ کھلوا یا گیا۔ وہ بیہوش پڑے تھے۔ انہیں اٹھوا کر گھر لے لئے۔ دو دو وغیرہ ان کے پاس رکھوا دیے اور کھوڑی دیر کے بعد انہیں ہوش آ گیا۔ اور ایک دو دن میں شکیب ہو گئے۔ پھر متولی صاحب نے ڈاکٹری سامان خرید کر انہیں دیا۔ اور بتایا کہ یہ خواجہ غریب نواز رح کے حکم سے خرید کر آپ کو دے رہا ہوں۔ نیز خواجہ صاحب نے فرمایا ہے کہ آپ فلاں مکان

میں رہ کر ڈاکٹری کا کام شروع کر دیں۔ یہ حکم سن کر انہوں نے وہ سامان لے لیا۔ اور متعینہ مکان میں رہائش اختیار کر کے ڈاکٹری شروع کر دی۔ اس کے کچھ عرصہ بعد ایک روز حضرت خواجہ غریب نواز نے خواب میں ان سے فرمایا کہ سلوک بغیر شیخ کے نہیں ہو سکتا۔ ہم نے تمہارے لئے شیخ کا انتظام کر لیا ہے۔ تم چار بجے پانٹی کی جانب مولسری کے درخت کے نیچے جانا۔ وہاں تمہارے شیخ بیٹھے ہونگے۔ انہوں نے عرض کیا کہ حضور میرے شیخ کا اسم گرامی اور حلیہ تو بتا دیا جائے۔ تاکہ میں پہچان سکوں۔ آپ نے فرمایا فکر مت کرو۔ انہیں دیکھ چکے ہو۔ فوراً پہچان لو گے۔ چنانچہ وہ بیدار ہو کر اسی انتظار میں رہے اور چار بجے کے وقت مولسری کے نیچے جا کر دیکھا تو وہی صاحب بیٹھے ہوئے تھے۔ جنہوں نے ان کو زینہ پر چڑھایا تھا۔ اور واپسی پر ڈاکٹری سامان دیا تھا۔ دیکھتے ہی انہوں نے پہچان لیا وہ بھی انہیں دیکھ کر مسکرائے اور ڈاکٹر صاحب اسی وقت بیعت سے مشرف ہوئے اس کے بعد حضرت اقدس نے فرمایا۔ یہ ہے ڈاکٹر عبدالعزیز کا قصہ۔ اب ان بیچاروں کا انتقال ہو گیا ہے۔ کیا ہی اچھا وقت تھا۔ جب ڈاکٹر عبدالعزیز اور مولوی عابد حسین ہی دو شخص تھے جن کے ساتھ ہم بات چیت کیا کرتے تھے۔ وہ ہماری باتیں سمجھ سکتے تھے۔ اور ہم ان کی۔ اب تو کوئی ایسا شخص نہیں ہے جس سے جا کر ملیں اور گفتگو کریں۔ بس اکیلے پڑے ہوئے ہیں۔ فرمایا ہمارے ایران کے درمیان خوب چھٹر چھاڑ رہتی تھی۔ مسائل تصوف پر اکثر بحث رہا کرتی تھی۔ اور جب کسی کو کوئی کشف ہوتا تو ایک دوسرے کو بتاتے۔ اگر INTERPRETATION (تعبیر) میں کچھ اختلاف ہو جاتا۔ تو ہمارا فیصلہ حضرت صاحب صاحب اور حضرت محبوب الہی فرمایا کرتے تھے۔ فرمایا یہ اختلافات شروع شروع میں ہو کر تھے۔ بعد میں سب اختلافات مرٹ گئے۔

کم شوال ۱۳۶۲ھ

درگاہ شریف میں مسند پر بیٹھنا بے ادبی ہے

آج دوران گفتگو میں ارشاد فرمایا کہ عرس کے دوران میں جب محفل خانہ میں سماع ہوتا ہے تو ہمارے مولانا صاحب کہیں چھپ کر ایک طرف بیٹھ جایا کرتے تھے۔ ایک دفعہ متولی نثار احمد صاحب نے آپ سے دریافت کیا کہ

کیا آپ سماع میں شامل نہیں ہوتے۔ فرمایا ہم شامل ہوتے ہیں۔ متولی صاحب نے کہا تو پھر ہمارے ساتھ مسند پر آکر بیٹھ جایا کریں۔ آپ نے فرمایا ہرگز نہیں۔ اگر قطب صاحب بھی اس مجلس میں شریک ہوتے تو ایسی رعوت سے نہ بیٹھتے جیسے تم لوگ بیٹھتے ہو حقیقت یہ ہے کہ خواجہ صاحب کی درگاہ کے اندر کسی اور کا مسند پر بیٹھنا کفرِ طریقت ہے۔ فرمایا یہ لوگ محض اپنی شان دکھانے کے لئے درگاہ میں آتے ہیں۔ اور ہر بہرات میں انہیں اپنی شان و شوکت کا خیال رہتا ہے۔ ان کے آبا و اجداد میں خواجہ صاحب کے ساتھ نہی تعلق ہونے کے علاوہ ذاتی تقدس بھی تھا۔ وہ نہایت سادہ لوگ تھے۔ ان میں غرور و تکبر نام کو نہ تھا۔

ایک دفعہ اختر کو حضرت مولانا شاہ وارث حسن صاحب کے عرس میں شرکت کا اتفاق ہوا۔ جو درگاہ حضرت خواجہ غریب نواز کے زیر انتظام ہے، اجاوی الاولیٰ کو احاطہ درگاہ شریف میں منعقد ہوتا ہے۔ خدام نے چراغ جلائے اور بڑے والان کے سامنے صحن میں ذرا جنوبی جانب لاکر رکھ دیئے۔ جہاں مجلس سماع کا انتظام تھا۔ حضرت اقدس جمعہ متعلقین شرکت کی غرض سے تشریف لائے اور شرقی راستہ کے قریب ایسی جگہ بیٹھے کہ صحن میں داخل ہونے والوں کو آپ کے عین سامنے ہو کر گزرا پڑتا تھا۔ آپ نے نصراً ایسی جگہ منتخب کی تاکہ گزرنے والے آگے سے گزرتے رہیں۔ اور خواجہ غریب نواز کی درگاہ میں سند نشینی کا ساقش پیدا نہ ہو۔

ایک دفعہ پاک پن شریف میں عرس کے موقع پر ہم لوگوں نے درگاہ شریف میں ایک کمرہ لیا اور اس میں فرش وغیرہ لگایا۔ بڑا تکیہ بھی رکھا۔ جب حضرت تشریف لائے تو آپ نے فرمایا کہ تکیہ اٹھا لو۔ یہاں کون تکیہ لگایا کر بیٹھ سکتا ہے۔ تکیہ تو درکنار حضرت دیوار کے ساتھ ہی درگاہ میں تکیہ لگا کر نہیں بیٹھتے تھے۔

اس کے بعد فرمایا کہ حضرت خواجہ حسن صاحب کے کمرے پر
خواجہ حسن کی ہر دو عزیزی | ایک بزرگ تھے۔ جو اجیہ شریف میں تھے۔

نے اپنی شان بڑھانے کے لئے دہلی میں یہ مشہور کیا کہ کما تھا کہ میں خواجہ حسن صاحب کا بھائی ہوں۔ چنانچہ ایک دفعہ جب آج اجیہ شریف آیا تو حضرت خواجہ حسن صاحب نے بت باتوں باتوں میں دریافت کیا کہ کیا ابو الغنفل آپ کے بھائی ہیں۔ آپ نے فرمایا ہاں سب

مسلمان میرے بھائی ہیں۔ اکبر سمجھ گیا کہ ابو الفضل جھوٹ کہتا ہے۔ جب ابو الفضل کو یہ بات معلوم ہوئی تو وہ خواجہ حسن صاحب سے جلنے لگا۔ اب اس نے اکبر کے کان بھرنے شروع کئے کہ یہ شخص بہت اقتدار رکھتا ہے۔ اور خفیہ طور پر بغاوت کر کے ہندوستان کا بادشاہ بننے کے منصوبے بنا رہا ہے۔ اگر اس کی ہر دلعزیزی دیکھنی ہو تو کسی راجہ کو اس کے خلاف اقدام کرنے کا حکم دے کر دیکھ لیجئے۔ بادشاہ کان کے پتے ہوتے ہیں۔ ایک راجہ کو حکم دیا کہ خواجہ حسن کو قتل کر دو۔ راجہ نے کہا اگر آپ یہ کہیں کہ اپنے بھائی کو قتل کر دو۔ بیوی کو قتل کر دو۔ بیٹے کو قتل کر دو۔ تو میں آپ کا حکم سچا لاؤں گا۔ لیکن خواجہ حسن کو ہرگز ہاتھ نہیں لگاؤں گے۔ ابو الفضل نے کہا آپ نے دیکھ لیا۔ اس کے بعد فرمایا بات یہ ہے کہ ان حضرات کی لوگ بلکہ بادشاہ اور حکمران اس لئے عزت کیا کرتے تھے کہ ان کو حضرت خواجہ غریب نواز کے ساتھ صحیح نسبت تھی۔ لیکن آج کل کے لوگ ظاہری نسبت کا دعویٰ رکھتے ہیں۔ لیکن ہیں لشکر اور دنیا دار۔

ایک روز بنگال کے قحط کا ذکر ہو رہا تھا۔ فرمایا اللہ تعالیٰ کو مخلوق بہت پیاری ہے۔ لیکن یہ جو آکل مرصائب نازل ہو رہے ہیں۔ یہ بعض ہمارے اعمال کا نتیجہ ہے۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب لوگوں کے اعمال برے ہو جاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ظالم حاکم مسلط فرماتا ہے۔

ہر صیبت اور ہر بلا میں کوئی نہ کوئی حکمت پوشیدہ ہے۔ جب باپ اپنے گونجی سے وا پڑتا ہے تو اس کو اپنے بیٹے سے عداوت نہیں ہوتی۔ نہ وہ اس کو نقصان پہنچانا چاہتا ہے۔ بلکہ یہ عین رحم ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ جو سلوک مخلوق سے کرتا ہے۔ وہ بھی رحم و کرم کی وجہ سے ہوتا ہے۔ ہم کون ہیں کہ اس کے کام میں دخل دیں۔ فرمایا اللہ تعالیٰ عرش اشد کواہی اللہ تعالیٰ اسم رجن کے ساتھ عرش پر مستوی ہے۔ اور جو کچھ اپنے بندوں پر نازل فرماتا ہے۔ عین رحمت ہے۔

آریک دفعہ فرمایا کہ ارشاد باری ہے۔ وَ لِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَ لِرَّسُولِہٖ وَ لِلْمُؤْمِنِیْنَ
 ہرگز اللہ تعالیٰ کا مستحق ہے۔ یعنی تمام عزت اللہ تعالیٰ اس کے

رسول اور مومنین کے لئے ہے۔ اب جو شخص مومن نہیں اس کے لئے کوئی عزت نہیں۔ یہ لوگ انگریز۔ جرمن اور جاپانی کسی عزت کے مستحق نہیں ہیں۔

ارشاد فرمایا کہ ہدایت اور گمراہی دونوں اللہ تعالیٰ کے دستِ قدرت میں ہیں۔ رسولِ خدا صلی اللہ

شیطان میں گمراہ کرنے کی طاقت نہیں

علیہ وسلم راہِ راست کی دعوت دیتے ہیں۔ آگے اللہ کے ہاتھ ہے کسی کو راہِ ہدایت عطا فرمائے یا گمراہی۔ یہ لوگوں کا غلط خیال ہے کہ شیطان میں گمراہ کرنے کی طاقت ہے حالانکہ شیطان تو صرف بُرائی کا راستہ دکھاتا ہے۔ جب شیطان سے دریافت کیا جائے گا کہ مجھ سے خلق کو گمراہ کیوں کیا تو وہ کہے گا کہ میں نے تو صرف اتنا بتایا کہ یہ بھی ایک راستہ ہے۔ کسی کو مجبور کرنے کی طاقت مجھ میں کہاں ہے۔

اس کے بعد فرمایا کہ دنیا ایک خواب ہے اور آخرت اس کی بھروسہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اللہ تعالیٰ کو خواب کی میں بیٹھا کر کچھ کرنے کا حکم ملا تھا۔ اس لئے یہ دنیا بوجھ ہو جائے گی۔ اگر جیہ دنیا میں حکم ملتا تو ضرور بوجھ ہو جاتا۔

۲۱۔ لیلۃ القدر کفر بکذا و بسور

غریبوں کے متعلق پشیمانی گوئی

فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اللہ تعالیٰ کو خواب کی میں بیٹھا کر کچھ کرنے کا حکم ملا تھا۔ اس لئے یہ دنیا بوجھ ہو جائے گی۔ اگر جیہ دنیا میں حکم ملتا تو ضرور بوجھ ہو جاتا۔

کدام لیسے... اور کسی کو معلوم ہوا کہ وہ کہاں رہتا ہے... اور وہ لوگوں کے لئے... کہا کہ جو گفتگو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے پیروں کے درمیان ہو وہ سب صحیح ہے۔ یہ بات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی ہے کہ کمان میں تیرا ہونے والا ہے۔ وہ میں نے...

مولانا صاحب نے کہا کہ میں نے بارگاہ رسالت میں عرض کیا تھا کہ تمام اسلامی ممالک پر کفار کا تسلط ہے اور یہ جگہ مسلمان ذلیل و خوار ہیں۔ حضور کرم فرمائیں اس پر سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ فکر مت کرو۔ میں اپنے عربوں کو اٹھا دوں گا۔ جب مولانا صاحب واپس ہندوستان تشریف لائے تو یوسف نے ہمیں یہ ماجرا سنایا۔ چنانچہ ہم نے حضرت مولانا صاحب سے عرض کیا کہ حضور یہ واقعہ کس طرح ہے۔ آپ نے فرمایا ہمیں خادم نے بتایا ہو گا۔ میں نے عرض کیا جی ہاں۔ اب آپ نے وہ تمام گفتگو از سر نو بیان فرمائی اس کے بعد فرمایا کہ عربوں میں ایک بات ہے جو اور کسی میں نہیں اسی لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں اپنے عربوں سے کام لینے والا ہوں۔

۲۲۔ نومبر ۱۹۲۳ء ۶۔ بہاولپور

تکمیل سلوک سے کیا مراد ہے | کل شام کو سیر سپہ جانی سے قبل فرمایا کہ آج وہ

شیخ احمد بن بیرسٹر آئے تھے اور حضرت شاہ (شہید اللہ صاحب) کی شادی کے متعلق تذکرہ کرنے لگے۔ ہم نے کہا نہیں ابھی نہیں۔ ان کی شادی سلوک طے کرنے کے بعد ہوگی۔ کہنے لگے سلوک سے کیا معنی ہیں؟ ہم نے کہا جب SPIRITUAL COURSE (روحانی نصاب)

کی تکمیل ہو جائے۔ انہوں نے کہا تکمیل ہو جانے کے بعد پھر شادی کی کیا ضرورت اس پر ہمیں بہت غصہ آیا۔ اول تو یہ لوگ اس قدر جاہل ہیں کہ سلوک اور تکمیل کے معنی تک نہیں جانتے اور جب کچھ بتایا جاتا ہے۔ تو شیخی میں آکر مقامات تصوف پر بحث کرنے لگتے ہیں۔ کس قدر غلامانہ ذہنیت ہے۔ کہ انگریزوں کی طرح کپڑے پہنتے ہیں انہی کی طرح سوچتے ہیں۔ انہی کی طرح بات کرتے ہیں۔ اور پھر جس بات کا علم نہیں اس بات پر بحث کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ اور اس پر طرہ یہ کہ اپنے آپ کو صاحب ذوق و شوق اور اہل تصوف بتاتے ہیں۔ بس قصوراً سا ہندوؤں کا فلسفہ شاید پڑھ لیا ہے۔ اس لئے کہنے لگے کہ تکمیل کے بعد شادی کی کیا ضرورت ہے۔ ہم نے انہیں بتایا کہ تکمیل حقیقی معنوں میں ہوتی ہی نہیں یہ لفظ صرف اعتباری معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات لا محدود ہے اس لئے تکمیل عرفان ناممکن ہے تکمیل کا ہونا ایسا ہے۔ جیسے بی۔ اے کے پاس کرنا۔

لیکن بی۔ اے کے بعد تعلیم ختم نہیں ہو جاتی۔ ایک پچاس سالہ بی اے اور دس سالہ بی اے کے درمیان بہت فرق ہوتا ہے۔ تعلیم ہمیشہ جاری رہتی ہے۔ اسی طرح تکمیل کے بعد بھی آدمی ترقی کرتا رہتا ہے۔ لیکن تصوف کی اصطلاح میں سیر فی اللہ کے اختتام کو تکمیل کہتے ہیں۔ اس کے بعد سیر فی اللہ اور سیر مع اللہ ہے۔ یہ سن کر کہنے لگے کہ سیر فی اللہ کیا ہو گی ہے عجیب بات ہے کہ سلوک کے معنی تو آتے نہیں اور سیر فی اللہ کی حقیقت جاننا چاہتے ہیں۔

۲۳۔ نومبر ۱۹۴۳ء۔ بھاو لپور

علا مات شیخ بشرائط بیعت
تجدید بیعت

آج صبح میجر عبد الحمید حضرت اقدس کو خدمت میں حاضر ہوئے۔ سلسلہ گفتگو جاری تھا۔ لیکن

احقر کچھ دیر کے بعد پہنچا۔ میجر صاحب نے کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ اطمینان قلب حاصل ہو۔ حضرت اقدس رحم نے فرمایا کہ قرآن پڑھو ایک سرے سے دوسرے سرے تک پڑھ ڈالو اور خوب پڑھو۔ اس سے اطمینان قلب حاصل ہو جائے گا۔ **الْأَبْدَانُ كِبْرُ اللَّهِ تَطْمِئِنُّ الْقُلُوبُ** یعنی اللہ تعالیٰ کے ذکر میں اطمینان قلب ہے۔ انہوں نے کہا بہت کوشش کی ہے۔ لیکن کچھ نہیں بنتا۔ حضور نے فرمایا۔ کھڑک شمش کرو۔ کہنے لگے بہت کھڑک کر چکا ہوں۔ فرمایا پچاس کھڑک کر لیا اور پڑھ لیں پڑھ مت رہو۔ کھڑکے ہو کر پھر آگے چلو۔ کہنے لگے کہ بزرگوں کا فرض ہے کہ ہم لوگوں کو گمراہی سے بچائیں۔ فرمایا کیسے بچائیں تم بھی تو خود کچھ کرو۔ کہنے لگے کرنے کی طاقت نہیں۔ یہ سن کر حضرت اقدس رحم بہت جھلائے اور ارشاد فرمایا کہ اللہ اپنی سنت کو تبدیل نہیں کرتا۔ عمل ضروری ہے۔ اگر عمل نہیں کر سکتے۔ تو صحبت اختیار کرو۔ حاجہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کو صحبت بنو۔ جاہل کسی جس کی صحبت سے اس قدر منہا مرتبہ کو نیچے ورنہ کوئی عالم تو بتا دے کہ باقی است سے حاجہ کرام نے کیا زیادہ مجاہدات کئے ہیں۔ یہ سن کر وہ کہنے لگے کہ میں بہت کوشش کر چکا ہوں اور بہت کھڑک کر چکا ہوں۔ حضرت نے غصہ ہو کر فرمایا۔ کہ تم بھی جنرل (عام) بات کر رہے ہو اور

ہم بھی جنرل جواب دے رہے ہیں۔ اسباب یہ تو بتاؤ کس مقام سے تم لڑے ہو۔ تاکہ اس کا علاج بتایا جاسکے۔ ان سے اس سوال کا کچھ جواب نہ دیا گیا۔ اور کہنے لگے کہ میں ذکر و وظائف کیا کرتا تھا۔ فرمایا صرف، ایک ذکر۔ بتاؤ۔ کہا کہ ذکر چہری وغیرہ۔ فرمایا کس نے بتایا تھا۔ کہا بہت آدمیوں نے فرمایا یہی تو غلطی ہے۔ اگر تمہارا کوئی آدمی بیمار ہے تو کیا پچاس ڈاکٹروں کا علاج بیک وقت کراؤ گے۔ ہاں اگر سب ڈاکٹر متفق ہو کر ایک نسخہ شجرہ بزرگ کریں تو اور بات ہے۔ اس کے بعد دریافت فرمایا کہ وہ کون تھے۔ جنہوں نے ذکر چہری بتلایا تھا۔ انہوں نے کسی ایک آدمی کا نام لیا۔ آپ نے فرمایا پھر ان سے کہا کہ اس ذکر کا یہ اثر ہوا ہے یا کچھ نہیں ہوا ہے۔ کہنے لگے پھر وہ کہیں دور چلے۔ کئے اور ملنے کا اتفاق نہ ہوا۔ اس کے بعد اوروں سے ملتا رہا۔ ارشاد فرمایا یہ بھی غلطی ہے۔ انہوں نے کہا بس کچھ تقدیر کی بات تھی۔ حضرت رحم نے فرمایا نہیں تمہاری اپنی غلطی ہے۔ کہنے لگے۔ ولی کی شناخت کرنا بہت مشکل ہے۔ آپ نے فرمایا۔ ہاں بہت مشکل ہے۔ ایک ماہینا کو کیا نظر آسکتا ہے۔ لیکن بزرگوں نے علامات بتائی ہیں۔ اگر وہ علامات کسی بزرگ میں موجود ہوں تو آنکھیں بند کر کے ان کے پاں بیعت ہو جانا چاہئے۔ فرمایا پہلی علامت یہ ہے کہ وہ منتشر ہوں اگر کوئی بات خلاف شرع ان میں ہو تو پھر بھی اعتراض نہیں کرنا چاہئے اور یہ سمجھنا چاہئے کہ خدمت ارشاد ان کے سپرد نہ ہوگی بلکہ کسی اور خدمت پر مامور ہوں گے۔ ہزاروں قسم کی خدمات ہیں۔ کیا معلوم کس ڈیوٹی پر لگے ہوئے ہیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ دیکھنا چاہئے کہ ان کی نسبت کس قسم کی ہے۔ لازمی ہے یا مستوی وہ اپنی ذات کے لئے ہیں یا اوروں کو بھی فیضان پہنچا سکتے ہیں۔ اگر نسبت مستعدی ہے تو پھر یہ دیکھنا چاہئے کہ آیا وہ نسبت ہمارے موافق آتی ہے یا نہیں۔ کیونکہ بعض طبائع ایسی ہوتی ہے۔ کہ اس سے اثر پذیر ہوتی ہیں اور بعض پر کوئی اثر نہیں ہوتا تیسری بات یہ ہے کہ ان کے مریدین کو دیکھنا چاہئے کہ آیا ان میں کوئی تبدیلی واقع ہوئی ہے یا نہیں۔ مرید سے مطلب وہ مرید نہیں جو ریل گاڑی میں بیعت ہو جائے اور برسوں شیخ سے نہ ملے۔ بلکہ وہ مرید جو اپنے شیخ کی صحبت میں رہتے ہیں اور

ان کے کہنے پر عمل کرتے ہیں۔ چوتھی بات یہ ہے کہ یہ دیکھنا چاہیے کہ جتنی دیر ان کی صحت میں بیٹھتے ہیں۔ کم از کم اتنی دیر قلب پر کچھ اثر ہوتا ہے یا نہیں۔ اور طبیعت اللہ کی جانب مائل ہو رہے یا نہیں۔ اور اسی ملاقات کے دوران میں وساوس اور نظرات میں کچھ کی بات ہوئی ہے یا نہیں۔ اگر یہ باتیں موجود ہوں تو بزرگوں نے لکھا ہے کہ بس آنکھیں بند کر کے سر پر پوچھنا چاہئے۔ اس کے بعد میجر عبدالحمید نے دریافت کیا کہ کیا روحانی اصلاح مرید ہونے کے بغیر بھی ہو سکتی ہے۔ ارشاد فرمایا: مشکل ہے۔ بلکہ تقریباً ناممکن۔ مولوی صاحبان خواہ کچھ بھی کہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ بغیر رشد اور ارشاد کے رسالت بیکار رہ جاتی ہے۔ اگر رسالت کی ضرورت نہ ہوتی تو اللہ تعالیٰ قرآن شریف کو نہایت جلی اور سنہری حرورت میں اکھ کر دنیا پر بھیج دیتے۔ اور بلند آواز سے کہہ دیتے کہ یہ میرا کلام ہے۔ اس پر عمل کرو۔ لیکن ایسا نہیں کیا گیا۔ درمیان میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وسیلہ از حدی قرار دیا گیا ہے۔ اس کے بغیر منزل مقصود پر پہنچنا بالکل ناممکن ہے۔ اور اولیائے کرام نائب الرسول ہوتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلیفہ رسول کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس کے بعد میجر صاحب نے دریافت کیا کہ اگر شیخ کو اتنی موحا کے تو اور جگہ بیعت کرنی چاہئے یا نہیں۔ فرمایا کہ اگر تکمیل ہو چکی ہے تو بیعت کی ضرورت نہیں۔ اور اگر روحانی طاقت اس قدر ہو گئی ہے کہ وصال شیخ کے بعد نہ ہمان حاصل کر سکتا ہے۔ تب بھی تجدید بیعت کی ضرورت نہیں۔ لیکن اگر بندہ سب اور اسی الف ب ت میں ہے۔ تو تجدید بیعت فرض ہے۔ فرمایا جب ایک خاتون نے عرض کیا کہ میں اور عورت جوان ہے تو تے اور شادوی کرنی چاہتے۔ اس کے بعد انہوں نے کہا کہ اگر غیر نکاح کے عورت دیکھ جہاں نہیں کر سکتی۔ ارشاد فرمایا کہ بغیر نکاح کے غیر مردوں کے ساتھ بیعت نہیں کی جاتی ہے۔ کہنے لگے کہ ایسی حالت میں جب بہت ٹھوکریں کھا کر پیٹ بھر گیا ہو تو بیعت نکاح سے پہلے ایسے ہی کسی سے کچھ حاصل کر لے۔ فرمایا: ہر روز ناسے۔ اس کے اور کیا معنی ہو سکتے ہیں۔ اس کے بعد وہ کہنے لگے کہ کب بزرگوں کو یہ پوچھ نہیں سبے کہ گمراہوں کو وہ سیدھا کر دیں۔ فرمایا جب تک وہ خود کلام نہ کریں گے کچھ نہیں کہیں۔ اللہ تعالیٰ

اپنی سنت نہیں بدلتا۔ کہنے لگے۔ اس کی رحمت بھی وسیع ہے۔ فرمایا یاں دوزخ میں بھی جلاتا ہے۔ اور دوزخ بہشت سے زیادہ وسیع ہے۔ اور درحقیقت دوزخ بھی اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے۔ اَلرَّحْمٰنُ عَلٰی الْعَرْشِ الْمُسْتَوٰی اللہ تعالیٰ اپنے رسم رحمن کے ساتھ عرش پر مستوی ہے۔ اور عرش کے تحت پوری کائنات زمین آسمان دوزخ و بہشت سب شامل ہیں۔ فرمایا۔ اصل میں یہ سب کام نہ کرنے کے بہانے ہیں۔ یہ سب نفس کی مکاری ہے نفس کام کرنے سے باز رکھتا ہے۔ اور ادھر ادھر کی باتوں میں مشغول کر دیتا ہے۔ اس کے بعد حضرت اقدس خاموش ہو گئے۔

کلمہ طیبہ کے معنی | کچھ دیر کے بعد جلد ساز کتابوں کی جلدیں بنا کر لایا حضرت اقدس نے کتابیں ملاحظہ فرمائیں۔ ایک کتاب کو جس کا نام کلمۃ الحق تھا کھول کر فرمایا کہ اس کے مصنف نے جب یہ کتاب لکھی تو تمام علماء کو اپنے گھر پر بلا دیا جب سب جمع ہوئے تو انہوں نے اندر سے تالا بند کر دیا اور کہا کہ یا تو اس کتاب کی تصدیق کرو یا تردید۔ انہوں نے کہا کہ اس کی تردید تو ہم نہیں کر سکتے۔ فرمایا۔ پھر تصدیق کرو۔ چند علماء تنگ آکر جانے لگے۔ لیکن جا کر دیکھا تو قفل لگا ہوا تھا۔ مالک مکان نے کہا قیامت تک دروازہ نہ کھولوں گا۔ اور نہ ہی کھانا دوں گا۔ جب تک ان دو باتوں میں سے ایک نہ کرو۔ چونکہ تردید کی ہمت نہ تھی۔ سب لوگوں نے تصدیق کی اور کتاب پر دستخط کر دیئے۔ اس کے بعد وہ اس کتاب کو بادشاہ کے پاس لے گئے اور اس کو بتایا کہ سب علماء نے دستخط کر دیئے ہیں فرمایا یہ حضرت مولوی محسن فاروقی کے دادا کے شیخ تھے (مولوی محسن فاروقی سید شریف احسن کے خسر ہیں) اور اب تک وہی قلمی نسخہ ان کے خاندان میں موجود ہے۔ جس پر تمام علماء کے دستخط ہیں۔ وہ لکھتے ہیں کہ کلمہ طیبہ سے جو معنی علماء لیتے ہیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل کفار بھی جانتے تھے۔ اور وہ مانتے تھے۔ کفار اللہ تعالیٰ کو ایک۔ خالق کائنات اور رزاق مانتے تھے۔ قرآن شریف میں ہے۔ قل من يرزقكم يعني تم کو کون رزق دیتا ہے اس کا کفار جواب دیتے تھے کہ اللہ رزق دیتا ہے۔ پھر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کون سی نئی بات لے کر آئے۔ مصنف کہتے ہیں۔ دراصل کلمہ طیبہ کے معنی یہی ہیں۔ كَلِمَةُ جُودٍ اِلَّا اللّٰهُ

یعنی اس کے سوا کسی کا وجود نہیں ہے۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ہی معنی لیتے تھے اور صحابہ کرام نے بھی یہی سمجھا۔ یہی وجہ تھی کہ لوگ کہتے تھے کہ انہوں نے تو سب معبودوں کو ملا کر ایک اللہ بنا دیا ہے۔ **أَجْعَلُ الْإِلَهَةَ إِلَهًا وَاحِدًا**۔ اس کے بعد فرمایا کہ کتاب کے مصنف کا نام مولانا عبد الرحمن ہے۔ انہوں نے سماع پر بھی ایک کتاب لکھی ہے جو ہم نے پڑھی ہے۔

شیخ بھی خلفائے راشدین میں شامل ہے | ایک دفعہ ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے۔ **أَطِيعُوا اللَّهَ وَ**

رَأِطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ۔ یعنی اطاعت کرو اللہ کی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اور جو نائب الرسول ہیں۔ "أُولِي الْأَمْرِ" کے معنی بادشاہ اور حاکم کے بھی ہیں۔ نیز حدیث شریف میں ہے کہ "عَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي وَسُنَّتِ خُلَفَاءِ الرَّسُولِ بَعْدِي" یعنی تم پر لازم ہے میری تقلید اور خلفائے راشدین کی تقلید جو میرے بعد آئیں گے۔ فرمایا کہ چار خلفاء راشدین کے بعد اولیائے کرام بھی نائب الرسول ہیں اور صاحب ارشاد اس لئے قرآن اور حدیث کے مطابق ان کے حکم کی تعمیل ہی جزو شریعت ہے۔

سیاست کے متعلق گفتگو ہو رہی تھی۔ ارشاد فرمایا کہ لوگ دریافت **اختلافِ حمت ہے** کرتے ہیں کہ مسلمانوں کو کیا کرنا چاہئے۔ ہم کہتے ہیں کہ پہلے سب ایک جہنڈے کے نیچے آ جاؤ۔ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ "وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا" یعنی سب اللہ کی رسی کو مضبوط پکڑ لو۔ اب وہ سوال کرتے ہیں کہ اکٹھا ہونے کے بعد کھپ کر کیا کریں گے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ دوسرا قدم ہے۔ پہلے ایک بات پوری کر لو اکٹھا ہونے سے پہلے کیوں تفصیلات میں جاتے ہو۔ اس سے خواہ مخواہ اختلاف پیدا ہوگا۔ اجمالی صورت میں رہو۔ اور جب وقت آئے گا۔ پھر تفصیلات میں آ جاؤ۔ فرمایا حدیث شریف میں ہے کہ میری امت میں اختلافِ حمت ہے لیکن اختلاف اور مخالفت میں فرق ہے۔ مخالفت اپوزیشن کو کہتے ہیں۔ اور اختلاف کے معنی ہیں۔ **HEALTHY** **DIFFERENCE OF OPINION** (تعمیری اختلاف رائے) اس قسم کے اختلاف

سے اور کبھی وسعت ہوتی ہے۔ اور ہر کام اچھی طرح اور ہر پہلو سے کمتاں ہو جاتا ہے۔ اور یہ اختلاف اصول میں نہیں ہوتا۔ فروعات میں ہوتا ہے۔ جب سب نے اصول تسلیم کر لیا تو فروعات میں اختلاف سے کوئی ہرج واقع نہیں ہوتا۔ تم اپنے خیال پر رہو ہم اپنے خیال پر رہیں۔ اس معمولی امر میں لڑنے جھگڑنے کی ضرورت ہی پیدا نہیں ہوتی۔ لیکن مخالفت بری چیز ہے۔ اور دراصل مخالفت نفسانیت سے پیدا ہوتی ہے۔ اگر نفسانیت کا دخل نہ ہو تو اختلاف سے کچھ نقصان نہیں ہوتا۔ سب جھگڑے نفسانیت کے ہیں۔ اب ایک جماعت کہتی ہے کہ ہمارے خیال کے مطابق سب لوگ عمل کریں اور ہماری بات مانیں۔ ہر گفتگو اور ہر مجلس میں اور میری پر زور دیتے ہیں۔ یہ نفسانیت نہیں تو اور کیا ہے۔ اور مجتہدین میں جو اختلاف پایا جاتا ہے۔ وہ صرف فروعات میں ہے۔ اصول میں سب متفق تھے۔ نفسانیت کو کچھنے کے لئے بھی وہ عجیب طریقے اختیار کرتے تھے۔ مثلاً بادشاہ کا لڑکا طلب ہدایت کے لئے ان کے پاس آیا تو تین وقت کا فاتحہ کرا کے کہا کہ جاؤ شہر میں بھیک مانگو۔ اس میں حکمت یہ ہوتی تھی کہ اس کے تاجر اور نفسانیت کا قلع تمع ہو جائے۔ اپنے ملک اور شہر میں ایک شہزادہ کے لئے بھیک مانگو کس قدر مشکل ہے۔ اور جب وہ بھیک مانگ کر آتا تو سب کچھ لنگر میں داخل کروایا جاتا۔ پہلے زمانہ کی تعلیم و تربیت سے رذائل نفسانیہ کا قلع تمع ہوتا تھا۔ اور روحانیت اور اللہیت میں ترقی ہوتی تھی۔ لیکن آج کل کا بچوں اور سکولوں میں رعوت اور فرعونیت پیدا ہوتی ہے۔ اور اس تکبر کو SELF-RESPECT (خودداری) کے نام سے موسوم کرتے ہیں حالانکہ یہ خودداری نہیں ہے۔ بلکہ رعوت ہے۔

اس کے بعد فرمایا کہ آج دو صاحب میر سراج الدین صاحب کے ساتھ آئے تھے۔ انہوں نے کہا کہ ہم قومی خدمت کرنا چاہتے ہیں۔ آپ مشورہ دیجئے کہ آیا مسدیک میں شامل ہوں یا خاکسار نہیں۔ ہم نے کہا پہلے خود مسلمان بنو۔ اس کے بعد دوسروں کی اصلاح کرنا۔ فرمایا یہ بات مسلمانوں کو بری لگتی ہے۔ دراصل وہ مسلمان کے معنی نہیں جانتے آج کل تو سب "Accidental" مسلمان ہیں۔ یعنی مسلمان BY ACCIDENT OF BIRTH (پیدائشی مسلمان) اور ان کی اصلاح اس وقت ہو سکتی ہے۔ جب انسان خود حقیقی مسلمان بن جائے۔

ایک دفعہ حضور نے مکتوبات میر سید علی ہمدانی سے یہ حدیث پڑھ کر سنائی "السنیُّ سبب اللہ ولو کان فاسقاً" یعنی سنی سنی اللہ کا دوست ہوتا ہے۔ خواہ وہ فاسق ہی کیوں نہ ہو۔ فرمایا۔ سخاوت اللہ تعالیٰ کو کس قدر مقبول ہے کہ گناہگار ہونے کے باوجود بھی سنی اللہ کا دوست بن جاتا ہے۔

۲۸ نومبر ۱۹۲۳ء - بھاولپور

تعلق باللہ

حاجی عبدالحق صاحب انٹیکٹر پولیس نے حاضر قدمت ہو کر عرض کیا کہ حکمتہ پولیس میں رہ کر حرام سے بچنا قریب قریب ناممکن ہے۔ حضور اقدس نے فرمایا حدیث تشریح میں ہے کہ ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ اسلامی احکام پر عمل کرنا سخت مشکل ہو جائے گا اس وقت جو شخص نماز اور روزہ قائم رکھ سکے گا۔ ولی اللہ ہوگا۔ حاجی صاحب نے عرض کیا کہ کیا حق العباد کبھی توبہ سے معاف ہو جاتے ہیں۔ فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ حق العباد سے توبہ قبول کروں گا۔ جب تک کہ صاحب معاملہ معاف نہ کر دے۔ لیکن اللہ کو یہ طاقت ہے کہ معاف کر دے۔ فرمایا اگر کوئی آدمی اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش ہو کر عرض کرے کہ مجھے نالی ست دس ہزار روپیہ لینا ہے۔ اس کی نیکیاں کھا کر مجھے دیکھے۔ اب اگر اللہ تعالیٰ اس شخص کو بہشت دکھائے اور فرمادے کہ اگر تو یہ دس ہزار روپیہ بخش دے تو اس کا انعام بہشت ہے تو وہ شخص فوراً منظور کر لے گا۔ فرمایا اصل بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے انسان کی حاجت پیدا کرے۔ جب اللہ اس کا ہو جائے گا تو سب کچھ اس کا ہے۔ مَن كَانَ لِلّٰهِ كَانَ لِلّٰهِ تعلق باللہ عصیت کو جلا کر خاک کر دیتا ہے۔ اس کے بعد فرمایا کہ ایک بادشاہ نے حکم دیا کہ محل میں جو کچھ ہنر و دولت ہو۔ یہ حکم پا کر نوٹری غلام اور خدّہ مول نے محل کا مالکان کو متوجع کیا۔ جو چیز جس کے ہاتھ لگی تھی۔ ایک نوٹری نے بادشاہ کے پاس لے جاتی تھی۔ بادشاہ نے غصہ سے اس کی طرف دیکھا اور کہا یہ کیا حرکت ہے۔ بادشاہ نے دست بردار نہیں کیا کہ حضور ہی کا ارشاد ہے کہ محل میں جو کچھ ہنر و دولت ہو سب لے لے جو چیز پسند آئی میں لے لی ہیں اب آپ سے ہیں۔ بادشاہ کو یہ بات پسند آئی اور نوٹری کو آزاد کر کے اس سے نجات کر لیا۔ فرمایا محل کے لوگ اس نوٹری سے بھی لگے لگے ہیں۔ جزا نہیں

پہڑتے اور ادھر ادھر مارے مارے پھرتے ہیں۔

حضرت فضیل ابن عیاض | اس کے بعد فرمایا کہ حضرت فضیل ابن عیاض شروع میں ٹوکروں

کے کاموں میں بھی کچھ اچھے اصول رکھتا ہے۔ ان کا اصول تھا کہ جب ڈاکہ ڈالتے تھے تو عورتوں

اور بچوں کو ہاتھ نہ لگاتے تھے۔ اس کے علاوہ لٹے ہوئے آدمیوں کو گھرتک پہنچنے کے لئے

زادراہ بھی دے دیا کرتے تھے۔ ایک دفعہ وہ ایک قافلہ کی گھات میں تھے۔ اس قافلہ میں ایک

قاری بھی تھا۔ جو اتفاق سے یہ آیت پڑھ رہا تھا۔ اَلْمَيَانِ لِلَّذِينَ اٰمَنُوا اِنْ تَخْشَعُ قُلُوْبُهُمْ

لِذِكْرِ اللّٰهِ وَمَا نَزَلَ مِنَ الْحَقِّ۔ یعنی کیا ایمان والوں کو وقت نہیں آیا کہ ان کے دل اللہ کی

پاد سے گڑگڑائیں اور اس چیز سے جو سچا دین اترتا ہے۔ جب انہوں نے یہ آیت سنی تو ان پر

رقت طاری ہوئی اور فوراً توبہ کر لی۔ اس کے بعد حضرت فضیل ابن عیاض حضرت خواجہ حسن

بصری کی تلاش میں گئے۔ لیکن معلوم ہوا کہ آپ کا وصال ہو چکا ہے۔ لوگوں نے بتایا کہ آپ کے

خلیفہ حضرت عبد الواحد بن زیدؒ ہیں۔ ان کے پاس جائیے۔ چنانچہ آپ ان کی خدمت میں

حاضر ہوئے۔ اور بیعت کے لئے عرض کی۔ لیکن انہوں نے فرمایا کہ بیعت سے پہلے یہ کام کرو

کہ جس جس کا مال آج تک لوٹا ہے۔ سب کو معاوضہ ادا کر دو۔ یا ان کا حق معاف کر لو۔ تب

بیعت لوں گا۔ چنانچہ آپ گئے اور سب لوگوں کا حق ادا کرنے لگے۔ کسی کو مال واپس کیا کسی

سے معافی مانگی۔ ایک یہودی کے پاس گئے۔ جس کا انہوں نے مال لوٹا تھا۔ جب معافی چاہی تو

اس نے کہا کہ میں تم کو اس شرط پر معافی دوں گا کہ فلاں پتھر کے نیچے کپڑے میں بندھا ہوا

ایک سونے کا ڈلا پڑا ہے اسے اٹھا کر لے آؤ۔ آپ گئے اور پوٹلیا اٹھا کر یہودی کو لادی یہودی

نے دیکھ کر رکھ لیا اور کہا کہ آپ فوراً مجھے مسلمان کر لیجئے۔ جب آپ نے اس عجلت کی وجہ دریافت

کی تو اس نے کہا کہ میں نے اپنی کتابوں میں پڑھا تھا کہ ایک نبی برحق آئیں گے اور ان کی امت

کے لوگ جب تائب ہو کر مٹی کو سونا سمجھ کر ہاتھ لگائیں گے۔ تو وہ سونا ہو جائے گی۔ اس لئے آپ

کے تائب ہونے کی خبر سن کر میں نے کپڑے میں مٹی کا ڈھیلہ رکھ دیا تھا تاکہ آپ کا امتحان لوں۔ جب

آپ کے ہاتھ لگانے سے وہ مٹی کا ڈھیلہ سونا بن گیا تو مجھے یقین ہو گیا کہ آپ کی توبہ قبول ہو گئی

اور آپ کا مذہب سچا ہے۔

۲۹ نومبر ۱۹۲۳ء

فہم قرآن کا بہترین طریقہ
اور قرآن کے انگریزی ترجمے

احقر نے ایک پارہ قرآن شریف مترجمہ انگریزی لاکر حضور کو
دیا۔ اور عرض کیا کہ پھتال نے جو ترجمہ کیا ہے وہ وہ خالی

ترجمہ ہے یا تفسیر بھی ساتھ ہے آپ نے فرمایا صرف ترجمہ ہے لیکن تمام انگریزی ترجموں سے
بہتر ہے۔ فرمایا Sale نے بھی ترجمہ کیا ہے۔ جس کے ساتھ ساتھ تفسیر بھی ہے۔ عرض
کیا کہ SALE کون تھے۔ فرمایا وہ ایک عیسائی پادری تھے لیکن ترجمہ سے معلوم ہوتا ہے کہ
وہ درپردہ مسلمان تھے۔ دراصل وہ ان لوگوں کے ملازم تھے اور شاید ان کا یہ خیال تھا کہ اگر
کلم کھلا مسلمان ہو جائیں تو تنخواہ بھی بند ہو جائے گی اور ترجمہ بھی نہ کر سکیں گے۔ ان کے ترجمہ
میں عجیب رنگ ہے۔ وہ آیات کو لے کر کہتے ہیں کہ "ان آیات پر عیسائی یہ اعتراض کرتے
ہیں اور پھر آگے خود لکھ دیتے ہیں کہ مسلمان اس اعتراض کا یوں جواب دیتے ہیں عیسائیوں
کو چاہئے کہ بودے اعتراض نہ کریں بلکہ ایسے اعتراض کریں جن کا جواب نہ بن سکے" فرمایا یہ
تبلیغ کا بہت اچھا طریقہ ہے۔ اور اس کا نتیجہ بہت اچھا نکلتا ہے۔ اس کے بعد احقر نے
عرض کیا کہ تصوفانہ رنگ میں بھی کوئی تفسیر لکھی گئی ہے۔ فرمایا بہت۔ حضرت ابن العربی نے
تفسیر لکھی ہے۔ جو بالکل عارفانہ رنگ میں ہے۔ امام غزالی نے بھی اسی قسم کی تفسیر لکھی ہے
اس کے علاوہ تفسیر حسینی اور تفسیر عرائس البیان بھی جو صوفیانہ رنگ میں لکھی گئی ہیں۔ احقر نے
عرائس کے مصنف کی بابت دریافت کیا فرمایا متقدمین بزرگوں میں سے ہیں اور تفسیر عربی
میں لکھی ہے۔ اس کے بعد فرمایا کہ دراصل قرآن ایک بحر ہے اور ہر شخص اس میں سے اپنے
استعداد کے مطابق لوٹا گا اس اور ڈول بھرتا ہے۔ اور سمجھتا ہے کہ اس نے سچا
آگیا ہے۔ سب سے بہتر بات یہ ہے کہ انسان اپنے دروازے سے اپنے نہیں نکال لے
جب چاہے اس میں سے پانی لے لے۔ وہ ہر وقت ہواں رہے گی اور کبھی ختم نہ ہوگی۔ اس
طرح لاکر قلب کا دروازہ کھل گیا۔ تو حقائق و معارف کی نہر ہمیشہ اس کے اندر چلتی رہے گی
فرمایا کہ ایک صحابی نے (عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما) کے حق میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی۔

تھی کہ یا اللہ اسے فہم قرآن عطا فرما۔ اور بس وہ دروازہ کھل گیا۔ نہ انہوں نے مدرسہ میں تعلیم پائی اور نہ کسی سے تفسیر پڑھی۔ اس کے بعد فرمایا کہ حضرت مولانا روم صاحب نے باقی اور اندھوں والی جو مثال بیان فرمائی ہے وہ ان لوگوں پر خوب صادق آتی ہے۔ جو قرآن کے معنوں پر آپس میں لڑتے جھگڑتے ہیں۔ ان میں سے ہر ایک سچا بھی ہے۔ اور جھوٹا بھی۔ جزوی لحاظ سے سچا ہے لیکن کل کے لحاظ سے جھوٹا ہے۔

دورانِ قیام بھاو لپور میں ایک دن مولوی عبداللہ صاحب مدرس جامعہ عباسیہ ملنے آئے۔ حضرت اقدس نے بخاری شریف کی وہ حدیث بیان فرمائی جس میں فرمایا گیا ہے کہ

اولیاء کی صحبت میں بیٹھنے والا
شقی نہیں ہوتا (حدیث)

فرشتے ذاکرین کی تلاش میں نکلتے ہیں۔ حتیٰ کہ وہ لوگ جو ذکر کے خیال سے نہیں بلکہ کسی اور مقصد سے آئے ہوں ذاکرین کی برکت سے سنبھلے جاتے ہیں۔ حدیث شریف میں یہ الفاظ ہیں۔ لا کیشقاً جلیسہم یعنی ان کے پاس بیٹھنے والا شقی نہیں ہوتا۔ اور مولوی صاحبان یہ طنز کرتے ہیں کہ پیروں کے پاس آتے ہی لوگوں کو بہشت کا پروانہ مل جاتا ہے۔ یہ نہیں سوچتے کہ اس حدیث کی رو سے اولیاء کرام کی صحبت میں بیٹھنے والوں کا خاتمہ بالآخر توقفظ پاس بیٹھنے سے ہو جاتا ہے باقی جو مجاہدات وغیرہ کرتے ہیں اور جو انعامات اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتے ہیں۔ وہ اس کے علاوہ ہیں۔ گویا خاتمہ بالآخر ان کے لئے سب سے ادنیٰ درجہ ہے۔

۱۳۔ دسمبر ۱۹۳۶ء

معراج شریف

آج ارشاد فرمایا کہ بیعت کے دوسرے سال ہمیں معراج کے متعلق اچھن پیدا ہوئی۔ دل میں خیال پیدا ہوا کہ چشم زدن میں کس طرح تمام زمینوں آسمانوں اور دوزخ بہشت کی سیر ہو سکتی ہے۔ اس پر طرہ یہ کہ بستر بھی گرم رہ جائے اور دروازہ کی کنڈی بھی ملتی رہے۔ ایک رات ہمیں بارہ بجے سے دو بجے تک نیند آئی اور اس عرصہ میں ہم نے ایک خواب دیکھا۔ اس خواب کا عرصہ تین دن اور تین رات کا تھا۔ ایسا ہوا کہ خواب میں ہم کسی سے ملے اور کہا کہ کل پھر ملیں گے۔ دوسرے دن ملاقات ہوئی اور اسی طرح تین دن گذر گئے اس خواب کے بعد ہم سمجھ گئے کہ جب تین دن اور تین رات کے واقعات زیادہ سے زیادہ

ادو گھنٹے میں سما سکتے ہیں تو معراج کے واقعات پچھم زون میں کیوں نہیں سما سکتے۔ (یعنی بات یہ ہے کہ یہاں کے وقت اور وہاں کے وقت میں بہت فرق ہے۔ فرمایا یہ بات ٹھوڑی ٹھوڑی صاحب صاحب (علیہ الرحمۃ) کے ہاں سے منکشف ہوئی۔

موسیقی | فرمایا حضرت صاحب صاحب رح کے ہاں سے ہمیں موسیقی کی تعلیم دی وہی ہے فرمایا موسیقی کی حقیقت بھی ذات سے ہے۔ اور اس میں ذات کا پھیر و پھار جاتا ہے۔ اسمائے اہمات ساتھ ہیں۔ حیات۔ ارادہ۔ قدرت۔ علم۔ کلام۔ سمع۔ بصر اور لاک بھی ساتھ ہیں۔ اس کے بعد لفظ بلیمت کی وجہ تشبیہ بیان فرمائی۔ جو اسی اور جگہ درج کی گئی ہے۔

روح انسانی قدیم ہے یا حادث | اس کے بعد حضرت نے عرض کیا کہ روح انسانی قدیم ہے یا حادث۔ ارشاد فرمایا کہ کائنات سے قدیم ہے اور ایک لحاظ سے حادث۔ روح کائنات پر پلو جڑا ہے۔ اس سے متعلق بہت کچھ فرمایا۔ بزم سے تعلق رکھتا ہے حادث ہے جیسے سورج جب ریت کے ذرات پر چلتا ہے۔ اور کئی ذرات جب تک ذروں پر رہتی ہے۔ ذروں کے لحاظ سے ہمارے جسم میں بھی ذرات کے ذرات سے وہ مستقل ہے۔ سورج ہر وقت روشن رہتا ہے۔ اور ذروں کے ذرات ہر وقت سے فرمایا حیات۔ علم۔ ارادہ۔ سمع۔ بصر۔ غیر و سب سے سزا دہندہ ہے۔ اور اس سے آتی ہیں۔

وحدت الوجود | اس کے بعد فرمایا۔ ایک دفعہ حضرت نے ارشاد فرمایا کہ کائنات کا وجود تھا۔ جس میں لکھا تھا کہ خالق خالق سے اور آدمی پروردگار پروردگار سے

ساتھ سب کچھ وہی ہے۔ اس سے ہمارے دل پر وہ منکشف ہو گیا۔ اور اس کے اعتبار کے عنوان کے تحت درس کی ہے۔ یعنی یہ کہ کائنات کا وجود ہے اور وہ آدمی اس دنیا کا خالق ہے۔ اور وہ دنیا کا خالق ہے۔ اور وہ اس دنیا سے جدا بھی نہیں ہے۔ اس لیے اسے دنیا کا خالق کہتے ہیں۔ اور ارشاد فرمایا کہ اگر کائنات کو اللہ کا یہ تصور ہے کہ وہ کائنات کا خالق ہے اور وہ اس دنیا سے جدا بھی نہیں ہے۔ اس لیے اسے دنیا کا خالق کہتے ہیں۔ اور

کہ اللہ کائنات میں موجود نہیں ہے۔ بلکہ کہیں اور موجود ہے۔ اس نظریہ سے اللہ کی لامحدودیت نہیں رہتی۔ لامحدود کی کوئی حد نہیں ہو سکتی۔ یہ کہنا کہ اللہ کائنات میں نہیں اس کو محدود کرنے کے مترادف ہے۔ اس لئے ثابت ہوا کہ کائنات کا وجود غیر اللہ نہیں ہے۔

وحدت الوجود کا دوسرا ثبوت یہ ہے کہ کلمہ طیبہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کے مطابق اللہ کا کوئی شریک نہیں ہے۔ نہ ذات میں نہ صفات میں لہذا صفت وجود میں اس کا شریک کیوں ہو اس لئے کائنات کا وجود غیر حق نہیں ہو سکتا۔ فرمایا کلمہ طیبہ کا مطلب صرف وہ نہیں ہے جو عام طور پر بیان کیا جاتا ہے۔ عارفین بیان کرتے ہیں کہ ایک ہوتا ہے معبود حقیقی اور ایک معبود ممکناتی لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ میں معبودان ممکناتی کی نفی ہے۔ یعنی نہیں ہیں معبودان ممکناتی مگر اللہ۔ کفار کہا کرتے تھے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام معبودوں کو بنا کر ایک کر دیا ہے۔

أَجْعَلُ الْإِلَهَةَ إِلَهًا وَاحِدًا۔

ایک دفعہ فرمایا کہ اولیاء اللہ رحلت کے بعد بھی ترقی کرتے رہتے ہیں۔ چونکہ ذات کی کوئی انتہا نہیں ہے۔ اس لئے ترقی کی بھی کوئی انتہا نہیں ہے۔

موت کے بعد ترقی

ایک دفعہ فرمایا کہ جب آدمی نماز پڑھے تو ایسا خیال کیے کہ یہ میرا آخری نماز ہے۔ اس کے بعد زندگی ہوگی تو نماز پڑھی جائے گی کیا معلوم ابھی اجل آجائے۔ اس تصور سے نماز میں انہماک ہو جاتا ہے۔

نماز میں انہماک

ایک دفعہ ارشاد فرمایا کہ جنگ بدر کے موقع پر دو لڑکے ابو جہل اور ابو لہب کی خودی

ابو جہل اور ابو لہب کی خودی

زخمی کر کے گرا دیا۔ جب کفار لپسا ہو کر بھاگ گئے اور ایک صحابی ابو جہل کا سرتن سے جا کرنے والے کٹے۔ اس وقت اس نے آرزو کی کہ میرا سر کندھوں کے قریب سے کاٹا اور پوری گردن سر کے ساتھ رہنے دی جائے۔ تاکہ جب سب لوگوں کے سر ایک جگہ رہ جائیں تو مجھ سردار کا سر سب سے اونچا نظر آئے۔ اسی طرح ابو لہب کہتا تھا کہ میں اس

قبول کر تو لیتا لیکن اللہ سے مجھے یہ شکایت ہے کہ اس نے چچا کو چھوڑ کر بیٹے کو نوازا۔
فرمایا یہی خودی ہے جس کی وجہ سے انسان بہت سے گناہ کرتا ہے۔

اس کے بعد فرمایا۔ دیکھو صحابہ کرام نے SELF (خودی) کو
صدق اکبر کی فتائیت | کس طرح مٹایا۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ بڑے مالدار تھے لیکن
انہوں نے اللہ کی راہ میں بہت کچھ کٹا دیا۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو انہوں نے خرید کر آزاد کیا حالانکہ
ان کے مالک نے بہت زیادہ قیمت طلب کی لیکن آپ نے سب ادا کر دی۔ اس طرح بہت
سے غلام آزاد کرائے۔ آپ کی حالت یہاں تک پہنچ گئی کہ ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم کی خدمت میں حاضر تھے۔ ایک موٹا کرتا زیب تن تھا۔ اور جہاں سے وہ بھٹا ہوا تھا
وہاں کانٹے لگا کر جوڑ دیا تھا۔ اس وقت جبریل علیہ السلام آئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
سے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو سلام بھیجا ہے۔ اور ارشاد فرمایا
ہے کہ ابو بکر سے دریافت کرو کہ پہلے وہ حالت کتنی اب یہ حالت ہے۔ کیا ہم سے تمہیں شکایت
تو نہیں ہے۔ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں یہ پیغام سنایا تو آپ سنتے ہی بیہوش
ہو گئے۔ جب ہوش میں آئے تو پھر دریافت کیا گیا۔ آپ پھر بیہوش ہو گئے۔ دوسری دفعہ ہوش
میں آ کر عرض کیا کہ یہ اللہ کی مہربانی ہے۔ کہ میرے حال کی پریشانی فرمائی۔ ایک بندہ کو اپنے
آقا سے کیا شکایت ہو سکتی ہے۔ یہ کہہ کر پھر بیہوش ہو گئے۔ جب انہوں نے اپنی مستی کو
اس قدر مٹایا تو اللہ تعالیٰ نے کبھی خوب نوازا۔ ہمیشہ پہلے اپنے آپ کو مٹانا پڑتا ہے۔
تب جا کر نوازشات کی بارش ہوتی ہے۔ انسان کا ظاہری حسن و جمال کیا ہے۔ ایک ہفتہ نہ
نہائے تو بدن سے بدبو آنے لگتی ہے۔ اور حسن و جمال سب ختم ہوتا جاتا ہے۔ اصلی حسن
خودی کو مٹانے کے بعد ملتا ہے۔ فرمایا۔ جس وقت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ
مدینہ منورہ پہنچے تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ آپ کے ہمراہ تھے۔ ان کے نعل لوگوں نے
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں دیکھا تھا۔ تو بعضوں نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم سمجھ کر سلام کیا۔ یہ رنگ دیکھ کر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کھڑے ہو گئے اور اپنی چادر
سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک پر سایہ کر لیا۔ تاکہ دھوپ سے بھی بچیں اور

ناروا فضیلتی دور ہو یا سکے۔

ارشاد فرمایا کہ حضرت عمرؓ کو ہمیشہ یہ شوق رہتا تھا کہ حضرت ابو بکر صدیقؓ رض سے سبقت لے جائیں۔ ایک دفعہ کسی جنگ کے موقع پر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں سے چندہ طلب کیا۔ چنانچہ جواب کہ ہم نے نقد ہی وہاں اسباب وغیرہ جس قدر جس سے ہو سکا خدمت میں پیش کر دیا۔ آپؐ ہر شخص سے دریافت فرماتے تھے۔ کہ ہاں بچوں کے لئے کیا چھوڑا ہے۔ اگر کوئی ہاں نہیں کہے گا تو اعداد میں مال چھوڑ کر نہ آتا تو آپؐ اسے کچھ واپس کر دیتے۔ جب حضرت عمرؓ آئے تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ ہاں بچوں کے لئے کیا چھوڑا ہے۔ انہوں نے عرض کیا کہ ہر چیز کا نصف ساتھ لایا ہوں۔ اس روز حضرت عمرؓ نے کہ وہاں یہ خیال تھا کہ آج حضرت ابو بکر صدیقؓ سے بازی لے جاؤں گا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے معاف کر دیا۔ جب حضرت ابو بکر صدیقؓ رض آئے تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ ہاں بچوں کے لئے کیا چھوڑا ہے۔ عرض کیا کہ اللہ اور اس کا رسول۔ ارشاد فرمایا اچھا رکھ دو۔ حضرت ابو بکر رض سے یہ نہیں فرمایا کہ کچھ مال ہاں بچوں کے لئے واپس لے جاؤ۔ ہر شخص کے ساتھ اس کے مقام کے مطابق معاملہ کیا جاتا ہے۔ اس واقعہ کے بعد حضرت عمرؓ نے حضرت ابو بکر صدیقؓ رض کی برابری کا خیال چھوڑ دیا۔ فرمایا حضرت ابو بکر صدیقؓ رض نے کس طرح اپنے آپ کو مٹایا۔

ارشاد فرمایا کہ جب ایران فتح ہوا تو اس قدر مال غنیمت میلان کے لئے لگا جس کی کوئی انتہا نہ تھی۔ حضورؐ اس مال بھی جس کسی کے حصہ میں آیا وہ اسی میں گیا۔ جب تمام مال غنیمت کو ایک میدان میں لاکر رکھا گیا تو حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ لوگوں نے کہا یہ روئے کا کیا مقام ہے۔ خوش ہونا چاہئے اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہئے۔ آپؐ نے فرمایا۔ میں اس لئے روتا ہوں کہ کثرت مال کہیں بہ بادی امت کا باعث نہ بن جائے۔

ایک دفعہ جنگ کے دوران میں ہرمزان گورنر اموانہ (ایران) گرفتار ہو کر آئے۔ چونکہ کئی دفعہ یہ عہد شکنی کر چکے تھے۔

حضرت عمرؓ اور ہرمزان

اس لئے واجب القتل قرار دینے گئے۔ چنانچہ حضرت عمرؓ نے ہرمزان کو قتل کرنے کا حکم دیدیا۔ ہرمزان نے کہا کہ میں پانی پینا چاہتا ہوں۔ چنانچہ پانی لایا گیا۔ اب خورسے کو ہاتھ میں لے کر کہنے لگا کہ آپ میرے ساتھ عہد کریں کہ جب تک یہ پانی نہ پی لوں آپ مجھے قتل نہیں کریں گے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا اچھا منظور ہے۔ یہ سن کر انہوں نے آنسو بہ کر زمین پر پھینک دیا۔ اور کہنے لگے اب آپ مجھے قتل نہیں کر سکتے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا۔ بے شک میں تمہیں قتل نہیں کروں گا۔ اس پر حضرت اقدس نے فرمایا کہ آج انگریزوں سے کوئی ایسی بات کر کے دیکھ لے۔ کہ وہ قتل کرتے ہیں یا چھوڑ دیتے ہیں۔

فرمایا ایک دفعہ ایک شخص نے بیت المال سے چوری کی اور حضرت عمرؓ کے پاس لایا گیا۔ آپ نے فرمایا بیت المال میں اس کا بھی تو حصہ ہے۔ حصہ دار کیسے چور ہو سکتا ہے۔ یہ کہہ کر اسے رہا کر دیا۔ فرمایا ایسی لطیف بات و السرائے کی کھوپڑی میں آسکتی ہے، اس کے بعد فرمایا کہ انہی ہرمزان نے جب حضرت عمرؓ کو اپنے قول کا سچا دیکھا تو مسلمان ہو گئے۔ پہلے مسلمان ہونے تو تلوار کے ڈر سے ہوتے اب سچے دل سے مسلمان ہو گئے۔ ان کے فہم و فراست اور جذبہ کو دیکھ کر حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ میں آپ کو کپڑا اپنے ملک کا امیر بنا کر بھیجتا ہوں۔ انہوں نے کہا اب میں امیر بنا نہیں چاہتا۔ مجھے اپنے ملک میں بھیج دیں۔ میں کسی ویران گاؤں میں رہوں گا۔ اور غیر آباد زمین کو آباد کر کے بسراوقات کروں گا۔ آپ نے وہاں کے گورنر کو حکم دیا کہ کوئی ویران گاؤں اور بجز زمین تلاش کرو اس نے کہا بھیا کہ اس ملک میں کوئی گاؤں ویران نہیں ہے۔ اور ایک چتہ بجز زمین بھی غیر آباد نہیں ہے۔ یہ سن کر ہرمزان نے کہا اب آپ کو اپنی تحقیقات سے معلوم ہو گیا کہ تمہارا ملک آباد اور خوشحال ہے۔ اب اگر کوئی گاؤں ویران ہو یا زمین غیر آباد ہو تو اس کو اس کی داری آپ پر ہے۔

تربانی کا ذکر ہو رہا تھا۔ فرمایا کہ شروع شروع میں عبدالسلام بکری ذبح ہوئے دیکھے گئے۔ وہ وحش ہو گئے۔ فرمایا جانور پر دم کرنے کا

چہ نزل بود شب جائے کہ من بودم
کاشان نزول

یہ کیا موقعہ ہے۔ وہ جانور جو خدا کی راہ میں ذبح کئے جاتے ہیں۔ وہ تو بہشت میں جاتے ہیں
 بعد السلام نے عرض کیا کہ انسان کے جسم کے اندر داخل ہو کر جیسا کہ آپ نے پہلے فرمایا ہے
 حضرت اقدس نے فرمایا اس طرح بھی اور الگ بھی کیونکہ قربانی کا جانور حدیث شریف
 کے مطابق پل صراط پر سواری بن کر برق رفتاری سے گزر جائے گا۔ فرمایا۔ ان کے بھی دو
 وجود ہوتے ہیں۔ جیسے ”شب جائے کہ من بودم“ میں۔ اس کے بعد دریافت فرمایا کہ ہم نے
 اس غزل کی شان نزول بتائی ہے؛ عرض کیا یاد نہیں ہے۔ فرمایا حضرت محبوب الہیؒ کے
 زمانے میں ایک بزرگ تھے۔ حضرت امیر خسروؒ کے ان کے ساتھ مراسم تھے۔ اور اکثر ملاقاتیں
 ہوا کرتی تھیں۔ ایک روز انہوں نے حضرت امیر خسروؒ سے کہا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم
 کے دربار میں سب اولیائے کرام موجود ہوتے ہیں۔ لیکن آپ کے شیخ کو کبھی نہیں دیکھا اس کی کیا
 وجہ ہے۔ امیر خسروؒ بھلا اس بات کی تاب کہاں لاسکتے تھے۔ فوراً حضرت محبوب الہیؒ کی خدمت
 میں گئے۔ عرض کیا کہ حضور آپ کے متعلق فلاں بزرگ اس طرح کہتے ہیں۔ آپ مسکرائے اور
 فرمایا۔ ان سے کہنا کہ آپ کے ساتھ میں بھی چلتا ہوں۔ ہم دونوں مل کر انہیں تلاش کر لیں گے۔
 میرے شیخ اس مجلس میں ضرور ہوتے ہیں۔ چنانچہ ان بزرگ سے امیر خسروؒ نے یہ بات
 کہی اور اب یہ دونوں حضرات مراتب ہوئے۔ آنکھیں بند کرنے کے بعد پہلے آسمان پر پہنچے
 دیکھا تو دربار لگا ہوا تھا۔ اور حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم مندر پر تشریف فرما تھے۔ اور
 تمام اولیائے کرام گرداگرد بیٹھے تھے۔ انہوں نے کافی دیر ادھر ادھر دیکھا لیکن حضرت محبوب
 الہیؒ کو نہ پایا۔ امیر خسروؒ نے کسی بزرگ سے دریافت کیا ہمارے شیخ کہاں ہیں۔ انہوں
 نے کہا کون تمہارے شیخ۔ انہوں نے کہا حضرت نظام الدین محبوب الہیؒ۔ انہوں نے جواب
 دیا۔ وہ یہاں کہاں وہ تو اوپر ہیں۔ اب یہ حضرات دوسرے آسمان پر پہنچے۔ دیکھا تو یہاں بھی
 ایک مجلس آراستہ ہے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس مجلس میں بھی رونق افروز ہیں۔ اور اس کی
 شان و شوکت بھی پہلی مجلس سے زیادہ ہے۔ لیکن حضرت محبوب الہیؒ کو یہاں بھی نہ پایا۔ پھر
 حضرت امیر خسروؒ نے کسی سے دریافت کیا کہ ہمارے شیخ کہاں ہیں۔ پوچھا گیا کون تمہارے
 شیخ۔ انہوں نے کہا حضرت محبوب الہیؒ۔ جواب ملا وہ یہاں کہاں وہ تو اوپر ہیں۔ اب یہ

تیسرے آسمان پہنچے۔ دیکھا تو وہاں بھی ویسا ہی دربار لگا ہوا ہے۔ لیکن اس دربار کی سچ و سچ سالقہ دربار سے بھی زیادہ تھی۔ حضرت محبوب الہی وہاں بھی نہ ملے۔ غرضیکہ اسی طرح منزلیں طے کرتے ہوئے جب ساتویں آسمان پہنچے تو وہاں دیکھا کہ نہایت عظیم الشان دربار آراستہ ہے صحابہ کرام اور خاص خاص اولیاء اللہ اس دربار میں حاضر ہیں۔ تجلیات اور انوار و برکات کچھلے سب درباروں سے کہیں زیادہ ہیں۔ اور حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نوری مسند پر نہایت حسن و جمال کے ساتھ رونق افروز ہیں۔ وہاں بھی انہوں نے بہت دیکھا لیکن حضرت محبوب الہی کہیں نظر نہ آئے۔ کسی سے دریافت کیا تو انہوں نے بتایا کہ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی پشت مبارک کے پیچھے وہ جو نور کا پردہ لٹکا ہوا ہے اس پر نظر جما کر دیکھو۔ چنانچہ انہوں نے پردہ کو دیکھنا شروع کیا۔ پردہ کا نور بہت تیز تھا۔ کچھ دیر تک دیکھنے کے بعد اس پردے کے پیچھے حضرت محبوب الہی نور کی پوشاک پہنے نہایت حسین و جمیل صورت میں نظر آئے۔ وہاں بات کرنے کی کسی کو مجال نہ تھی۔ حضرت امیر خسروؒ نے اشارہ سے سلام کیا۔ آپ دیکھ کر مسکرائے اور اشارہ سے سلام کا جواب دیا۔ اور اشارہ ہی سے فرمایا کہ اب چلے جاؤ۔ چنانچہ وہ نیچے والے درباروں سے گذرتے ہوئے واپس لوٹے اور مراقبہ سے باہر آئے۔ جب محبوب الہی کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے فرمایا پورا واقعہ بیان کرو کہ کیا کیا دیکھا۔ حضرت امیر خسروؒ تو اپنے شیخ کے قوال تھے سازے کہ بیٹھ گئے اور گانا شروع کیا۔

نمی دانم چه منزل بود شب جائے کہ من بودم
رقیبان گوش بر آواز او در ناز و من ترساں
بدری پیکر نگارے سرو قد لاله رخسارے
خدا خود میر مجلس بود اندر لائکال خسرو

بہر سو نقص سہل بود شب جائے کہ من بودم
سخن گفتن چہ شکل بود شب جائے کہ من بودم
سرایا آنت دل بود شب جائے کہ من بودم
مید شمع محفل بود شب جائے کہ من بودم

اس کے بعد فرمایا کہ ایک ولی اللہ ایک وقت کی عبادت پر موجود ہو سکتے ہیں۔ ان کے لئے یہ آسان ہے۔ اور یہ قر بنی کے جانور جن کا کلا اللہ کے نام پر کاٹا جاتا ہے انسان کے جسم کے ساتھ مل کر بہشت میں جائینگے۔ کیوں کہ جب ان کا گوشت کھایا جاتا ہے تو ان کی روحانیت انسان کی روحانیت میں شامل ہو کر PRESERVE (محموظ) ہو جاتی

ہے۔ چنانچہ گوشت کھانا انسان کے لئے بھی فائدہ مند ہے۔ اور جانور کے لئے بھی۔ اس سے انسان کی روحانیت میں اضافہ ہوتا ہے۔ اور جانور کی روحانیت محفوظ ہو کر ترقی کرتی ہے۔ اور اس کے علاوہ قربانی کے جانور علیحدہ طور پر بہت میں جائیں گے اور وہاں کے بھول کھاتے پھریں گے۔ فرمایا شہدائے کرام نے اللہ کی راہ میں اسی لئے سرکٹائے کہ قربانی کی بدولت بڑی نوازشات ہوتی ہیں۔ جو کچھ اللہ نے دیا انہوں نے سب کچھ اسی کی نذر کر دیا۔ بس سب کچھ ختم کر دیا۔ اپنا کچھ نہ رکھا حتیٰ کہ اپنے نفس کو بھی مٹا دیا۔ اللہ کا دیا ہوا جو کچھ ان کے پاس تھا۔ اللہ ہی کے حضور میں پیش کر دیا۔ پھر ان پر نوازشات کی بارش ہونا شروع ہوئی۔ لیکن یہ یاد رکھنا چاہئے کہ معاوضہ کی خاطر انسان کوئی عمل نہ کرے۔ ہر کام خالصاً لہذا کرے۔ اس کے بعد وہ بادشاہ ہیں۔ خود بخود عطایت فرماتے ہیں۔ اگر کسی شریف اور غیرت مند آدمی کے ساتھ نیکی کی جائے تو وہ خود بخود اس کا بدلہ دیتا ہے۔ اور اللہ تو سب سے زیادہ غیور ہے اور تمام شرافتیں وہاں سے نکلی ہیں وہ کیوں نہ عطا کریں۔ لیکن انسان خلوص نیت سے کام لے اور جو کچھ کرے اسی کی خاطر کوئے معاوضہ کی خاطر کرنے سے شرک لازم آتا ہے اور انسان نہیں جانتا کہ اس نیت سے نیکیاں کرتے ہوئے بھی اپنے ہی نفس کا طوائف کرتا ہے۔

ہر چیز اپنی ضد سے پہچانی جاتی ہے | جس مکان میں حضرت اقدس کا قیام تھا۔

اتفاقاً ایک موقع پر وہاں چوبے زیادہ ہو گئے تھے۔ جو کبھی کبھی سامان کو نقصان پہنچا دیتے تھے۔ ایک دفعہ فرمایا کہ چوبے بھی **POWER-OF-DESTRUCTION** (قوت تخریب)

کا مظہر ہیں۔ اپوزیشن **OPPOSITION** ہنایت ضروری ہے۔ ہر چیز اپنے **OPPOSITE**

(ضد سے پہچانی جاتی ہے۔ اگر رات نہ ہوتی تو دن کو دن کوئی نہ کہتا۔ اسی طرح اگر بد صورت نہ ہوتے تو حسینوں کو کوئی حسین نہ کہتا۔ اب چونکہ وجود کا پہچانا جانا مقصود تھا اس لئے

عدمیت کو پیدا کیا اور عدمیت کے لئے تخریب لازمی ہے۔ احقر نے عرض کیا کہ اس لحاظ سے جنگ کا وجود بھی ضروری ہے۔ فرمایا ہاں ضروری ہے۔ جنگ کو کوئی نہیں روک

سکتا۔ جنگ کا واقع ہونا لازمی ہے۔ اور یہ نوگ جو **FOUR+FREE DOMS** (چار آزادیاں) کا ڈھونگ چار ہے ہیں۔ یہ بھی سب لغو ہے وہ خود **FREE** نہیں ہیں اوروں کو کیا **FREE** (آزاد)

کریں گے۔ فرمایا قیامت EVOLUTIONARY (ارتقائی) ہوگی۔ پچھلی جنگ کافی بڑاؤ کن تھی۔
 لیکن موجودہ جنگ اس سے کہیں زیادہ تباہ کن ہے۔ اسی طرح آئندہ جنگیں زیادہ خوفناک
 ہوں گی۔ صرف حضرت امام مہدی علیہ السلام کے زمانہ میں امن ہوگا۔ کیونکہ آپ میں رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم کی مشابہت ہوگی۔ وہی نام ہوگا اور نام اور باپ کا نام بھی وہی ہوگا۔ ان
 کے زمانہ کے بعد پھر افراتفری مچ جائے گی۔ بیت اللہ جانے کے راستے بند ہو جائیں گے۔
 صرف ایک مسلمان تمام روئے زمین پر رہ جائے گا۔ اور وہ صرف کلمہ طیبہ جانتا ہوگا۔ اور
 قطب وقت ہوگا۔ جب ان کا انتقال ہوگا تو قیامت آجائے گی۔

۸ دسمبر ۱۹۲۳ء - بھاولپور

ہندوستان چشتیوں کا ورثہ ہے

آج نماز عید کا ذکر ہو رہا تھا۔ دوران گفتگو میں آپ نے

فرمایا۔ مدینہ منورہ کے بعد ہجیر شریف میں سب سے بڑا اجتماع ہوتا ہے چونکہ حضرت خواجہ
 غریب نواز نائب الرسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اس لیے یہاں بھی وہی رنگ ہوتا ہے۔ اور
 عارف لوگ وہی خوشبو یہاں بھی محسوس کرتے ہیں۔ اس کے بعد فرمایا کہ ہندوستان پرانا قلعہ
 کا بہت کرم ہے کہ حضرت خواجہ غریب نواز کو یہاں بھیج دیا ہے۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم
 بھی ہندوستان پر بہت مہربان ہیں۔ ایک دفعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے مجھے
 نبیت کی خوشبو آتی ہے۔ اس وقت آپ اس طرح تشریف فرما تھے کہ ہندوستان آپ کے
 یمن (دائیں) جانب تھا۔ لیکن اب یمن کے باشندے کہتے ہیں کہ میں نے کراؤنگہ میں
 لیکن خرفا کے نزدیک میں۔ سے مراد ہندوستان ہے۔ فرمایا میں نے ہندوستان کو نبوت کی خوشبو
 چشتیت کھریا ہے۔ حضرت خواجہ غریب نواز کو تو ہندوستان اپنے ہر گوشے پر ہندوستان
 ملا ہے۔ حضرت خواجہ ابو محمد محترم چشتی تھے۔ سلطان محمود غزنوی کے حکم سے
 لائے اور سومانہ کو فتح کرایا۔ سومانہ کی فتح کے بعد سومانہ کے حکم سے ہندوستان
 گویا حضرت ابو محمد محترم چشتی تھے ہندوستان سیمانوں و ملائیم سے ہندوستان کو ہندوستان
 کے تصرف سے شہب الدین غوری نے پتھوری راج کو شکست دی۔
 اولیاء اللہ کو ان کی جگہ سے کوئی نہیں ہٹا سکتا۔ اس لیے ہندوستان کو ہندوستان

بیٹھ جائے۔ اس کو کوئی نہیں اٹھا سکتا۔ حضرت غریب نوازؒ نے جب اجمیر میں قیام فرمایا۔ تو پرتھوی راج نے بہت کوشش کی کہ آپ قنوج چلے جائیں۔ لیکن غریب نوازؒ یہی فرماتے تھے کہ پھینے والے سے کہو۔

حیدرآباد میں ایک دفعہ ایک رفاہی بزرگ ایک ہندو کے باغ میں جا کر بیٹھ گئے۔ وہ ہندو بہت متعصب تھا۔ اور کسی مسلمان کو اپنے باغ کے اندر نہ گھسنے دیتا تھا۔ اس باغ کے اندر ایک بنگلہ تھا۔ جس کے اندر وہ رہتا تھا۔ اس نے بہت کوشش کی کہ ان کو نکال دیا جائے لیکن وہ ڈٹ کے بیٹھے رہے۔ پولیس کو بلا یا لیکن کوئی ان کو وہاں سے نہ نکال سکا وہ اسی باغ میں رہے۔ حتیٰ کہ وہیں ان کا وصال ہوا۔ اور اسی باغ کے اندر دفن ہوئے۔ آج تک ان کا مزار وہاں موجود ہے۔ یہ انہی کا مزار ہے۔ جس کے گرد بکروں کو سات چکر دے کر جب باہر لا۔ تو وہ فوراً گردن چھری کے نیچے رکھ دیتے ہیں۔ فرمایا اسی طرح جو اونٹ کہ لوگ ذبح کے واسطے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لاتے تھے وہ فوراً گردن جھکا کر سامنے آتے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کی گردن میں نیزہ مارتے۔

ایک اور مجذوبہ لپونہ (بہٹی) میں شاہراہ پر بیٹھ گئیں۔ حکومت نے اٹھانے کی بہت کوشش کی لیکن وہ نہ اٹھیں۔ اس کے بعد کسی نے اوپر چھپر ڈال دیا۔ ان کا وصال بھی چھپر کے نیچے ہوا اور اب وہاں ان کا مزار موجود ہے۔

اس کے بعد فرمایا کہ ہندوستان میں سماع کی بنیاد حضرت قاضی حمید الدین ناگوریؒ نے ڈالی ہے۔ اور پھر اس کو سنوارا ہے حضرت امیر خسروؒ نے۔ حضرت قاضی صاحب رحمہ کے بعد حضرت امیر خسروؒ نے سماع کو ترتیب دیا۔ اور بہت سی نئی چیزیں ایجاد کیں۔ اس کے بعد حضرت نے فرمایا۔ کل نہیں پرسوں حضرت امیر خسروؒ کا ایجاد کیا ہوا ایک راگ "MALIGORA" مالی گورا ریڈیو پر سنایا جائے گا اس کے بعد فرمایا کہ فرشتے آکر حضرت محبوب الہی کو آسمانی ترانے سنایا کرتے تھے۔ اور حضرت امیر خسروؒ نے یاد کر لیا کرتے تھے۔ ٹیگور کے باپ نے ایک کتاب لکھی ہے جس کا نام "DECCAN AND UPPER INDIA MUSIC" ہے۔ اس کتاب میں اس نے لکھا ہے کہ مسلمانوں نے

ہندوستانی موسیقی کو ترقی دے کر اس کی شان و شوکت کو دو بالا کر دیا ہے۔

اس کے بعد فرمایا کہ ایک دفعہ جنوبی ہندوستان کا ایک گویا دیہی میں آیا۔ اور شکایت کی کہ مسلمانوں نے ہندوستانی موسیقی کو خراب کر دیا ہے۔ حضرت امیر خسرو رحلے ان کا گانا سننے کا انتظام کیا اور خود چھپ کر پردے کے پیچھے سنتے رہے۔ جب وہ ختم کر چکا تو آپ مجلس میں آگئے۔ اور پہلے اس گویے کا گایا ہوا گانا سنایا اور پھر انہی چیزیں سنائیں یہ دیکھ کر وہ گویا دنگ رہ گیا اور اس نے اعتراف کیا کہ واقعی مسلمانوں نے ہندوستانی موسیقی کو چاہا چاند لگا دیتے ہیں۔

اس کے بعد فرمایا کہ روایات سے ثابت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی کئی دفعہ سماع سنا ہے۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما۔ حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ۔ حضرت امام مالک رحمہ اللہ نے بھی سماع سنا ہے۔

اس کے بعد بزرخ کا ذکر ہونے لگا۔ احقر نے عرض کیا ہمارے بزرخ شیخ کی ضرورت | پڑوس میں ایک شخص رہتا ہے۔ جس کا نام حاجی موسیٰ ہے۔ بڑھاپا آدمی ہے۔ لیکن عہد جوانی سے وہ کثرت سے اسم اللہ کا ذکر کرتا ہے۔ اور اس سے وہ کبھی کبھی بیہوش ہو جاتا ہے۔ آپ نے فرمایا اگر ایک گوشت کا ٹکڑا انکاروں پر رکھا جائے تو فوراً جل بھن جائے گا۔ لیکن اگر اسے ہانڈی اور پانی کے بزرخ میں ڈال دیا جائے اور وہ ہانڈی انہیں انکاروں پر رکھی جائے تو وہ گوشت جلنے سے بچے گا۔ اور اچھی طرح پک جائے گا۔ فرمایا شیخ بمنزلہ بزرخ کے ہے۔ جب تک طالب بزرخ شیخ سے محروم ہے۔ اس کی کیفیت رہے گی۔ وہ ترقی نہیں کر سکے گا۔ اگر شیخ کے ساتھ صحیح نسبت پیدا ہو جائے تو خود بخود ترقی شروع ہو جاتی ہے۔ ہمارے مولانا صاحب نے فرمایا کہ جب ایک آدمی کشتی میں سوار ہو کر دریا کی چلتی رہتی ہے۔ اور بیٹھے بیٹھے اس کی منزلیں طے ہوتی چلی جاتی ہیں۔ اگر وہ کشتی کے ساتھ کہ کشتی میں کہیں کنارے پر نہ بیٹھے اور نہ ہی دریا کے ساتھ چہیز چھاڑ لے۔ شیخ کشتی کی مانند ہے۔ جیسے جیسے کشتی آگے بڑھے گی۔ مریا کی منزلیں ہی خود بخود طے ہوتی جائیں گی۔

رات کو کنگھی کرنے کی برکت | ایک دفعہ فرمایا کہ رات کے وقت کنگھی کرنے سے قرض

سے نجات ملتی ہے۔ ایک دفعہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم رات کے وقت کنگھی کر رہے تھے حضرت بی بی عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے دریافت کیا کہ کہیں جانا ہے۔ فرمایا نہیں رات کو کنگھی کرنے سے قرض ادا ہوتا ہے۔ انہوں نے عرض کیا کہ آپ پر کس کا قرضہ ہے۔ فرمایا تمہارا حق المہر ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ آپ تکلیف نہ کیجئے میں نے معاف کر دیا۔ آپ نے فرمایا کہ کنگھی کرنے کی برکت دیکھ لی۔ میرے کنگھی کرنے سے تمہارا قرض ادا ہو گیا ہے۔

ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے۔ **عَارِفٌ أَوْ غَيْرِ عَارِفٍ مِّنْ بَارِكٍ فَرَقٌ** | **لَيْسَ بَعْدَ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ**

اس کا مطلب یہ ہے کہ جو کچھ کائنات میں ہے سب اللہ کا ذکر کرتے ہیں۔ "أَيُّهَا لَكَ لَعْبُدٌ" کا مطلب بھی یہی ہے یعنی تم تیری ہی عبادت کرتے ہیں۔ لفظ ہم میں حضرت انسان نہیں بلکہ تمام کائنات شامل ہے۔ اور ایک موقع پر ہے۔ "لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ الْمَلِكُ الْحَيُّ الْقَيُّومُ" یعنی کائنات کی ہر ایک چیز اللہ کے لئے سجدہ کرتی ہے۔ اس کے بعد احقر نے عرض کیا کہ ہر چیز "CONSCIOUSLY" (جان بوجھ کر) یا "UNCONSCIOUSLY" (بے سوجھ

سمجھے) اللہ کی تسبیح بیان کرتی ہے۔ فرمایا تمام کائنات "CONSCIOUSLY" (یعنی جانتے ہوئے) تسبیح کرتی ہے۔ صرف انسان غافل ہو جاتا ہے۔ اور درحقیقت وہ بھی تسبیح کرتا ہے لیکن عقول کی وجہ سے نہیں جانتا کہ کر رہا ہے۔ فرمایا ہر شخص پرستش کر رہا ہے۔ کوئی خدا کی اور کوئی بتوں کی اور کوئی اپنے نفس کی لیکن چونکہ اہتمام و نفوس بھی منطہ ہر ذات میں۔ اس لئے انسان جو کام کرتا ہے۔ ذات سے باہر نہیں جاتا۔ اور اسی لحاظ سے وہ جو کچھ بھی کرتا ہے۔ "UNCONSCIOUSLY" ذات حق میں مشغول ہے لیکن اسے اس کا علم نہیں ہے۔ اگر اسی بات کا افسوس ہے تو بس یہی عرفان ہے۔ عرفان بمعنی جان لینا۔ احقر نے عرض کیا کہ اس سے معلوم ہوا کہ عارف اور غیر عارف میں بہت باریک فرق ہے۔ فرمایا ہاں دوزخ اور بہشت کے درمیان ایک قدم کا فرق ہے۔ اور کفر و ایمان کا فرق بال برابر ہے۔ عرفان کے درجے کے مطابق ہر ایک شخص کا فریامومن ہوتا ہے۔ فرمایا ایل صراط تلوار سے تیز اور بال سے باریک ہے۔ اور اس کے ایک طرف بہشت ہے اور دوسری طرف دوزخ۔ اس کے بعد فرمایا

کہ انسان اپنی عقل کی وجہ سے حجاب میں ہے۔ عقل بہت بڑا حجاب ہے۔ حضرت محمد الدین ابن
العربی رحم فرماتے ہیں کہ جانوروں کو قبرستان میں کشت ہوتا ہے۔ اسی طرح دنیا سے کوئی کشت ہوتا
ہوتا ہے۔ لیکن جیسے ہی اسے یہ بات دوسروں کو COMMUNICATE (متقل) کر سنے کی
صلاحیت ہو جاتی ہے۔ وہ بات جاتی رہتی ہے۔ فرمایا اگر معرفت حاصل کرنا چاہو تو جانوروں کو ترجیح
ہو جاؤ۔ وہی PASSIVE (استغراق) اس کے بعد سب کچھ منکشف ہو جائے گا۔ اعتراف نے عرض
کیا یہ سب جھگڑا عقل کا ہے۔ فرمایا ہاں عقل ناقص کا جو اس دنیا سے تعلق رکھتی ہے۔ ورنہ عقل
کامل بہت بڑی چیز ہے۔ وہ لوگوں پر سے بستی ہے۔ اسی مضمون پر ایک اور موقع پر اشارہ فرمایا کہ
"رَاهِدْنَا الْبَصْرَ الْمُسْتَقِيمَ" یعنی اسے اللہ میں سیدھی راہ دکھاؤ۔ اس کے بعد حیرانانہ
انگمت علیہم کی کیا ضرورت تھی۔ جب صراط مستقیم کے لئے، نامائیک کی تواریک اور
فرمایا اس کی وجہ یہ ہے کہ چونکہ ہر چیز مظہر ذات ہے۔ اس لئے جو شخص کسی کام میں مشغول ہے۔
در حقیقت ذات میں مشغول ہے۔ لہذا صراط المستقیم پر اکتفا نہیں کر سکتا۔ بلکہ آگے بڑھی کر آیا ہے
کہ ان لوگوں کا راستہ دکھا۔ جن پر تو نے انعامات و اکامالات کئے ہیں اور یہ وہی مشغول ہے۔

رمضان المبارک ۱۴۶۲ھ مطابق گشتہ سال

رمضان شریف کی کیفیات

ایک روز ارشاد فرمایا: رمضان شریف میں سب سے بڑی نعمت
وقت عصر اور مغرب کے درمیان ہے اور سب سے بلیکھن وقت کہنا چاہئے ہے اور سب سے
تمام دن کے انوار اور کیفیات کے بعد کھانا کھانا ایسا ہوتا ہے۔ جیسے کوئی جگہ کے پیر اور
وے۔ فرمایا لوگ تو اس لئے تراویح پڑھنے میں جلدی کرتے ہیں کہ نارتھ ہو کر بند ہو جائے اور
تو جاگنے کے بہانے ڈھونڈتے ہیں۔ فرمایا ہم تو ہمیشہ تراویح کے بعد نارتھ ہو کر بند ہو جاتے ہیں
خیال کرتے ہیں کہ ہم سو رہے ہیں۔ بس نسب کو ایک طرف لگا کر لیتے ہیں۔ اس لئے
ہو جاتی ہے۔ کتاب پڑھنے سے اس لئے نیند آتی ہے کہ اس لئے نیند آتی ہے۔ اس لئے
طرح ذکر کے ساتھ کیسوی حاصل کر کے قلب اللہ میں مشغول ہو جائے۔ اس لئے نیند آتی ہے۔
لیکن یہ نیند۔ نیند نہیں ہوتی۔

مشر بنار کلمہ طیبہ کی برکات | اس کے بعد فرمایا کہ یہ نیند نہیں ہوتی۔ اس لئے نیند آتی ہے۔

جس کسی کے نامہ اعمال میں ہوگا وہ دوزخ سے مامون رہے گا۔ تم آج سے پانچ روز تک سوا لاکھ بار کلمہ طیبہ پڑھ لو۔ جس دل میں یہی خیال رہے کہ اللہ کے سوا کوئی موجود نہیں نہ آسمان ہے نہ زمین سب کچھ وہی ہے۔ فرمایا اس کے بہت فائدے ہیں۔ حضرت ابو الحسن نورانیؒ کے ایک مرید ایک دفعہ مراقب تھے۔ جب وہ مراقبہ سے فارغ ہوئے تو رونے لگے۔ جب حضرت ابو الحسنؒ نے رونے کا سبب دریافت فرمایا۔ تو انہوں نے کہا کہ میں نے کشف میں دیکھا کہ میری والدہ دوزخ میں ہے۔ یہ سنتے ہی ان کے شیخ نے ستر ہزار کلمہ طیبہ جو انہوں نے پہلے پڑھ رکھا تھا کا ثواب ان کی والدہ کی روح کو بخشا اس کے بعد وہ مرید کچھ مراقب ہوئے اور منہنے لگے۔ دریافت کرنے پر بتایا کہ ان کی والدہ دوزخ سے نکال کر بہشت میں داخل کر دی گئی۔ یہ سن کر حضرت ابو الحسن نورانیؒ نے فرمایا کہ تمہارے کشف سے حدیث کی تصدیق ہو گئی۔ اور حدیث شریف سے تمہارے کشف کی تصدیق ہوئی۔ اس کے بعد حضرت اقدس نے فرمایا کہ ستر ہزار کلمہ طیبہ پڑھنے کا یہ ادنیٰ فائدہ ہے۔ اس کے علاوہ اور بے شمار فائدے ہیں۔ اس سے ایمان کی بنیاد مضبوط ہوتی ہے۔

وتروں کے بعد حافظ صاحب سے فرمایا کہ ہمارے ہاں یہ دستور ہے کہ وتروں کی پہلی رکعت میں سورہ اذاجاء دوسری میں تبت یدنا اور تیسری میں سورہ اخلاص پڑھا جاتا ہے۔ اس کے ویسے تو بشمار فائدے ہیں۔ مختصراً تین فائدے یہ ہیں کہ اس طریقہ سے پڑھنے والے کو ایک دن نبل نہیں نکلتا دوسرے دن توں میں درد نہیں ہوتا۔ تیسرے خطرات اور وساوس کم آتے ہیں۔

شب ۹۔ رمضان شریف ۱۳۸۶ھ

مسلمانوں پر عذاب نازل نہ ہونے کی وجہ

ہو رہا تھا۔ ریاض میاں نے کہا کہ وہاں کے خدام چادر چڑھاتے وقت قوالوں کو نہیں آنے دیتے یہ سن کر حضرت اقدس رحمہم خفا ہوئے اور فرمایا کہ یہاں کے لوگ بہت خراب ہیں اب وہ روٹی کاموں میں بھی دخل دینے لگے۔ بات بات پر پیسہ طلب کرتے ہیں۔ اگر اس کو اس طرح ردا رکھا گیا تو آگے چل کر نماز پڑھنے کے لئے پیسہ طلب کریں گے اور مسجدوں کے داخلہ پر بھی ٹکٹ لگا دیں گے۔ اگلے انبیاء علیہم السلام کی امتوں میں صرف ایک عیب ہوتا تھا جس کی وجہ

سے برباد ہو گئیں۔ حضرت ہود علیہ السلام کی امت میں یہ عیب تھا کہ تول میں دھوکا دیتے تھے۔ لینے کے اوزان اور۔ اور دینے کے اوزان اور تھے جس کی وجہ سے وہ تباہ ہو گئے۔ حضرت اوطا علیہ السلام کی امت میں بھی ایک عیب تھا۔ جو ان کی تباہی کا باعث ہوا۔ لیکن ہم لوگوں میں وہ سب عیب جمع ہیں یہ سرور کائنات کی شان ہے کہ باوجود ان سب گناہوں کے عذاب نازل نہیں ہوتا۔ یہ سن کر احقر کے دل میں خیال ہوا کہ جنگ وغیرہ کی صورت میں تو عذاب نازل ہو رہے ہیں۔ یہ خیال آتے ہی حضرت نے فرمایا کہ اس نوعیت کا عذاب نازل نہیں ہوتا کہ ایک دم صفحہ بھرتی سے مٹا دے۔ ویسے تو عذاب اور مصیبتیں بہت ہیں۔ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت ہے کہ ہمہ گیر اور تباہ کن عذاب نازل نہیں ہوتا۔ کفار مکہ کہا کرتے تھے کہ اگر آپ سچے نبی ہوتے تو ہم پر عذاب کیوں نازل نہیں ہوتا اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں فرمایا ہے کہ اے نبی ان سے کہہ دو کہ عذاب اس لئے ہم نازل نہیں کرتے کہ آپ ان کے درمیان میں ہیں۔ فرمایا حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم حیات النبی میں۔ اب بھی ہمارے درمیان موجود ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ عذاب نازل نہیں ہوتا اور نہ ہمارے اعمال ویسے ہی ہیں۔ اس کے بعد ریاض میاں نے عرس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ خیر جس کا کام ہے وہی کریں گے۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ صاحب مزار اپنے عرس کے لئے قوالوں کا خود بند و بست کر لیں گے۔ اس پر حضور اقدس ﷺ نے سختی سے فرمایا کہ نہیں یہ ان کا کام نہیں ہے۔ یہ کہنا بالکل جہالت ہے۔ کہ ان کو ان چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے اور وہ خود اہتمام کر لیتے ہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ ہم کو ان باتوں کی ضرورت ہے۔ چادر جو چڑھائی جاتی ہے اس کا یہ مطلب نہیں کہ اس کے بغیر ان کو نمونہ ہو جائے گا۔ اور مقبرہ وغیرہ جی ان کے لئے نہیں بنایا جاتا۔ مقبرہ اس لئے بنایا جاتا ہے کہ اچھا اور مضبوط مکان ہو جہاں ہم لوگ جمع ہو کر عرس کے قوالوں کی بھی ہم کو ضرورت ہے۔ وہ تو اپنا کام کر چکے۔ وہ جب چاہتے ہیں تو اپنے قوالوں کو لے لیتے ہیں۔ ان کو تمہارے قوالوں کی کیا ضرورت۔ بہت سے علماء کرام کے مزارات ضلعوں میں ہیں۔ یاد ریاض اور ندوئوں کے کنارے پر ہیں۔ وہاں کون جا کر ان کو قوالی سنا کر کہے ان کو اس قوالی کی ضرورت نہیں ہے۔ فرمایا یہاں کے لوگ بہت فراسا ہیں۔ بس وہ یہاں لبریز کر رہے ہیں۔ اور رسی کو ڈھیل دی جا رہی ہے۔ ان کا خیال ہے کہ بڑے کام ہی کر رہے

اور آخرت میں بھی بچ جائیں گے۔ یہ دونوں باتیں کس طرح جمع ہو سکتی ہیں۔ جو شکہ یا کھائے گا وہ مر جائے گا۔ فرمایا ہم تو اپنی رات شراب نہیں کریں گے ہم پرسوں عرس پر جائیں گے۔

۵۔ رمضان شریف ۱۲۳۲ھ

جناب گاندھی ملاقات

آج بعد نماز جمعہ حضرت اقدسؒ ارکائی والاں درگاہ شریف

میں تشریف فرما تھے۔ عبدالقیوم صاحب اور ان کے ساتھ ایک اور آدمی موجود تھے۔ جو سیاسیات ہند میں دلچسپی سے رہتے تھے۔ مسرور شاہ بھی موجود تھے۔ یہ ذکر ہو رہا تھا کہ کل بڑے معرکے کا دن ہے۔ جناب گاندھی ملاقات ہے۔ حضرت اقدسؒ نے فرمایا کہ کل صرت گاندھی اور جناب کے درمیان فیصلہ نہیں ہونا ہے۔ بلکہ پورے ہندوستان کی قسمت کا فیصلہ ہوتا ہے۔ اس کے بعد فرمایا کہ کیا ہندوؤں اور مسلمانوں نے یہ بھی سوچ رکھا ہے کہ اگر گورنمنٹ نے ان کا فیصلہ منظور نہ کیا تو کیا کریں گے۔ ان کو چاہئے کہ ابھی سے یہ کہہ دیجئے کہ تم ہمیں فیصلہ کرتے ہیں اگر گورنمنٹ نے اسے منظور نہ کیا تو ہم بغاوت کر دیں گے۔ اس سے گورنمنٹ کبھی فیصلہ رد نہ کرتی۔ اس کے بعد فرمایا کہ ہندو اکثر ہیں مسلمانوں کو دھوکا دیں گے۔ غدار کے وقت بھی یہی کیا۔ اور تحریک خلافت کے وقت بھی یہی کیا۔ مسلمانوں کو آمادہ کر کے آگے کر دیا اور خود پیچھے چھٹا گئے۔ فرمایا اب بھی اگر مسلمان یہ کہیں کہ ہم پاکستان نہیں لیتے اور ہم اترار کرتے ہیں کہ انگریزوں کے چلے جانے کے بعد تم ہمارے اوپر حکومت کرنا صرف ایک بات مان لو وہ یہ کہ ہم اور تم اکٹھے ہو کر انگریزوں کو باہر نکال دیں تو یہ بات بھی ہندو نہیں مانیں گے کیونکہ ہندو جانتے ہیں کہ انگریزوں کے چلے جانے کے بعد مسلمان فوراً حکومت چھین لیں گے۔ ہندو نہیں چاہتے کہ انگریز چلے جائیں۔ وہ یہ چاہتے ہیں کہ ان کی حفاظت میں رہ کر مسلمانوں پر حکومت کریں۔ دوسرے آدمی نے عرض کیا۔ خیر خدا کرے کچھ ہو جائے اور ہم اپنی آنکھوں سے مسلمانوں کی ترقی دیکھ لیں۔ فرمایا مرنے کے بعد بھی دیکھ سکتے ہیں فرق صرف اتنا ہے کہ مرنے کے بعد ان امور میں حصہ نہیں لے سکتے۔ انہوں نے پھر عرض کیا کہ خدا کرے جاری زندگی میں کچھ واقع ہو جائے۔ فرمایا خدا کیوں کرے وہ تو مالک ہے جو چاہے گا کرے گا۔ اس کو کیا ضرورت کہ اپنی مرضی چھوڑ کر ہماری تابعداری کرے۔

حاضرین میں سے کسی نے کہا کہ دنیا تباہی کی طرف جا رہی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ دنیا ہے ہی تباہ ہونے کے لئے۔ اور کس واسطے بنائی گئی ہے۔ لیکن ہم کو اس کے ساتھ تباہ نہیں ہونا چاہئے۔ اس میں الجھ کر ہم کو غرق نہیں ہو جانا چاہئے۔ بلکہ اس سے الگ تھلگ رہ کر تباہی سے بچنے کی کوشش کرنی چاہئے۔

حاضرین میں سے کسی نے کہا کہ آخر کوئی امید ہے بھی۔ فرمایا ہاں۔

مسلمانوں کی نجات | اگر مسلمان قربانیاں دیں تو مقصد حاصل کر سکتے ہیں۔ لیکن ان کو یہ اچھی طرح سمجھ لینا چاہئے کہ ہندوؤں اور انگریزوں کا بیک وقت مقابلہ کرنے کے لئے تیار ہو جائیں۔ اس کے علاوہ کوئی صورت نہیں ہے۔ فرمایا فرض کرو جناح اور گاندھی میں صلح ہو جائے تو اس سے زیادہ سے زیادہ یہ ہوگا کہ مسلمان لیڈروں اور ہندو لیڈروں میں اتفاق ہو جائے گا۔ لیکن یہ جوگلی کوچوں میں ہندو مسلم فساد ہو رہے ہیں یہ کہاں جائیں گے بس علاج یہی ہے۔ کہ مسلمان بڑی سے بڑی قربانیاں دینے کے لئے تیار ہو جائیں جب تک دونوں کا بیک وقت مقابلہ نہیں کریں گے۔ مقصد حاصل نہیں ہوگا۔ اس آدمی نے کہا اس بات کا پروپیگنڈا کرنا چاہئے۔ اور مسلمانوں کی اصلاح کرنی چاہئے۔ حضور اقدس رح نے فرمایا کہ دوسروں کی اصلاح سے پہلے اپنی اصلاح ضروری ہے۔ جب تک اپنی اصلاح نہیں ہوتی۔ دوسروں کی اصلاح ناممکن ہے۔ اور یہ بہت آسان کام ہے۔ ہر شخص اپنے آپ کو درست کر لے ساری قوم خود بخود درست ہو جائے گی۔ اس کے بعد فرمایا کہ دراصل صحیح جذبہ کی ضرورت ہے۔ اس وقت تو لوگ اس لئے پاکستان چاہتے ہیں کہ اپنی حکومت ہو جائے۔ گورنر بنیں گے۔ وزیر بنیں گے اور کوٹھیوں میں رہیں گے۔ لیکن یہ غلط ہے۔ صحیح جذبہ یہ ہے کہ سب کام اللہ کی خاطر کریں۔ ہر کام میں للہیت ہونی چاہئے۔ جب تک للہیت نہ ہوگی کامیابی ناممکن ہے۔

۱۱ ستمبر ۱۹۴۳ء

سیف قاطع اور جنگ | آج ارشاد فرمایا کہ دشمن کے شر سے بچنے کے لئے دماغی سیف قاطع بہت ضروری ہے۔ اس کے بعد جنگ کے متعلق گفتگو ہونے لگی۔ ارشاد فرمایا کہ لوگوں کا خیال ہے۔ بس اب جنگ ختم ہوگئی۔ اور تمام مصیبتوں کا خاتمہ ہو گیا۔ لیکن ابھی خاتمہ نہیں ہوا۔

اس کے بعد احقر نے عرض کیا کہ حضرت خواجہ عثمان مارونیؒ کے ملفوظات ظہور قیامت

میں بھی ہندوستان کے متعلق پیش گوئی ہے۔ فرمایا ہاں اور شاہ نعمت اللہ کشمیری نے بھی پیشین گوئی کی ہے۔ اسلام کا غلبہ ہوگا۔ لیکن بہت تکالیف کے بعد۔ ہر ایک چیز کو موقعہ دیا جاتا ہے۔ اور ہر کام کے لئے وقت مقرر ہے۔ ایک وقت ایسا آئے گا کہ باطل نیست نابود ہو جائے گا۔ اور تمام دنیا میں اسلام پھیل جائے گا۔ اس کے بعد کھپڑتلمت کا دور شروع ہوگا۔ یہاں تک کہ صرف ایک مسلمان باقی رہ جائے گا۔ وہ چین میں ہوگا۔ صرف کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ محمد الرسول اللہ جانتا ہوگا۔ لیکن ہوگا قطب وقت۔ دنیا میں قطب کا ہونا ضروری ہے۔ اور چونکہ وہی ایک مسلمان ہوگا۔ اس لئے وہ قطب ہوگا۔ اس کے مرنے کے بعد چالیس برس کفر ہی کفر رہے گا۔ اور چالیس برس کے بعد قیامت آجائے گی۔ اس سے ظاہر ہے کہ قیامت کفار پر آئے گی۔ مسلمانوں پر نہیں آئے گی۔

اس کے بعد فرمایا کہ انسان موت کے بعد برزخ میں بھی ترقی کرتا رہتا ہے۔ یہ مولوی صاحبان کہتے ہیں کہ ترقی کے دروازے بند ہو جاتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جو زمین آدمی دنیا میں حاصل کر لیتا ہے اور جو بنیاد پانے لئے کھڑی کر لیتا ہے۔ اس میں اضافہ ہونا بند ہو جاتا ہے۔ لیکن اسی بنیاد پر اوپر کی جانب ترقی ہوتی رہتی ہے۔ وہ ترقی اور نوعیت کی ہوتی ہے۔

فرمایا جب قیامت آئے گی تو ہزار سال کا ایک دن ہوگا۔ لیکن عاشقوں کو کچھ پروا نہ ہوگی۔ وہ نہایت مزہ سے

صحت عمل سے بڑھ کر ہے۔ عوش کے سایہ کے نیچے بیٹھے ہوئے تماشہ دیکھتے رہیں گے۔ اس کے بعد بہشت میں دیدار الہی ہوگا۔ اور بہشت میں وہ ظاہری چیزیں بھی ہوں گی۔ جن کا وعدہ ہے۔ انسان کو چاہئے عاشق ہو جائے صحیح اسلام عشق الہی کا نام ہے۔ قرآن شریف میں مومن کے متعلق اَشْدَّ حُبًّا لِلّٰہِ کہا گیا ہے مومن وہ ہے۔ جس کو اللہ سے شدت کے ساتھ محبت ہو اور شدت محبت کا نام عشق ہے اور یہ چیز عاشقوں کی صحبت سے حاصل ہوتی ہے۔ فرمایا پشاور میں ایک صاحب تھے وہ ہمیشہ کہا کرتے تھے کہ یہ جو پیر صاحبان صحبت صحبت کہتے پھرتے ہیں۔ سب بے معنی ہے۔ صل چیز

عمل ہے۔ ایک دن وہ ہمارے پاس آئے۔ اور لوگ بھی موجود تھے۔ ہم نے ان سے پوچھا کہ مولوی صاحب کوئی ایسا عمل بتائیے جس کے کرنے سے آدمی صحابہ کرام کا سا مرتبہ حاصل کرے انہوں نے کہا ایسا کوئی عمل نہیں ہے۔ ان کو تو صحبت بنوی حاصل تھی۔ پھر ہم نے دریافت کیا کہ کوئی ایسا عمل ہے جس کے کرنے سے تابعین کا مرتبہ مل جائے۔ انہوں نے کہا نہیں یہ شرف ان کو صحابہ کرام کے ساتھ رہنے سے حاصل ہوا۔ ہم نے کہا اچھا کوئی ایسا عمل بتائیے جس سے تبع تابعین کا سا مرتبہ حاصل ہو جائے۔ انہوں نے کہا ان کو تابعین کی صحبت حاصل تھی۔ اس پر ہم نے کہا کہ پھر تم کیا عمل عمل کہتے پھرتے ہو۔ جب تم خود ملتے ہو کہ ایسا کوئی عمل نہیں ہے جس سے صحابہ کرام۔ تابعین اور تبع تابعین کا مرتبہ حاصل ہو جائے اور یہ بھی مانتے ہو جو کچھ ان کو حاصل ہوا صحبت سے حاصل ہوا۔ پھر صحبت کے خلاف کیوں زہر اگلتے پھرتے ہو۔

۲۴۔ رمضان شریف ۱۳۶۳ھ

موت کو قریب سمجھنا چاہئے

آج شب بعد فراغت تراویح فرمایا کہ اب کی مرتبہ چار کام کی راتیں جمع ہو گئی ہیں۔ شب ۲۴ جس میں معوذتین (سورہ فلق۔ سورہ ناس) پڑھے جاتے ہیں۔ پھر پچیسویں کی شب۔ شب طاق ہے۔ چھبیسویں کی شب۔ شب جمعہ ہے۔ اور اس کے بعد ستائیسویں کی شب ہے۔ جو جاگنے کی رات ہے۔ اگر زندگی باقی ہے تو اگلے سال پھر رمضان شریف کی برکات حاصل کریں گے۔ اس کے بعد موت کا ذکر ہونے لگا۔ فرمایا ایک نعرہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی صحابی سے دریافت فرمایا۔ تم کو موت کس قدر قریب معلوم ہوتی ہے انہوں نے عرض کیا کہ جب میں ایک نماز پڑھ لیتا ہوں تو خیال ہوتا ہے کہ دوسری نماز نصیب ہوگی یا نہیں۔ اس پر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے۔ جب میں ایک سلام پھیر لیتا ہوں تو خیال ہوتا ہے کہ دوسرا سلام میرے پاؤں کا یا نہیں۔ اس کے بعد حضرت اقدس رحم نے فرمایا۔ کہ ہر انسان کو اس کی موت کی طرف اشارہ ہوتا ہے۔ اسی قدر موت زیادہ قریب معلوم ہوتی ہے۔ اور جو لوگ شیطان کے قبضہ میں جکڑے ہوئے ہوتے ہیں۔ وہ موت کو محض ایک خیال سمجھتے ہیں۔ اور صرف عادتاً کہتے ہیں کہ مریں گے۔ لیکن اپنی عمر کو بہت لمبا سمجھتے ہیں۔ اور یہ نہیں جانتے کہ چلتے چلتے ٹھوکر لگی

اور ختم۔ یا گاڑی میں بیٹھے بیٹھے اکسیڈنٹ ہوا اور ختم۔ یا گھر بیٹھے دل کی حرکت بند ہو گئی۔ اور بس گئے۔ فرمایا جس مشین کے جتنے پُرزے کم ہوتے ہیں وہ زیادہ دیر چلتی ہے لیکن وہ مشین جس کے پُرزے بے شمار نازک اور COMPLICATED (بچیدہ) ہوتے ہیں وہ ذرا بگڑی اور گئی۔ والد مرحوم فرمایا کرتے تھے کہ انسان کی مشین میں اس قدر چھوٹے چھوٹے اوز نازک پُرزے ہیں کہ انسان کا مر جانا اتنا حیرت انگیز نہیں جتنا اس کا زندہ رہنا ہے۔

روحانی فیضان

اور جسمانی بیماری

رمضان شریف کی شبوں میں سے ایک شب بعد تراویح احقر سے دریافت فرمایا کہ تمہارے کان کا کیا حال ہے۔ عرض کیا کہ اب ٹھیک ہے۔ فرمایا تم شہید اللہ اور فاروق سب یہاں آکر بیمار ہو جاتے ہو۔ اس کی کیا وجہ ہے۔ عرض کیا حضور معلوم نہیں۔ فرمایا یہ بخار۔ زکام اور کان کا درد سب ظاہری چیزیں ہیں۔ اصل وجہ یہ ہے کہ جب تم

لوگ یہاں سے واپس جاتے ہو تو اپنا کام چھوڑ دینے ہو۔ اور باقاعدگی سے اپنی روحانی طاقت بڑھانے کی کوشش نہیں کرتے۔ پھر جب یہاں آتے ہو اور فیضان ہوتا ہے تو اس کے متحمل نہیں ہو سکتے۔ کوئی نہ کوئی تکلیف شروع ہو جاتی ہے۔ فرمایا جسم ایک ستون کی مانند ہے۔ جو جسم کو اٹھائے رکھتا ہے۔ روح تو فیضان برداشت کر لیتی ہے اور اس سے ایک قسم کی لذت حاصل کرتی ہے۔ لیکن تمام نزلہ جسم پر گرتا ہے۔ تم لوگوں کو چاہئے کہ اپنی طاقت بڑھاتے رہو۔ تاکہ یکا یک فیضان کی بارش سے جسم پر اثر نہ پڑے۔

اس کے بعد فرمایا کہ آج سونے کی رات ہے۔ لَا یُکَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اَلًا وَّوَسْعَهَا (اللہ کسی کو اس کی وسعت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا) فرمایا

آسانی بھی دیتے ہیں۔ اور پابند بھی کرتے ہیں۔ لَا یُکَلِّفُ اللّٰهُ کَ سَاھَ سَاھَ نَاۡزَکِی کی سخت پابندی بھی گناہی ہے۔ نماز کبھی معاف نہیں ہوتی۔ حکم دے دیا ہے کہ اگر کھڑے ہو کر نماز نہیں پڑھ سکتے تو بیٹھ کر پڑھ لیا کرو۔ اگر بیٹھ کر نہیں پڑھ سکتے تو لیٹ کر پڑھ لیا کرو۔ لیکن نماز ترک نہیں کر سکتے اور یہ اس لئے ہے کہ باقی احکام جبرئیل علیہ السلام کی وساطت سے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچے لیکن نماز کا حکم آپ کو براہ راست شب معراج میں ملا

اسی لئے اس کی زیادہ تاکید فرمائی ہے۔

نماز کا احسن طریقہ | اس کے بعد فرمایا کہ نماز کا احسن طریقہ یہ ہے کہ کائنات شراک۔ یعنی اس طرح نماز پڑھو جیسے کہ تم اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہے ہو اور اگر اللہ کو نہیں دیکھ سکتے تو خیال کرو کہ وہ مجھ کو دیکھ رہا ہے۔ اس کے بعد احقر نے عرض کیا کہ حضور نماز میں رویت کا تخیل صرت خیال ہے یا حقیقت بھی ہے۔ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی کوئی شکل و صورت تو نہیں ہے۔ شروع شروع یہ تصور کیا جاتا ہے۔ اور پھر جب تجلی وہ چاہتا ہے کرتا ہے۔ اہل دنیا کے نزدیک خیال کے اور معنی ہیں۔ وہ خیال کو وہم کے معنی میں استعمال کرتے ہیں۔ جب وہ کہتے ہیں کہ یہ آپ کا خیال ہے۔ تو ان کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ اس کی اصلیت کچھ نہیں ہے۔ لیکن اہل اللہ کے نزدیک خیال حقیقت پر مبنی ہوتا ہے۔ جب وہ خیال کرتے ہیں کہ اللہ ان کو دیکھ رہا ہے۔ تو حقیقتاً یہ جانتے ہیں کہ اللہ دیکھ رہا ہے۔ قرآن شریف میں ہے "الَّذِينَ يَعْلَمُونَ أَنَّ اللَّهَ يَوْمَئِذٍ يَعْلَمُ مَا يُحْسِرُونَ" یعنی تم نہیں جانتے کہ اللہ دیکھ رہا ہے۔ چنانچہ صوفیاء کے نزدیک خیال کے معنی حقیقت کے ہیں۔ اور وہام خیال کو محض وہم و گمان کے معنوں میں استعمال کرتے ہیں۔ اس کے بعد فرمایا اب جانے بجا رہو یا آج رات سونے کی ہے۔ آج کا سونا جاگنے کے برابر ہے۔ اور جاگنے کے لئے سونا سنت نبوی ہے۔

۶۶۔ رمضان شریف ۱۳۶۲ھ

رویت ہلال

آج رات بعد فراغت تراویح فرمایا کہ تراویح کی تین شرطیں ہیں۔ جنتری میں چاند ۲۹ کا ہے۔ لیکن یہ یقینی بات نہیں ہے۔ بلکہ گھبراہٹ سے لگاتے ہوں گے۔ لیکن حیدرآباد میں OBSERVATORY (مشاہدہ) کے ذریعے دیکھ کر بالکل صحیح حساب لگایا جا سکتا ہے۔ اس کے بعد فرمایا کہ آج رات ۳۰ کی شب کو چھٹی ہوتی ہے۔ اور رمضان شریف کے مشاہدے میں نہیں کئے جاسکتے۔ اس کے بعد احقر نے عرض کیا کہ OBSERVATORY میں GUESS WORK (تلاش) سے کام لیتے ہیں یا اور کوئی حساب ہوتا ہے۔ فرمایا وہ اندازہ نہیں لگائے جاسکتے۔

(حساب) کے ذریعے صحیح تاریخ معلوم کر لیتے ہیں۔ اور اس سے کوئی غلطی نہیں ہوتی۔ اور یہ علم غیب نہیں ہے

اگر میں کہوں کہ کل جمعہ ہے۔ تو یہ علم غیب تھوڑا ہی ہے۔ اگر چہ چل لندن
علم غیب کیا ہے | میں تقریر کرے اور ہم ریڈیو پر سن کر اسی وقت لوگوں کو بتادیں تو عالم

غیب ہو جائیں گے، یا جب حکیم نبض دیکھ کر اندرونی حال بتاتا ہے تو کیا وہ عالم غیب ہے؟

ایک دفعہ ایک حکیم نے خواجہ حسن نظامی کا علاج کیا اور کامیاب ہو گیا اس پر حکیم کی تعریف میں انہوں

نے ایک مضمون لکھا۔ جس میں انہوں نے تحریر کیا کہ حکیم صاحب کی انگلی کو کشف ہوا۔ ہم نے کہا

کہ صاحب ان کی تو انگلی کو کشف ہوا اور ہماری آنکھوں کو کشف ہوتا ہے۔ ہم دور کی چیزیں دیکھ

لیتے ہیں۔ ہمارے کانوں کو کشف ہوتا ہے۔ ان کے ذریعے دور کی آوازیں سن سکتے ہیں۔ فرمایا

علم غیب کے لوگ مٹی نہیں سمجھتے۔ جو چیز کسی ذریعہ سے معلوم ہو جائے یا کسی جس یا قوت باطنی

سے معلوم ہو جائے تو وہ علم غیب کہاں ہے؟ وہ تو ہمارے نزدیک حاضر ہے۔ غیب نہیں ہے

غیب و در ہے۔ جس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں فرمایا ہے۔ وَعِنْدَ كَافِرٍ الْغَيْبِ

كَلَّا يَعْلَمُهَا إِلَّا هُوَ يَعْنِي اس کے پاس غیب کی کنجیاں ہیں۔ ان کو اس کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ اب

عزیز امین علیہ السلام کو لوگوں کی موت کا وقت معلوم ہے۔ کیونکہ وہ لوح محفوظ پر لکھا ہوا دیکھ لیتے

ہیں۔ اس لحاظ سے وہ عالم غیب نہیں ہیں۔ اسی طرح رزق اور اولاد کا علم حضرت میکائیل علیہ

السلام کو ہے۔ یہ بھی علم غیب نہیں ہے۔ اگر یہ علم غیب ہوتا تو كَلَّا يَعْلَمُهَا إِلَّا هُوَ یعنی میرے سوا

کوئی نہیں جانتا۔ نہ ہوتا۔ لوح محفوظ کا علم۔ علم غیب نہیں۔ علم غیب وہ ہے جس کو خدا کے سوا کوئی

نہ جانتا ہو۔ ان مولویوں نے پونہی شور مچا رکھا ہے۔ فرمایا ایک دفعہ مولانا اشرف علی صاحب

چراغ محمدی نے ان لوگوں سے کہا کہ ارے میاں تم تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی علم غیب میں

بحث کر رہے ہو اگر اسی کو علم غیب کہتے ہو تو اللہ کو بھی علم غیب نہیں ہے کیونکہ اللہ کے لئے کوئی

چیز غائب ہے

اسی ضمن میں فرمایا کہ تذکرۃ الاولیاء میں ہے کہ ایک شخص ایک بزرگ کے پاس گئے اور جانے

سے پہلے دل میں یہ خیال باندھ لیا کہ اگر انہوں نے اپنی ٹوپی اتار کر مجھے دیدی تو سمجھوں گا کہ

فی الواقعی ولی اللہ ہیں۔ ورنہ نہیں۔ چنانچہ جب ان کے پاس پہنچے تو انہوں نے فرمایا کہ معجزہ

طلب کرنے والا کافر ہوتا ہے۔ اور دکھانے والا خدا تعالیٰ ہے۔ جو پیغمبر اسلام کے ذریعے دکھاتا ہے۔ یہ کہہ کر اپنی ٹوپی اس کی طرف پھینک دی۔ اور فرمایا کہ تم ٹوپی سے لولیکن کرامت طلب کرنے سے تم کافر ہو گئے۔ اس پر فرمایا کہ ولی اللہ کا کام کرامات دکھانا نہیں ہے۔ اس شعبہ بازی کو وہ پسند نہیں کرتے۔ ان کا تعلق اللہ سے ہوتا ہے۔ ہر وقت اسی خیال میں رہتے ہیں کہ اللہ راضی رہے۔ لوگ ان کو مانیں یا نہ مانیں۔ اس سے ان کو کیا غرض۔

اس کے بعد فرمایا کہ ایک دفعہ حضرت حاجی اداد اللہ صاحب

کشف و کرامات کی حقیقت

مہاجر مکیؒ کی خدمت میں دو آدمی حاضر ہوئے جنہوں نے

آپس میں یہ طے کیا تھا کہ اگر حضرت حاجی صاحب نے ہم کو ایک ایک سیدب دیا تو سمجھیں گے کہ ولی ہیں ورنہ نہیں۔ جب آپ کی خدمت میں پہنچے تو دیکھا کہ آپ کے سامنے دو سیدب پڑے ہیں جیسے ہی یہ جا کر بیٹھے آپ نے ایک ایک سیدب اٹھا کر ان کو دے دیا۔ سیدب دے کر فرمایا کہ بعد میں کسی مداری کے پاس ایک گدھا تھا۔ وہ اس کی آنکھوں پر پٹی باندھ کر جمع میں سے کسی آدمی کو اپنا رومال دے دیتا اور گدھے سے کہتا جاؤ بیٹیا رومال لے آؤ۔ گدھا چلتے چلتے اسی آدمی کے سامنے جا کر کھڑا ہو جاتا۔ جس کے پاس رومال ہوتا تھا۔ اب اگر میں تم کو سیدب دوں تو تمہارے نزدیک ولی اللہ نہیں ہوں اور اگر دے دوں تو اہل اللہ کے نزدیک اس گدھے سے بہتر نہیں ہوں۔

اس کے بعد حضرت اقدسؒ نے فرمایا کہ یہ لوگ جو کرامت کے طالب ہوتے ہیں یہ نہیں جانتے کہ کرامت طلب کرنے سے کفار کی مشابہت ہو جاتی ہے۔ مومن کو معجزہ اور کرامت کی ضرورت نہیں ہوتی۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ یا حضرت عمر رضی اللہ عنہما کب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے معجزہ طلب کرتے تھے۔ معجزہ تو کون سا ہے اور جن کی قسمت میں ایمان نہ تھا وہ معجزہ دیکھ کر بھی بے ایمان نہ ہوئے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں فرمادیا کہ تم آسمان پر اڑ جاؤ تب بھی یہ لوگ نہ مانیں گے۔ جب شوق القمر کا معجزہ ہوا تو ہندوستان میں بھی ایک راجہ نے دیکھ لیا۔ لیکن ابو جہل نے دیکھا اور دیکھ کر کہا کہ تم بڑے جادو گر ہو۔ تمہارا جادو اب آسمان تک پہنچ گیا۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم

معجزہ دکھانے سے اجتناب فرماتے تھے کیونکہ معجزہ دیکھنے کے بعد جو نہ مانے تو اس پر عذاب نازل ہوتا ہے۔ یہ آپ کی شفقت تھی کہ کبھی کبھی معجزہ دکھاتے تھے۔

آپ بڑے رحیم تھے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں آپ کی تعریف میں فرمایا ہے۔ "لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِينَ دَؤُودٌ رَّحِيمٌ"۔ یعنی تمہارے پاس تم میں سے رسول آئے۔ تمہیں کوئی تکلیف ہو تو ان کو ناگوار گزرتا ہے اور تمہارے ساتھ بھلائی کرنے میں وہ حریص ہیں۔ اور مومنوں کے ساتھ مہربان اور رحیم ہیں۔ اس کے بعد فرمایا کہ ایک مرتبہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ایک منافق کی قبر سے گزرے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ساتھ تھے حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی بخشش کے لئے دعا کی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ یہ تو فلاں منافق ہے اس کے لئے آپ کیوں دعا کر رہے ہیں۔ اتنے میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ آیت نازل ہوئی کہ اگر تم شرف و فخر بھی اس کے لئے دعا مانگو گے۔ تب بھی قبول نہ کروں گا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا میں اب تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے جواب آ گیا ہے۔ فرمایا میں اکھتر دفعہ دعا مانگوں گا فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو سراپا رحمت ہیں۔ جب طائف میں کفار نے آپ کو زخمی کیا تھا تو اس وقت بھی آپ نے مخالفین کے لئے دعا مانگی کہ یا اللہ ان کو بخش دے کیونکہ یہ جانتے نہیں ہیں۔ فرمایا بد دعا کرنا تو آپ کے شایان شان نہیں تھا۔ اولیاء کلام بھی بدعا نہیں کیا کرتے۔ ایک دفعہ ایک بزرگ رات کو کہیں جا رہے تھے۔ ان کے ساتھ چار پانچ آدمی اور تھے راستہ میں چور مل گئے۔ انہوں نے ان کے کپڑے وغیرہ ٹپڑے لیکن کچھ نہ ملا اور اس ناکامی سے غصہ میں آکر ان کو مارنے لگے۔ جب وہ پٹ پٹے تو لوگوں نے ان بزرگ سے کہا کہ آپ ان کے لئے بد دعا کیوں نہیں کرتے۔ چنانچہ انہوں نے ہاتھ اٹھائے اور کہا یا اللہ انہیں دنیا اور آخرت کی بھلائی نصیب کر۔ وہ دعا قبول ہو گئی۔ اور سب کے سب تائب ہو کر ان کی خدمت میں آئے اور ابدالیوں کا مرتبہ پایا۔

غیر اللہ سے مانگنا شرک ہے | اسی روز حضرت اقدس نے یہ بھی فرمایا کہ حضرت

میکائیل علیہ السلام رزق کے انچارج ہیں۔ مجاہدہ کے زمانہ میں ہمارے مولانا صاحب کلبر شریف میں تھے۔ ایک اور بزرگ بھی اُن کے ساتھ رہتے تھے۔ انہیں حضرت میکائیل علیہ السلام سے ایک نسبت خاص تھی۔ ایک دفعہ ہفتہ بھر کھانے کو کچھ نہ ملا۔ چنانچہ وہ بزرگ میکائیل علیہ السلام کی طرف متوجہ ہو کر بیٹھ گئے۔ اور مولانا صاحب ایک پٹر کے سایہ میں بیٹھ کر ذات کی طرف متوجہ ہو گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد اُن بزرگ کے پاس اوپر سے ایک خوان آیا۔ اور انہوں نے مولانا صاحب سے کہا کہ آئیے کھانا کھائیے۔ مولانا صاحب نے فرمایا کہ تم حضرت میکائیل کی طرف متوجہ ہوئے اور کھانا ملا۔ ہم ذات کی طرف متوجہ ہوئے اور بغیر کھانا کھائے ہمارا پیٹ بھر گیا ہے۔ جو کچھ آپ نے کیا ہے وہ شرک ہے میکائیل علیہ السلام کی طرف متوجہ ہونا یا دیوی کالی اور دوسرے بتوں کی طرف متوجہ ہونا برابر ہے۔ اہل اللہ کے لئے ایسی باتیں کرنا شرک ہے۔ وہ اللہ کے طالب ہوتے ہیں۔ اور ہر وقت اللہ کو چاہتے ہیں۔

ایک روز ارشاد فرمایا کہ روحانی طاقت اس طرح بڑھائی جاسکتی ہے کہ جب نزولِ انوار ہو تو نہایت صبر و استقلال اور سکون سے جم کر بیٹھا رہے۔ مغلوب الحال نہیں ہونا

مغلوب الحال ہونے سے
ترقی رک جاتی ہے

چاہئے۔ مغلوب الحال ہونے سے ترقی رک جاتی ہے۔ اور یہ کمزوری کی علامت ہے۔ سمندر بن جانا چاہئے۔ فرمایا ایک دن نئے رسید شریف الحسن صاحب کے نمبر بواہی حسن فاروقی کہنے لگے کہ حضرت شاہ تراب علی صاحب کے ہاں بھی حاضر ہی وہی اور اُن کے والد ماجد کے ہاں بھی۔ لیکن بیٹے کے مزار پر تو بڑی رونق تھی۔ اور خوب ذوق شوق کا فیضان تھا۔ اور باپ کے مزار پر بالکل سکوت تھا۔ حضرت اقدس نے فرمایا کہ میں نے اُن سے مزا حاکم کہا کہ حضرت کاظم علی شاہ صاحب حضرت شاہ تراب علی صاحب کے والد نے مجھے بتلایا ہے کہ فلاں ہے ادب تھا۔ میں نے کہا ہے۔ ان کو میرا یہ شعر پڑھ کر سنا دو۔

نہ شد مست کاظم زبے ظرف غالی نے مدد کے دن رات بھو بھو پیائے

آپ نے فرمایا کہ بھائی بات د اسل یہ ہے کہ حضرت شاہ تراب علی صاحب کے

والد ماجد کا ظرف بہت غالی ہے

سمندر میں سکوت ہوتا ہے۔ اور ندی نالے بہت شور و غل کے ساتھ بہتے ہیں اس کے بعد فرمایا کہ روحانی طاقت بتدریج بڑھانے کے بارے میں ہمارے مولانا صاحب ایک کہانی بیان فرمایا کرتے تھے کہ ایک لڑکے کی شادی کسی دیہات میں قرار پائی۔ ایک دفعہ وہ کچھ چیزیں لے کر سُسرال گیا۔ جب شام ہو گئی تو انہوں نے کہا کہ اب شام کا وقت ہے۔ جنگل کا راستہ ہے۔ رات یہیں ٹھہر جاؤ صبح چلے جاؤ۔ چنانچہ وہ رات وہیں ٹھہر گیا۔ گرمی کا موسم تھا۔ سب لوگ چھت پر سو یا کرتے تھے۔ جب رات ہوئی تو وہ لڑکی جس کے ساتھ اس کی نسبت ہوئی تھی ایک بھینس کو اٹھا کر چھت پر لے آئی۔ وہ یہ دیکھ کر گھبرایا۔ جب گھر آیا تو باپ سے کہا کہ میں اس کے ساتھ شادی نہیں کروں گا۔ وہ تو ایسی ہے کہ بھینس کو اٹھا کر چھت پر لے جاتی ہے۔ باپ نے یقین نہ کیا۔ بیٹے نے کہا آپ خود جا کر دیکھ لیجئے۔ چنانچہ ایک روز وہ وہاں گیا۔ اور رات وہیں ٹھہرا۔ اس نے بھی دیکھا کہ لڑکی بھینس کو اٹھا کر چھت پر لے گئی۔ جب اس نے دریافت کیا تو خاندان والوں نے بتایا کہ جب سے یہ بھینس پیدا ہوئی ہے۔ لڑکی اس کو رات کے وقت چھت پر اٹھا کر لے جاتی ہے اس لئے کہ نیچے جنگلی جانوروں کا خوف ہے۔ بھینس جیسے جیسے بڑی ہوئی گئی لڑکی کی طاقت بھی بڑھتی گئی۔ اس کے بعد فرمایا کہ اپنی طاقت کو بتدریج بڑھانا چاہئے یہ کیا کہ چلا گیا کچھ دن سرگرم رہے پھر ٹھنڈے ہو گئے اس سے کام نہیں چلتا۔ فرمایا اگر ہانڈی کے نیچے دو منٹ کیلئے آگ جلائی جائے اور پھر پانچ منٹ کیلئے چھادی جائے۔ پھر دو منٹ کیلئے جلا دی جائے اور پانچ منٹ کے نیچے دھوی جائے۔ اس طریقے سے تو قیامت تک ہانڈی نہیں پکے گی۔ لیکن تھوڑی سی آگ مسلسل جلتی رہے۔ تو ہانڈی اپنے وقت پر پک جائے گی۔ اسی لئے بزرگوں کے نزدیک استقامت کرامت سے بلند ہے۔ اَلَا سَتَقَامَّةٌ فُجُوقَ الْكِرَامَةِ۔

حضرت ابو یوسف درانی اور قازان | ایک دفعہ ارشاد فرمایا کہ جب تاتاریوں نے اسلامی سلطنت پر حملہ کیا تو تمام بلاد اسلامیہ کو تہ و بالا کر دیا۔ بغداد میں قتل عام ہوا۔ کتب خانے جلا دیئے۔ علماء و

مشائخ کو چن چن کر شہید کیا۔ اور یہ ساری کارروائیاں قازان اور ہلاکو کی سرکردگی میں ہوئیں۔ قازان ترکستان کا رہنے والا اور مذہباً نجوسی تھا۔ اور جب تک کبکرت علماء و مشائخ کو قتل نہ کر لیتا تھا۔ صبح کا ناشتہ نہیں کرتا تھا۔ قاعدہ یہ تھا کہ جو علماء و مشائخ گرفتار ہو کر آتے تھے انہیں ایک صف میں کھڑا کر دیا جاتا تھا۔ ادھر ایک عالم قتل ہوا ادھر قازان نے سیب کی ایک قاش منہ میں ڈال لی۔ اس طرح اس کا صبح کا ناشتہ ہوا کرتا تھا۔ ایک دفعہ قازان کو ایک بزرگ کا پتہ چلا کہ وہ کہیں دور کسی مقام پر رہتے ہیں۔ چنانچہ انہیں گرفتار کرنے کے لئے سپاہی بھیجے گئے۔ سپاہی انہیں گرفتار کر کے لا رہے تھے۔ چلتے چلتے رات ہو گئی۔ جنگل کا راستہ تھا بسیرے کے لئے محفوظ مقام کی فکر ہوئی۔ سمت سے ایک چھوٹی سی جھونپڑی نظر پڑی۔ جس میں بہ مشکل دو تین ہی آدمی سما سکتے تھے۔ چنانچہ سپاہیوں نے ان بزرگ کو تو باہر سونے کے لئے کہا اور خود اندر چلے گئے۔ اور دروازہ بند کر لیا۔ جھونپڑی والے نے کہا کہ صاحب ان کے لئے بھی کچھ اترنا م ہونا چاہئے۔ ورنہ شیر انہیں مار ڈالے گا۔ سپاہیوں نے کہا کہ تم فکر نہ کرو یہ مرنے ہی کے لئے جارہے ہیں۔ غرض رات وہاں بسر کی۔ صبح کے قریب سپاہیوں نے چمکے سے دروازہ کھولا کہ دیکھیں ان کا کیا حشر ہوا۔ دیکھتے کیا ہیں کہ وہ بزرگ سو رہے ہیں اور شیر ان کے گرد پیرہ دے رہا ہے۔ جب صبح کی روشنی ہوئی اس وقت شیر چلا گیا۔ غرض سپاہی انہیں لے کر بغداد پہنچے اور قازان کے دربار میں پیش کر دیا۔ اس وقت اور علماء بھی گرفتار ہو کر آئے تھے۔ چنانچہ حسب عادت سب ایک قطار میں کھڑے کر دیے گئے اور ان بزرگ کو بھی انہیں کی صف میں شامل کر دیا گیا۔ جانتے ہو یہ بزرگ کون تھے۔ چنانچہ ان میں ابو یوسف وزانی تھے۔ اب ایک طرف سے لوگ یکے بعد دیگرے آئے۔ ان میں سے ایک اور قازان حسب عادت نو اکہات میں سے ایک تھے۔ انہیں لے کر آئے۔

جب حضرت ابو یوسف کی باری قریب آتی آپ چمکتے ایک شخص کو بیچ میں چھو کر اس کی دوسری جانب آجاتے۔ جلد وہ دیکھ کر مسکرا دیتا کہ آخر کب تک بسے رہیں گے۔ جب سب قتل ہو چکے اور آپ تنہا رہ گئے تو جلد دے کر کہا کہ اب کیسے چولے آپ سے

فرمایا کہ تو میرے قتل پر قدرت ہی نہیں رکھتا۔ یہ سن کر جلاد کو طیش آیا اور غصہ میں زور سے تیغہ مارا۔ آپ نے اللہ کہا اور تیغہ ٹوٹ کر گر پڑا۔ اور آپ کا بال بھی بیکانہ ہوا جب اسی طرح کئی تیغے جلاد کے ہاتھ سے ٹوٹ چکے تو قازان کو بہت حیرت ہوئی۔ کہنے لگا یہ تو کوئی عجیب و غریب شخص معلوم ہوتا ہے۔ حضرت ابو یوسف درانی نے فرمایا کہ اب تیرے اسلام قبول کرنے کا وقت آگیا ہے۔ اپنے ان مظالم سے باز آؤ اور کلمہ پڑھو۔ اس نے کہا کوئی کرامت دکھاؤ تو میں اسلام قبول کروں۔ آپ نے فرمایا کیا کرامت دیکھنا چاہتا ہے۔ اس نے کہا آتش کدہ کی آگ میں سے گزر جاؤ۔ آپ نے فرمایا یہ کام تو بازنگیری کر دیا کرتے ہیں۔ اس نے کہا اچھا زہر کھا لو۔ آپ نے فرمایا زہر بھی بہت سامنگا اور کچھ تانبہ بھی منگوا کر اسے کلا۔ چنانچہ دونوں چیزیں مہیا کی گئیں۔ آپ نے وضو کیا۔ دو رکعت نفل پڑھی۔ پھر اس زہر کو کھانا شروع کیا اور گٹھے ہوئے تانبے کو مثل پانی کے پیئے لگے۔ اور آپ کو ذرہ برابر بھی نقصان نہ پہنچا۔ قازان بہت نادم ہوا اور مسلمان ہو گیا۔ خود مسلمان ہونے کے بعد اس نے حکم دیا کہ جو اسلام قبول نہ کرے وہ قتل کر دیا جائے۔ بعد ازاں قازان نے درخواست کی کہ میرے تمام جسم میں بال ہیں اور میں نہایت سیاہ فام ہوں۔ میں چاہتا ہوں کہ یہ باتیں جانتی رہیں۔ آپ نے ایک طشت میں پانی منگوا کر اس میں کٹی کر دی اور اس پانی میں چادر تر کر کے اور ٹھننے کا حکم دیا تھوڑی دیر میں سارا جسم صاف ہو گیا اور رنگت سفیدکل آئی اسکے بعد قازان کی تعلیم و تربیت حضرت شیخ ابو یوسف درانی نے فرمائی۔ اور بڑے مرتبے کو پہنچا۔ اور اس کی بدولت بہت اسلام پھیلا۔ روس میں بھی بہت تبلیغ کی اور بے شمار لوگ مشرف باسلام ہوئے۔ قازان کا مزار انہیں کے نام کے ایک شہر قازان میں ہے۔ جو ماسکو سے مشرق کی جانب ہے۔ یہ وہی مقام ہے۔ جسے گذشتہ جنگ ۱۹۱۷ء کے دوران میں ماسکو کو خطرے میں دیکھ کر روسی حکومت نے روس کے دارالخلافہ کے لئے منتخب کیا تھا۔ اس کے بعد فرمایا کہ ہمارے مولانا صاحب (حضرت شاہ وارث حسن صاحب) اپنے سفر کے دوران میں قازان تشریف لے گئے تھے اور چالیس روز تک حضرت

قازان علیہ الرحمۃ کے مزار مبارک پر رہے۔

ایک دفعہ فرمایا۔ عبدیت کے یہ معنی ہیں خوب سمجھ لو۔ ایک غریب نفلس
عبدیت آدمی ہے۔ نہ گھر نہ در۔ تمہارے پاس رہتا ہے۔ اور کہتا ہے کہ آپ
 جس طرح رکھیں گے رہوں گا۔ دوسرا آدمی ہے۔ جس کو تم نے مال دیا ہے۔ اور
 اختیار دیا ہے کہ جو چاہو کرو۔ لیکن اس کے باوجود وہ سب کچھ آپ کے رکھ دیتا ہے اور
 کہتا ہے کہ سب آپ کا ہے۔ جو کچھ آپ دیں گے وہی یوں گا۔ ظاہر ہے کہ دوسرا
 شخص تم کو زیادہ اچھا لگے گا۔ اللہ کے دربار میں اسی طرح رہنا چاہئے اور یہی عبدیت
 ہے۔ اور ہمارے پیغمبر علیہ السلام کا یہی مقام ہے۔ آپ عبدۃ ورسولہ ہیں۔ یہ مقام
 سب سے زیادہ بلند ہے۔ اور آپ ہی کی وساطت سے حاصل ہوتا ہے۔

حضرت شاہ وارث حسن صاحب کی روش | اس کے بعد فرمایا کہ ہمارے مولانا صاحب
 کی آمدورفت اکثر امیروں کے ہاں ہوا
 کرتی تھی۔ کسی نے حضرت شیخ الہند سے آپ کی اس روش پر اعتراض کیا تو آپ نے
 فرمایا تم نے ان کا ظاہر تو دیکھا ہے۔ لیکن یہ نہیں جانتے کہ کیا خدمت ان کے سپرد ہے
 فرمایا ہمارے مولانا صاحب بڑے اہتمام کے ساتھ تمام امور خواہ دینی ہوں یا دنیوی
 سرانجام دیتے تھے۔ بعد فراغت معمولات صبح سے دوپہر تک آپ دنیوی کاموں
 میں مصروف رہتے۔ ظہر سے عصر تک آپ مشغول ہوتے۔ اور عصر کے بعد دین کی
 ہدایت اور دینی امور میں مصروف ہوتے۔ اگر کوئی اس پر دوگرام میں نخل ہوتا تو پشیمان
 اس کے بعد فرمایا کہ ایک بزرگ کے ہاں کسی عورت کا لڑکا رہتا تھا۔ اور انکی خدمت
 میں رہ کر اپنے گھر کے کام اچھی طرح سرانجام نہ دیتا تھا۔ اس سے اس کے
 ناراض ہوتی۔ ایک دن وہ ان بزرگ کے پاس جا کر کہنے لگی کہ یہ بزرگ کے
 بیکا رکھ دیا ہے۔ کسی کام کا نہیں رکھا۔ ان بزرگ نے یہ سن کر خادمہ سے کہا کہ اس کے
 تھپڑ مارو۔ خادمہ نے خیال کیا کہ یونہی کہہ رہی ہیں۔ اب ایک ناخوم عورت کو کس خدمت
 ماروں۔ چنانچہ اس نے توقف کیا اور عورت فوراً گر کر مر گئی۔ بزرگ نے خادمہ سے کہا کہ

اس کا قاتل تو ہے۔ اگر اسے تھپڑ مار دیتا تو بس اس کو سزا مل جاتی۔ لیکن تو نے ایسا نہ کیا اور اس کو غیب سے تھپڑ پڑا۔ جس سے وہ مر گئی ہے۔

اس کے بعد فرمایا کہ ہمارے مولانا صاحب رح کے ہاں پورے رمضان شریف میں رات کو کوئی نہ سوتا تھا۔ تراویح کے بعد تہجد تک سب کو ذکر میں مشغول رکھتے تھے۔ نماز تہجد باجماعت ہوا کرتی اور اس میں الگ ختم قرآن ہوتا تھا۔ دوسو کے قریب آدمی ہوا کرتے تھے۔ اور سب اپنے اپنے مشاغل میں مصروف رہا کرتے تھے۔ خود ٹہلتے رہتے تھے۔ اگر کسی کو غافل پاتے یا غلط ذکر کرتے ہوئے دیکھتے تو ٹھوکا لگاتے تھے۔ کبھی جا کر کسی کے پاس بیٹھ جاتے تھے۔ غرضیکہ پوری رات سب کو مشغول رکھتے تھے۔ بعد فراغت نماز فجر سونے کی اجازت ملتی تھی۔ لیکن دوپہر کے بعد سونے کی اجازت نہیں تھی کیونکہ اس وقت کے لئے اور مشاغل تھے۔

فرمایا دورانِ سیاحت میں مولانا صاحب رح جب مزارات پر حاضر ہوتے تھے۔ تو متوجہ ہو کر سب سے یہی دریافت کرتے تھے کہ کس مشغل سے آپ کا نفع باب ہوا۔ جب وہ بتاتے تو ان سے کہتے کہ مجھے بھی اس کی تعلیم دیجئے اور اجازت بخشی جائے ایک دفعہ حضرت عبداللہ بانی آکر نماز میں متصل کھڑے ہو گئے اس سے حالت سکری پیدا ہوئی۔ آپ نے کہا چلے جاؤ ورنہ خواجہ صاحب سے کہہ دوں گا۔

مولانا گنگوہی رح کا ادراک لطیف

اس کے بعد حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رح کا ذکر خیر ہونے لگا۔ فرمایا آخر عمر میں آپ کی بینائی جاتی رہی تھی۔ لیکن آپ نے آپریشن سے اجتناب فرمایا۔ محض اس خیال سے کہ آپریشن کے بعد کم از کم چوبیس گھنٹے بے حرکت پڑا رہنا پڑے گا۔ اور کھڑے ہو کر نماز نہیں ادا کر سکیں گے۔ یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ اب مشغولی کے لئے آنکھیں بند کرنے کی ضرورت نہیں پڑتی۔ آپ کا مزاج اس قدر لطیف تھا کہ ایک دن آپ بیت الخلا تشریف لے جا رہے تھے تو ایک درخت کے پاس رُکے اور فرمایا کہ تمباکو کی بو آتی ہے۔ اور جب آپ بیت الخلا تشریف لے گئے تو خادم نے دیکھا کہ دور ایک طرف پان کی پیک پڑی ہوئی ہے

انہوں نے اس جگہ کو کھرج کر صاف کر دیا۔ جب آپ واپس تشریف لائے تو فرمایا کہ اب نہیں ہے۔

اس کے بعد فرمایا کہ اولیاء کرام کی طبیعت میں بہت لطافت ہوتی ہے۔ مریدین کی اصلاح میں انہیں بہت تکلیف ہوتی ہے۔ کثیف اور گندے قلوب سے سخت بدبو آتی ہے۔ لیکن یہ سب کچھ برداشت کرنا پڑتا ہے۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے انہیں خدمت ارشاد سپرد ہوتی ہے۔ یہ ان کے لئے بہت سخت مجاہدہ ہے۔

ایک دفعہ حلقہ ذکر کے بعد فرمایا کہ جو اذکار حلقہ ذکر میں اذکار حلقہ و برزخ شیخ | کئے جاتے ہیں۔ ان کو علیحدہ کرنے کی اجازت نہیں ہے

اس سے نقصان ہوتا ہے۔ ان کے لئے برزخ شیخ کی ضرورت ہے۔ اگر گوشت کا ٹکڑا انگوروں پر رکھا جائے تو فوراً جل جائے گا۔ لیکن اگر اسے ہانڈی میں ڈال کر اس میں پانی ملایا جائے اور آگ پر رکھا جائے تو وہ اچھی طرح پک جائے گا۔ جس طرح گوشت کے لئے ہانڈی اور پانی کے برزخ کی ضرورت ہے۔ اسی طرح سالک کے لئے بھی برزخ شیخ کی ضرورت ہے۔ جب سالک پر فیضان ہوتا ہے تو شیخ جو SUPERFLUOUS (زائد چیز ہوتی ہے) اسے نکال دیتا ہے۔ اور جہاں کمی ہوتی ہے ACCELERATE (تیز) کر دیتا ہے۔

تین دلوں کی طاقت | ایک دفعہ فرمایا کہ سورہ یسین قرآن کا دل ہے۔ آخری شب وقت کا دل ہے۔ ان کے ساتھ اگر انسان کا دل بھی شامل ہو جائے تو ہر مشکل حل ہو جاتی ہے۔ بزرگوں کا مقولہ ہے کہ تین دلوں کا دل کو بھی توڑ دیتے ہیں۔

غیر شرع شکل دیکھ کر | ایک دفعہ فرمایا کہ حضرت مولانا فضل الرحمن صاحب پر شریعت کا غلبہ تھا۔ مسجد میں بائیں پاؤں سے داخل ہونے والے کو خوب ڈانٹتے تھے۔ ہر وقت کمرہ کافر شہایت پاک و صاف رکھتے تھے۔ کسی خادم کو دوسری جگہ ننگے پاؤں چل کر فرش پر آنے کی اجازت نہ تھی۔

ایک دن آپ اپنے کمرے میں بیٹھے تھے کہ ایک بیراگی حلیم پیتا ہوا ننگے پاؤں آیا اور آپ کے کمرے کے اندر آپ کے ہی پاس فرش پر جا کر بیٹھ گیا۔ اور کچھ دیر باتیں کر کے چلا گیا یہ دیکھ کر سب لوگ حیران تھے کہ یا تو پاکیزگی کا اس قدر اہتمام رکھتے تھے کہ کوئی فرش پر قدم نہیں دھر سکتا تھا یا یہ کہ پاؤں مٹی میں لتھڑے ہوئے اور بدبو دار حلیم پیتا ہوا ایک شخص آیا اور نہ صرف کمرے کے اندر داخل ہونے دیا بلکہ فرش پر بٹھا کر باتیں بھی کرتے رہے۔ چنانچہ جب آپ سے دریافت کیا گیا۔ تو آپ نے فرمایا کہ یہ صاحبِ خدمت ہیں اور مہندوؤں کے فلاں میلے کا انتظام کرنے کی خاطر جا رہے ہیں۔ اگر میری اور تمہاری شکل میں جاتے تو پٹ جاتے۔

ایک دفعہ فرمایا کہ جمہوریت کا مطلب ہے۔ اکثریت کی حکومت لیکن دنیا میں تو اکثریت جہلا کی ہے۔ اہل حق تو اقلیت میں ہیں۔ اس لئے جمہوریت دراصل جہلا کی حکومت ہے۔ یہ لوگ SOVEREIGNTY OF MAN (انسان کے اقتدار) کے قائل ہیں۔ اور اسلام میں تو SOVEREIGNTY OF GOD ہے۔ یعنی تمام حکومت اور اختیار و اقتدار اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ اور اللہ اقلیت ہے IRREDUCIBLE MINORITY (نا قابلِ تخفیف اقلیت) ہے۔ حکومت دراصل اقلیت کی ہونی چاہئے۔ جمہوریت کی رو سے جہلا اور عوام خواص پر حکومت کرتے ہیں۔

ایک دفعہ حضرت خواجہ عثمان ہارونی حرم کے عرس کے موقع پر حضرت اقدسؒ عبد السلام کے حجرے میں نشتر لیں فرمائے اور ہم لوگ محفلِ سماع میں شریک ہوئے۔ جب ہم واپس آئے تو حضرت اقدس نے فرمایا کہ آج قوالی کا رنگ اچھا رہا۔ حالانکہ آپ پورے وقت حجرے میں بیٹھے رہے۔ اور قوالی سماع خانے میں ہو رہی تھی۔ فرمایا جب انہوں نے اردو کلام شروع کیا تو رنگ جاتا رہا۔ یہ لوگ بھی مجبور ہیں۔ عوام کے لئے اردو کی غزلیں گاتے ہیں۔ اگر اس خیال سے اردو کی غزلیں گائیں کہ اردو داں اس سے فائدہ اٹھائیں تو چنداں حرج نہیں۔ لیکن یہ لوگ تو اس لئے اردو کو ترجیح دیتے ہیں کہ ان کو پیسے زیادہ ملیں۔ یہ

اعلیٰ وارفع حال
حقیقی حال ہے

برہ ہے۔ اس کے بعد دریافت فرمایا کہ آج کسی کو حال بھی آیا تھا؟ احقر نے عرض کیا۔

جی ہاں۔ دریافت فرمایا کس شعر پر۔ عرض کیا کہ اس شعر پر ہے

کعبۂ دل قبلہ جاں یا رسول اللہ توئی سجدہ مسکین حسن ہر خطہ باد اسوئے تو

فرمایا شعر تو اچھا ہے۔ لوگ اس بات پر سجت کرتے ہیں کہ فلاں کا حال سچا تھا یا جھوٹا۔ اب

اگر کسی کا والد فوت ہو جائے تو وہ روئے گا۔ چینیے گا۔ بہت غمگین ہوگا۔ اس لئے کہ والد تھا

کھانا کھلاتا تھا۔ کپڑے پہناتا تھا۔ روپے پیسے دیتا تھا۔ اب کون یہ سب چیزیں دیگا۔

اس کا یہ حال دیکھ کر کوئی نہیں کہے گا کہ اس کا حال جھوٹا ہے۔ حال تو سچا ہے۔ لیکن

اعلیٰ و ارفع نہیں ہے۔ اب والد کی بجائے خواجہ غریب نواز کو SUBSTITUTE (تصور)

کرو۔ ان لوگوں کو خواجہ صاحب کی تعریف پر اس لئے حال آتا ہے کہ امداد فرماتے ہیں۔

مصیبت کے وقت کام آتے ہیں۔ اس لئے اچھے لگتے ہیں۔ اسی طرح اپنے شیخ کو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اور خدا کو لو۔ ان سب سے اس لئے محبت ہے کہ تمہارے

کام آتے ہیں۔ اور یہ سب نفس ہے۔ اور خودی ہے۔ اس قسم کے حال میں تو کوئی شک

نہیں۔ حال تو سچا ہے۔ لیکن ہم یہ نہیں دیکھتے کہ حال سچا ہے یا جھوٹا۔ ہمیں تو یہ دیکھنا ہے۔

کہ حال کس قدر ارفع و اعلیٰ ہے۔ اور اس میں کس قدر فدائیت اور محویت ہے۔ اس کے بعد یہ

شعر پڑھا ہے نشود نصیب دشمن کہ شود ہلاک تیغ

سر دوستان سلامت کہ تو خنجر آزمائی

فرمایا یہ جذبہ فدائیت ہونا چاہئے۔ پھر یہ شعر پڑھا ہے

چمنے کہ تا قیامت گل او بہار بادا صنمے کہ بر جمالش دو جہاں نثار بادا

فرمایا اس میں اور رنگ ہے۔ ارفع اور اعلیٰ کے حال میں اس قسم کے شعر پڑھنے سے

ہیں۔ نفس کی بوجہ تک نہیں ہوتی۔ سب کچھ اللہ کے لئے ہوتا ہے۔ فدائیت اور فدائیت کا

حال ارفع اور اعلیٰ ہوتا ہے۔

دوسرے دن قتل خوانی کے بعد حضرت اقدس

عبدالسلام صاحب کے حجرے میں تشریف لائے

حضرت صاحب صاحب سے ملاقات

ارشاد فرمایا کہ حضرت خواجہ غریب نواز رح کے اپنے عرس پر کوئی آئے یا نہ آئے لیکن ان کے شیخ علیہ الرحمۃ کے عرس پر جو شخص آتا ہے اس سے بہت خوش ہوتے ہیں اور بہت انعام عطا فرماتے ہیں۔ اس کے بعد فرمایا کہ حضرت خواجہ عثمان ہارونی رح کا عرس صرف اجیر شریف میں منایا جاتا ہے۔ حضور کا مزار مبارک مکہ معظمہ ہے۔ لیکن آپ کا عرس وہاں نہیں ہوتا۔ یہاں سب رسموات مثلاً محفل دستار بندی۔ قوالی اور ختم وغیرہ سب ہوتے ہیں۔ فرمایا خواجہ صاحب اپنے پیر کا عرس بھی مناتے ہیں۔ اور اپنے مرید کا بھی۔ قطب صاحب کا عرس بھی اجیر شریف جیسا کہیں نہیں ہوتا۔ وہ اپنے عرس پر اجیر شریف چلے آتے ہیں۔ اس کے بعد فرمایا کہ ایک عرب کو حضرت صابر صاحب سے نسبت ہو گئی اور وہ آپ کے مزار مبارک پر حاضر ہونے کا بہت شوق رکھتے تھے۔ چنانچہ وہ منہد و ستارہ آئے اور ایک بزرگ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور کلیر شریف کی حاضری کا ارادہ ظاہر کیا۔ انہوں نے فرمایا اس وقت مت جاؤ عرس کا موقعہ ہے۔ حضرت کو فرصت کم ہوگی۔ عرس کے بعد جانا۔ لیکن وہ نہ مانے۔ جب بہت اصرار کیا تو ان بزرگ نے ان کو ایک خط لکھ کر دیا کہ کلیر شریف میں فلاں مقام پر بھنگڑ اور چرسی بیٹھے ہوں گے۔ ان میں ایک اس حلیہ کا آدھی ہوگا۔ یہ خط اس کو دیدینا۔ اور کسی مصیحت سے وہ لفافہ بند نہ کیا۔ اور عرب صاحب نے اغلاقاً وہ خط نہ پڑھا اور کلیر شریف جا کر بھنگڑوں کے گروہ میں اس حلیہ کی آدمی کو دیکھا اور وہ خط اس کو دیدیا۔ خط لے کر انہوں نے پڑھا اور جواب دیدیا جب عرس سے فارغ ہو کر عرب صاحب واپس آئے تو ان بزرگ نے دریافت فرمایا کہ حضرت صاحب کی زیارت ہوئی۔ کہا نہیں۔ فرمایا جن کو خط دیا وہ کون تھے۔ کہا اچھا وہی تھے وہ خط ان بزرگ نے اسی لئے بند نہ کیا تھا کہ عرب صاحب پڑھ کر سمجھ جائیں گے۔ لیکن انہوں نے اوباً خط کو نہ پڑھا۔ خط میں یہ لکھا تھا۔ ”جب آپ اس ظاہری زندگی میں تھے بارہ کوس تک کوئی پرندہ تک پر نہیں مار سکتا تھا اب اس قدر حجم آپ کس طرح رکھتے ہیں۔“ انہوں نے جواب دیا کہ ”تم سے ایک آدمی توڑک نہیں سکتا میں لاکھوں آدمی کو کیسے روکوں۔“

اس کے بعد فرمایا کہ ایک شخص امر وہم سے قطب صاحب کے
 عرس میں شریک ہونے کے لئے آئے۔ عرس کے ایام میں
 جن کے ہاں وہ ٹھہرے وہ اپنا بویا بستر باندھ کر کلیر شریف جا رہے تھے۔ نو وارد ہونے
 دریافت کیا کہ آپ عرس چھوڑ کر کہاں جاتے ہیں۔ دادا کا عرس چھوڑ کر آپ پوتے کے
 عرس پر جا رہے ہیں۔ لیکن وہ نہ مانے اور چلے گئے۔ جب یہ شخص حضرت خواجہ
 قطب الدین بختیار کاکی کے مزار مبارک پر گئے اور فاتحہ پڑھ کر مراقب ہوئے تو آپ کو
 وہاں موجود نہ پایا۔ فوراً بستر باندھ کر کلیر شریف چلے گئے۔ جب وہاں پہنچے تو کسی نے ان
 کو بتایا کہ قطب صاحب آئے تھے۔ لیکن ابھی واپس چلے گئے ہیں۔ اس سے ادبی کی
 وجہ سے انہیں زیارت نصیب نہ ہو سکی۔

ایک دفعہ ارشاد فرمایا کہ جو لوگ صحابہ کرام پر تہرا
 کرتے ہیں۔ وہ قرآن کی روستے کافر ہیں۔ اللہ

تعالیٰ نے صحابہ کی شان میں فرمایا ہے۔ ذَالِكُمْ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرَةِ اِذِ اجْتَمَعُوا فِي
 الْاَرْضِ لِيُجْلِبَ عَلَيْهِمْ كَنْزُ رِجِّ اَخْرَجَ شَطَاةً فَاَزْرَعًا فَاَسْتَنْظَفَ ظُؤْمًا تَوَلَّى عَلَىٰ سَوْقِهِمُ لِيُجِبَ النَّارَ لِيُغِيظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ هـ وَالْفَقْمِ مطلب یہ ہے کہ کفار صحابہ کرام پر غیظ و غضب سے بکلمت رہتے
 ہیں۔ اس سے ثابت ہوا جو لوگ صحابہ کرام پر غیظ و غضب کرتے ہیں۔ کافر ہیں۔

اس کے بعد فرمایا کہ ایک شیعہ عالم پشاور میں ہمارے پاس آئے اور دریافت کیا
 کہ اگر اللہ تعالیٰ نے قیامت کے دن آپ سے سوال کیا کہ تمہاری رائے میں خلافت کا
 حق دار کون تھا تو آپ کیا جواب دیں گے۔ ہم نے کہا اول تو اللہ تعالیٰ مجھ سے یہ سوال
 نہیں کرے گا۔ لیکن وہ مالک ہیں۔ اگر یہ سوال کیا تو میں کہوں گا کہ صحابہ کرام اور
 زمانہ میں نہیں تھے اور نہ ہی ان کی خلافت کا دار و مدار میرے ہاتھ میں تھا۔
 معاملہ میں اپنا وقت ضائع نہیں کیا۔

ایک دفعہ ارشاد فرمایا کہ مومن اور مسلمان ایک ہی فرقہ ہیں۔
 کہ کلمہ طیبہ پڑھنے سے آدمی مسلمان تو ہو جاتا ہے۔ لیکن
 مومن کی خاصیت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے بندھ جائے۔

رکھتا ہو۔ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَشَدُّ حُبًّا لِلَّهِ۔ اب وہ خود جانتے ہیں کس میں زیادہ محبت ہے اور کس میں کم۔

اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ انسان کو چاہئے۔ محبت سے اللہ کا قرب حاصل کرے قرب آخری منزل نہیں ہے۔ قرب میں بھی دوئی ہے۔ محبت سے غینیت پیدا کرے۔ اور ذات میں محو ہو جائے۔ وہی بن جائے اور خود نہ رہے۔ حدیث قرب نوافل کے مطابق اپنی ہستی کو اللہ کی ہستی میں گم کر دے۔ اس کے بعد فرمایا کہ فنا کے بعد بقا ہے باقی مذاہب یعنی ہندو مذہب۔ عیسائیت۔ بدھ مت اور یہودی مذہب میں آخری منزل فنا ہے۔ لیکن اسلام میں آخری منزل بقا ہے۔ اور یہ سب سے اونچی منزل ہے یہ تکمیل انسانیت ہے۔ عبدیت اسی کا نام ہے۔ لیکن بقا سے پہلے فنا ضروری ہے۔

ایک دفعہ ارشاد فرمایا کہ سالک کو چاہئے کسی کے ساتھ بحث مباحثہ نہ کرے۔ مناظرہ سے قلب

مناظرہ سے قلب سخت ہوتا ہے

سخت ہوتا ہے۔ لٹہیت جاتی رہتی ہے۔ اور نفسانیت آجاتی ہے۔ خیال کرتا ہے کہ میں نے یہ کہا اور میں نے وہ کہا۔ اس لئے اگر کسی سے بات چیت ہو جائے تو ٹھنڈے دل سے حق بات کہہ دے اور ذرا قوت قلب سے اس کے دل کی طرف متوجہ ہو جائے جوش میں آنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اور جب دیکھے بحث چھڑنے والی ہے تو خوبصورتی سے اُسے ٹال دے۔

ایک دفعہ لطائف کا ذکر ہو رہا تھا۔ فرمایا انسان کے جسم کے اندر چھ

لطائف ستہ

لطائف ہیں۔ پہلا نفس جس کا مقام ذات ہے۔ دوم قلب۔ بائیں پستان سے دو انگشت نیچے۔ سوم روح دائیں پستان سے دو انگشت نیچے۔ چہارم ستر جو روح اور قلب کے درمیان ہے۔ پنجم خفی جو پیشانی کے وسط میں دونوں بھوؤں کے ملنے کی جگہ سے ذرا اوپر اور ششم خفی جو سر کی چوٹی میں ہے۔ فرمایا جسم کے دو حصے ہیں ایک علوی، دوسرا سفلی۔ علوی حصے کا مرکز لطیفہ خفی ہے اور سفلی حصے کا مرکز لطیفہ نفس ہے۔ اور یہی شیطان کا ہیڈ کوارٹر ہے۔ تمام وساوس پہلے لطیفہ نفس

میں داخل ہوتے ہیں۔ اور پھر قلب میں پھیلتے ہیں۔ اسی طرح تمام انوار پہلے لطیفہ خفی پر وارد ہوتے ہیں۔ اور اس کے بعد باقی لطائف پر پہنچتے ہیں۔ بچے کے اندر روح لطیفہ خفی سے داخل ہوتی ہے۔ اور جب روح جسم سے جدا ہوتی ہے تو سب کے بعد خفی سے نکلتی ہے۔ روح اس طرح نکلتی ہے کہ پہلے بائیں پاؤں کے انگوٹھے پر ایک برف کی طرح ٹھنڈا نقطہ پیدا ہوتا ہے۔ یہ نقطہ بڑھتا ہوا ناف تک آتا ہے۔ ناف سے دوسری ٹانگہ میں چلا جاتا ہے۔ اور پھر قلب پر آتا ہے جس سے بہت تکلیف ہوتی ہے۔ اور آدمی بے ہوش ہو جاتا ہے۔

اس کے بعد فرمایا کہ تم لوگوں کو چاہئے کہ اپنا کام جلدی جلدی کر لو کیونکہ شاید یہیں کسی وقت بلاوا آجائے۔ اور ہم چلے جائیں۔ فرمایا حضرت منظر جان جاناں رح کئی تکمیل ابھی نہیں ہوئی تھی کہ ان کے شیخ کا وقت آگیا۔ جب ان کا انتقال ہو رہا تھا تو آپ ایک کونے میں کھڑے رو رہے تھے۔ ان کے شیخ نے فرمایا کہ روتے کیوں ہو۔ ہمارے انتقال کے تین دن بعد ہماری قبر سپا کر ایک چلہ کرنا تمہاری تکمیل کر دیں گے۔ پہلے تین دن تو ملاقاتوں میں لگ جائیں گے۔ اس لئے تین دن کے بعد آنا۔

اس سے پہلے دن سید مقصود حسن صاحب نے مولوی محمد حسین صاحب برے کو حضرت اقدس کے فایحے کے متعلق اطلاع دی۔ انہوں نے لکھا کہ یہ خبر سن کر اس قدر رنج ہوا کہ تین وقت کھانا نہیں کھایا۔ لیکن ساتھ ہی یہ لکھا کہ آپ بکرنہ کریں۔ کیونکہ ہمارے مولانا صاحب (حضرت مولانا شاہ وارث حسن صاحب) سے میں نے یہ سنا تھا کہ ”ہم ذوقی سے بڑے بڑے کام لیں گے۔“ وہ کام آپ کو بھی کہنے سے احقر کہتا ہے کہ ان کاموں میں سے ایک کام تو قیام اور استحکام کا ہے۔ حضرت اقدس نے باحسن طریق سرانجام دیا۔ اور کام بھی ہو گیا۔ یہ جو ہم لوگوں کو معلوم نہیں۔

ایک روز حضرت اقدس نے فرمایا کہ طاعون اور وبا وغیرہ سے بچنے کے لئے آیت پاک سَلَامٌ تَوَلَّآ

دفع طائون کے لئے عمل

مَنْ زَيْتٍ رَحِيمٍ دوسو اسی بار پڑھ لینا چاہئے، انشاء اللہ تعالیٰ امن رہے گا۔
 فرمایا ایک دفعہ احمد آباد میں طاعون پھیلنا۔ یہی صاحب نے اپنے اجباب اور جاننے والوں کو یہ عمل بتایا اور ان کے نام رحبڑ میں درج کر لئے۔ بعد میں دریافت کیا تو وہ سب لوگ محفوظ تھے۔ فرمایا دوسو اسی ہیں یہ حکمت ہے کہ طاعون اور وبا میں دو اسی فرشتے اس کام پر مامور ہوتے ہیں۔

ایک دفعہ ارشاد فرمایا کہ جمعہ کے دن صبح سے ظہر تک اور پھر ظہر جمعہ کے برکات سے عصر تک رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا دربار رہتا ہے۔ اس وقت درود شریف کثرت سے پڑھنا چاہئے۔ عصر سے مغرب تک ذات کی طرف متوجہ رہنا چاہئے۔ اس کے بعد فرمایا کہ اگر جمعہ کے دن عصر کی نماز کے بعد بیٹھ کر یا اللہ یا رحمن یا رحیم کا ورد رکھے اور جب مغرب کی نماز کے لئے اذان ہو تو پکڑاٹھا کر دعا مانگے۔ اور جب اذان ختم ہو جائے تو دعا بھی ختم کرے تو جو دعا مانگے گا قبول ہوگی۔ مین جمعہ یہی عمل کرنا چاہئے مشکل سے مشکل کام حل ہو جاتا ہے۔ فرمایا اس سے حضرت خضر علیہ السلام سے ادا ملتی ہے۔ تسبیح پڑھتے ہیں کہ پڑھتا رہے۔ لیکن تعداد مقرر نہیں ہے۔ مغرب تک جس قدر ہو جائے کافی ہے۔

ارشاد فرمایا کہ طاعون اور وبا کے لئے سورہ تغابن تین بار پانی پر دم کر کے گھروں کی دیواروں پر چھڑکا جائے تو طاعون سے امان ملتا ہے۔

ایک دفعہ فرمایا کہ چھچک کا ٹیکہ نہیں لگوانا چاہئے۔ بعض یورپین ڈاکٹروں کا خیال ہے کہ اس سے سفلیس کے جراثیم جسم کے اندر داخل ہو جاتے ہیں۔ فرمایا سورہ رحمن پڑھے اور غنئی بار قیائی آلایہ رکبہما نکد بان پڑھے۔ نیلے دھاگے پر ایک ایک گره لگاتا جائے اور وہ دھاگے گلے میں ڈال دے۔

۲۵۔ نومبر ۱۹۴۳ء

کل رات نفس خلیلی کی شاعری کا ذکر ہو رہا تھا۔ احقر نے عرض کیا کہ کتاب کھولتے

ہی تصوف کی مذمت میں مضمون نکلا۔ بس اسی سے نفیس صاحب کی قابلیت کا اندازہ ہو گیا حضور اقدس نے فرمایا ”سخن فہمی عالم بالا معلوم شد“ اس کے بعد آپ نے یہ حکایت بیان فرمائی۔ کہ جب شیخ سعدی علیہ الرحمۃ نے اپنی یہ رباعی کہی تھی۔

بلغ العلیٰ بجمالہ۔ کشف الدجیٰ بجمالہ
 حسنت جمیع خصالہ۔ صلوا علیہ وآلہ

تو آسمانوں میں بچل مچ گئی۔ تمام فرشتے بے خود ہو گئے۔ اور ذوق و شوق کے عالم میں یہ رباعی پڑھتے جاتے تھے۔ اور شیخ سعدی رح پر انوار و برکات تازل ہو رہے تھے۔ کسی صاحب نظر نے ایک شاعر کے سامنے یہ واقعہ بیان کیا تو اسے بھی شوق ہوا کہ کوئی ایسی چیز کہے۔ جس سے فرشتے خراج تحسین پیش کریں۔ چنانچہ اس نے ایک رباعی تیار کی اور اسے تہا بیت خوش الحانی سے پڑھ کر آسمان کی طرف دیکھنے لگا کہ دیکھیں کیا نازل ہوتا ہے۔ اوپر سے ایک چیل نے بیٹ کر دی اور وہ سیدی اس کے منہ میں جا پڑی۔ کہنے لگا کہ ”سخن فہمی عالم بالا معلوم شد“

۲۵۔ نومبر ۱۹۳۳ء۔ ڈیرہ نواب (بہاولپور)

حساب دینے والے گھاٹے میں رہیں گے

شرعی سفر کا ذکر ہو رہا تھا۔ فرمایا بہاولپور سے ڈیرہ نواب تک شرعی سفر ہے۔ تین میل سٹیشن سے پہلے اور بعد اور ۳۳ میل ریل کا سفر بس ۳۶ میل ہوئے حضرت شاہ شہید اللہ صاحب نے کہہ دیں تقریباً ۳۶ میل ہو گئے۔ فرمایا ہمارا حساب سے کیا کام۔ حساب تو وہ کریں جو حساب دنیا چاہتے ہوں۔ ہم تو حساب دنیا ہی نہیں چاہتے۔ وہ کہیں گے کیا کیا کیا ہم کہیں گے کچھ بھی نہیں کیا۔ اب تو نالک ہے جہاں بھیج دے۔

اس کے بعد فرمایا حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں ایک شخص نے ۱۰۰ برس کی تھی۔ مرنے کے بعد فرشتوں سے کہا کہ لاؤ تم اس کو۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اسے دوزخ کے کنارے پر لے جاؤ۔ فرشتے اتنے دوزخ کے کنارے پر لے گئے جب گرم ہوا لگی تو پیاس کے مارے بیتاب ہو گیا۔ پانی مانگا تو کسی نے پانی نہ دیا جب بری حالت ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے فرمایا کہ اس سے کہو اگر اپنی سزا بھیر کی

نکیاں دیدے تو ایک پیالہ پانی کامل سکتا ہے۔ اس نے سنتے ہی کہا مجھے منظور ہے جلدی لاؤ۔ پانی لایا گیا۔ جب پنی چکا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تمام عمر کی عبادت تو ایک پانی کے پیالے کے عوض دیدی اور تم کو دنیا میں جو بے شمار نعمتیں ملی تھیں اس کا بدلہ کیا دو گے۔ اب اسے ہوش آیا اور عرض کیا کہ یا اللہ تو بڑا کریم ہے۔ مجھ سے خطا ہو گئی۔ میں کبھی تیرے شکر سے عہدہ برآ نہیں ہو سکتا۔ مجھے اپنے خالص رحم سے بخش دے۔ میرے پاس کچھ بھی نہیں ہے۔ اس کے بعد فرمایا جو لوگ حساب دینے کے لئے تیار ہیں بڑے گھائے میں رہیں گے۔ کچھ دیر خاموش رہنے کے بعد فرمایا کہ بہتر تو یہ ہے کہ کچھ نہ مانگے۔ کیونکہ جو شخص کوئی چیز طلب کرے گا۔ اس کا حساب دنیا پڑے گا۔ اور جو کچھ وہ بن مانگے عطا فرمائے گا۔ اس کی شان کے شایاں نہیں ہے کہ اس کا حساب طلب کرے۔ ہاں اوروں کے لئے مانگ سکتا ہے۔ اپنے لئے کچھ نہ مانگے۔

بکیم شوال ۱۳۶۳ھ - اجمیر شریف

تبلیغ دین کا صحیح طریقہ

آج عید کے دن حضرت اقدس درگاہ شریف ارکائی دالان

میں تشریف فرما تھے۔ ایک اور صاحب بھی خدمت میں حاضر ہوئے۔ انہوں نے کہا کہ فلاں جگہ پر ایک یونیورسٹی قائم کرنے کی تحریک ہو رہی ہے۔ جس میں لوگ کافی دلچسپی لے رہے ہیں۔ یہ بھی بتایا کہ اس یونیورسٹی میں تبلیغ کا کام بھی ہو گا۔ حضرت اقدس نے فرمایا کہ اول تو اس کا نام یونیورسٹی نہیں رکھنا چاہئے۔ مدرسہ یا دارالعلوم نام رکھنا چاہئے۔ یونیورسٹیوں نے تو مذہب کی جڑیں کاٹ کے رکھ دی ہیں۔ لوگ مغرب کی تقلید میں اندھے ہو گئے ہیں۔ حکم تو یہ تھا کہ اتنی رکعت نماز پڑھو اور اتنی رکعت نہ پڑھو۔ اور فلاں کام کرو اور فلاں نہ کرو۔ کیونکہ یہ کام عیسائی اور یہودی کرتے ہیں۔ لیکن آج کل جو کچھ دشمنان اسلام کرتے ہیں لوگ اندھا دھند اس کی تقلید کرتے ہیں یہ SYNDICATE اور SENATE اور پروفیسر سب مغرب کی تقلید ہے۔ اور جہاں تک تبلیغ کا تعلق ہے تبلیغ یونیورسٹی میں تھوڑی ہو سکتی ہے۔ پہلے زمانہ میں ایک صحابی کسی جزیرے میں چلے جاتے تھے اور تھوڑے عرصہ کے بعد پورا جزیرہ مسلمان ہو جاتا تھا۔ اب ہم ان لوگوں

سے دریافت کرتے ہیں کہ صحابہ کرام نے کون سی یونیورسٹیاں قائم کی تھیں اور کون سے
 رہائے نکالے تھے۔ ان میں وہ کیا بات تھی جو ہمارے اندر نہیں ہے۔ اور جو بات ان
 میں تھی ہم وہی کیوں حاصل نہیں کرتے۔ فرمایا تبلیغ کا کام تو خانقاہوں سے ہوتا ہے۔
 سن کمزور وارڈ نے کہا کہ ابوالاعلیٰ سوودی نے جو تحریک شروع کر رکھی ہے اس کے منتظمی
 تو وہ صاف صاف کہتے ہیں۔ کہ یہ صوفیائے کرام کے مساک کے خلاف ہے۔ حضرت ابو
 نے فرمایا کہ ابوالاعلیٰ کے فلسفہ کی بنیاد نجدیت پر ہے۔ یہ لوگ اپنے آپ کو اہل حدیث کہتے ہیں
 لیکن انہوں نے صرف صحاح ستہ کو لے رکھا ہے باقی تمام احادیث کو ترک کر دیا ہے اور اس
 میں سے بھی کسی کو ضعیف بتاتے ہیں اور کسی کو کچھ۔ اس پر اس آدمی نے کہا کہ صاحب میں کی
 جماعت تو بڑھتی جا رہی ہے۔ اور تمام پنجاب میں اس کا چرچا ہو رہا ہے۔ حضرت ابو
 فرمایا کہ پنجاب میں جو بھی چلا جاتا ہے۔ اس کو متقلدین مل جاتے ہیں۔ اس کی کچھ باتیں
 سب جماعتیں پنجاب میں پھیلی پھولی ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ پنجابی اپنے
 ہیں۔ لیڈر نہیں ہیں۔ اور دوسری بات یہ ہے کہ اگر کسی عقیدہ یا خیال کے لئے لوگوں میں
 ہو تو یہ اس عقیدہ کے صحیح ہونے کا ثبوت نہیں ہے۔ دنیا میں کثرت تو ہرگز ہوتی ہے۔
 اہل حقیقت تو اقلیت ہی میں ہوتے ہیں۔ کثرت سے مرعوب نہیں ہونا چاہئے۔
 جمہوریت | اسی طرح یہ جمہوریت بھی بالکل شیطانی چیز ہے۔ یہ کثرت کے لئے
 سے زیادہ ہیں اس لئے شیطان نے اکثریت کی حکومت کو خیال کرنا
 دلوں میں ڈال دیا ہے۔ تاکہ کفار کی حکومت ہو جائے۔ اکثریت کی حکومت
 ہے۔ یہی کہ جہل کی حکومت اہل حقیقت پر۔ یہ شیطانی نیت نہیں ہے تو اور کیا ہے۔
 اتباع عملی و حالی | اس کے بعد فرمایا کہ اسلام کی بنیاد اتباع ہے۔ اور
 ہے۔ اور اتباع دو قسم کا ہے۔ عملی اور حالی۔
 عمل کو تو دیکھتے ہیں اور حال کو نہیں جانتے۔ علم بڑھ جاتا ہے۔
 ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا مِّنْهُمُ لِيُتْلِيَ عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ
 آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ لَوْ لَوْ أَنَّهُمْ كَانُوا يَفْقَهُوا

بے علموں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ ان کو نشانیاں بتائیں۔ ان کا تزکیہ نفس کیا اور علم سکھایا۔ یہ علم سکھانا تزکیہ نفس کے بعد فرمایا ہے۔ لیکن یہ لوگ صرف علم ڈھک کر بڑے بڑے دعوے کرنے لگ جاتے ہیں۔

تصوف اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم | اس کے بعد اس شخص نے کہا کہ آجکل لوگ یہ اعتراض کرتے ہیں کہ صوفیائے کرام کی تعلیم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم کی تعلیم

علیہ وسلم کی تعلیم کے خلاف ہے۔ آپ نے فرمایا یہ بالکل غلط ہے۔ صوفیائے کرام کا ہر قول اور ہر فعل رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے قول و فعل کے عین مطابق ہے۔ تمام احادیث تصوف سے بھری پڑی ہیں۔ یہ جو مشائخ عظام خلافت اور اجازت دیتے ہیں۔ قرآن کے مطابق ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ **كَانَ عِيَاذَ اللَّهِ بِإِذْنِهِ**۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی اجازت سے اللہ کی طرف بتاتے ہیں۔ اور احادیث میں جس قدر حال بھرا ہوا ہے یہ لوگ کہاں جانتے ہیں۔ صرف صوفیائے کرام ہی کو اس کا علم ہے۔ اور اس پر عمل کرتے ہیں۔ دراصل الہیہ مشائخ تو صوفیائے کرام ہیں۔ یہ لوگ تو اہل باطل ہیں۔ آسمان آسمان احادیث پر عمل کرتے ہیں اور مشکل احادیث کو چھوڑ دیتے ہیں۔ ہم ان سے پوچھتے ہیں کہ کیا تمہارا طریقہ تعلیم رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ کے مطابق ہے۔

ایمان کی اصل تو یہ ہے۔ **وَالَّذِينَ آمَنُوا أَكْبَرُ حُبًّا لِلَّهِ**۔ یعنی مومنین کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ شدت سے محبت ہے۔ اور شہادتِ حب

کیا ہے؟ عشق۔ یعنی مومنین کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ عشق ہے۔ مومن اور عاشق میں کوئی فرق نہیں ہے۔ مومن وہی ہے جو عاشق ہے۔ یہ لوگ تو ظاہری افعال پر نظر رکھتے ہیں۔ اور کیفیات قلبی سے بے بہرہ ہیں۔ ہمارے مولانا صاحب سے کسی نے دریافت کیا کہ تصورِ شیخ کہاں تک جائز ہے۔ آپ نے فرمایا حدیث شریف میں ہے کہ ایک صحابی (حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ) کہتے ہیں کہ "گو یا میں دیکھ رہا ہوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کہ حکایت فرماتے ہیں۔ حال ایک نبی کا۔۔۔" یہ الفاظ "گو یا میں دیکھ رہا ہوں رسول اللہ کی طرف" اس حالت کی جانب اشارہ ہے۔ جو تصورِ شیخ کی حقیقت ہے۔ تصور بھی محبت کی ایک شاخ ہے۔

زرگوں کی تصانیف | دوسری بات یہ ہے کہ یہ لوگ جو دلائل دیتے وقت بزرگان دین کی کتابوں کا حوالہ دیتے ہیں۔ یہ نہیں جانتے کہ ہر شخص کی ابتدائی حالت اور ہوتی ہے اور انتہائی حالت اور ہوتی ہے۔ ترقی کرتے کرتے ان کی آخری حالت ابتدائی حالت سے بہتر ہو جاتی ہے۔ اب جو کتابیں وہ اوائل عمر میں لکھتے ہیں وہ ان کتابوں سے مختلف ہوتی ہیں۔ جو وہ آخر عمر میں لکھتے ہیں۔ خیالات اور عقائد میں زمین آسمان کا فرق ہوتا ہے۔ حضرت شاہ اسماعیل شہید رحم نے شروع شروع میں "تقویت الایمان" لکھی جس میں مولویت کا رنگ ہے اور علمائے ظواہران کی اس کتاب کو سند کے طور پر پیش کرتے ہیں لیکن آخر عمر میں آپ نے اپنی کتاب "منصب امامت" لکھی۔ اب تقویت الایمان اور منصب امامت کے عقائد اور خیالات میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ یہ لوگ پہلی کتاب کو ٹوٹے پتے ہیں۔ اور یہ نہیں دیکھتے کہ آخر میں آپ کے اندر کیا تبدیلی واقع ہو گئی۔ کسی شخص کے ابتدائی دور کی کتاب دیکھ کر اس سے اس کے عقائد کا اندازہ لگانا سراسر بے انصافی ہے۔

اس کے بعد فرمایا کہ اسی طرح مولوی محمد سعید بنارسی شروع مولوی محمد سعید بنارسی | میں ایلچی بیٹ تھے۔ لیکن بعد میں وہ ہمارے مولا صاحب کے مرید ہو گئے۔ فرمایا وہ کشمیری برہمن تھے۔ مناظرہ کے وقت کسی مسلمان سے مار گئے اور دل میں سوچا کہ میرے بار جانے کا مطلب یہ ہے کہ وہ حق پر ہے اور میں باطل پر۔ اس سے متاثر ہو کر وہ مسلمان ہو گئے۔ اس کے بعد بہت علم پڑھا اور گروہ المحدثین کے عقائد اختیار کر لئے۔ اور بنارس میں حدیث شریف کا درس شروع کر دیا۔ یہ المحدثین لوگ تقویٰ کو غلط سمجھتے ہیں۔ صرف قرآن اور حدیث کو مانتے ہیں۔ ان میں خامی ہے۔ ان کی حدیثیں اور حدیث کا مفہوم غلط لیتے ہیں۔ اگر ان کی صحیح رہنمائی کی جائے تو ان کے دل میں جب ہمارے مولا صاحب رحم حضرت مولانا شاہ وارث حسن صاحب نے بنارس میں حدیث کا درس دینا شروع کیا تو مولوی محمد سعید کے شاگرد ٹوٹ ٹوٹ ٹوٹ کر ان کی حالت آنے لگے۔ مولوی صاحب کو یہ بات برسی گئی۔ ایک دفعہ انہوں نے اپنے دل میں سوچا کہ معلوم نہیں

یہ شخص بیاہو کر رہے یا کیا ہے۔ میرے طالب علموں کو گمراہ کر رہا ہے۔ بہتر یہ ہے کہ ایک دن جا کر حیدر علی سوالات اس سے کروں گا۔ وہ لاجواب ہو کر خود بخود بھاگ جائے گا۔ یہ خیال کر کے آپ کے پاس گئے اور جا کر بیٹھ گئے۔ آپ نے دریافت فرمایا آپ کا کیا نام ہے۔ اور کیا کام کرتے ہیں۔ مولوی صاحب نے اپنا نام بتایا اور کہا کہ فلاں مقام پر بخاری شریف کا درس دیتا ہوں۔ فرمایا اچھا آپ بخاری شریف کا درس دیتے ہیں۔ کہا جی ہاں۔ اس کے بعد دریافت فرمایا کہ کتنے عرصہ سے آپ یہ کام کر رہے ہیں۔ جواب دیا چالیس برس سے۔ فرمایا اچھا چالیس برس میں کئے بارہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی ہے۔ انہوں نے کہا ایک دفعہ بھی نہیں ہوئی۔ حیران ہو کر فرمایا کہ ”ہیں چالیس برس سے درمیت کا درس دے رہے ہو اور ایک دفعہ بھی زیارت نہیں ہوئی اچھا آج رات زیارت ہو جائے گی۔ وظیفہ وغیرہ پڑھنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ صرف اس وجہ سے زیارت ہو جائے گی کہ آپ ایک درویش کے ہاں آئے ہیں۔ اب وہ جس بات کے لئے تیار ہو کر آئے تھے وہ رہ گئی۔ اور دل میں کہا کہ اچھا آج رات دیکھ لیتے ہیں۔ کل پھر اگر علی بحث شروع کریں گے۔ چنانچہ وہ گھر چلے گئے اور رات کو خواب میں دیکھا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھا رہے ہیں۔ اور اولیاء اللہ چھ صفت باندھے کھڑے ہیں۔ اور ان میں مولانا صاحب راج بھی ہیں۔ یہ دیکھ کر وہ نماز میں شریک ہونے لگے۔ لیکن کسی نے کہنی مار کر الگ کر دیا۔ دو بارہ کوشش کی لیکن اسی طرح دھکے دے کر کسی نے پیٹھ پر ہٹا دیا۔ جب تیسری دفعہ شامل ہونے لگے تو کسی نے اٹھا کر باہر پھینک دیا۔ اس سے وہ بیدار ہو گئے اور اپنے آپ کو پلنگ سے نیچے گرا ہوا پایا۔ اب وہ دوڑے ہوئے مولانا صاحب کی خدمت میں آئے اس وقت آپ اپنے حجرہ میں تھے۔ مولوی محمد سعید باہر دروازے پر کھڑے ہوئے زار و قطار رو رہے تھے۔ جس وقت حضرت مولانا صاحب وضو کے لئے باہر نکلے تو وہ پاؤں پر گر پڑے۔ آپ نے دریافت فرمایا کیوں بھائی کیسے آئے عرض کیا حضور مجھے بیعت کر لیجئے۔ چنانچہ آپ نے انہیں داخل سلسلہ فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ اس واقعہ کا ذکر کسی سے نہ کرنا اور تم بدستور سابق حدیث شریف کا درس دیتے رہو

اور جو کچھ میں بتاؤں چپکے سے کئے جاؤ۔ ورنہ لوگ اعتراض کریں گے۔ مناظرے ہوں گے جھگڑے ہوں گے اور اس میں وقت ضائع ہوگا۔ اس کے بعد فرمایا کہ جو لوگ مولوی محمد سعید سے واقف تھے وہ تو انہیں پہلے کی طرح اہل حدیث ہی سمجھتے تھے۔ انہیں کیا معلوم کہ ان کے اندر اس قدر تبدیلی ہوگئی ہے۔

توبہ سے اللہ کتنا خوش ہوتا ہے۔ | اس کے بعد فرمایا اگر آدمی اپنے گناہوں سے توبہ کرے تو اللہ تعالیٰ کو بہت خوشی ہوتی ہے۔

حدیث شریف میں اس کی مثال یوں بیان کی گئی ہے کہ اگر ایک آدمی ریگستان میں سفر پر جائے اور سفر کا سامان از قسم خور و نوش اونٹ پر باندھ کر ساتھ لے جائے۔ اور راستے میں کہیں آرام کی خاطر اترے اور سو جائے۔ جب اٹھے تو اونٹ نظر نہ آئے۔ اب وہ شخص ریگستان میں اکیلا ہے نہ کھانا ہے نہ پانی اور نہ کوئی آبادی ہے۔ جہاں جا کر پانی وغیرہ حاصل کر سکے۔ اب سخت مایوسی کی حالت میں وہ موت کے انتظار میں لیٹ جائے اور اچانک اونٹ بیچ سامان بچر سامنے آجائے اور خوشی کے مارے وہ پکار اٹھے یا اللہ تو میرا بندہ اور میں تیرا رب۔ حدیث شریف میں ہے کہ اپنا اونٹ اور سامان دیکھ کر اس آدمی کو جس قدر خوشی حاصل ہوئی۔ بندے کی توبہ سے اللہ تعالیٰ کو اس سے بھی زیادہ خوشی ہوتی ہے۔ اس پر حضرت اقدس نے فرمایا کہ یہاں بھی حال غالب آگیا حال پر۔ قال اگرچہ خللات شرع ہے۔ لیکن اس کے باوجود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تمثیلاً بیان فرمایا۔ فرمایا یہ لوگ الفاظ کو تو دیکھتے ہیں۔ لیکن معنی سے بالکل ناواقف ہیں۔ اور کیفیات تو معنی بھی نہیں ہیں۔ کیفیات کا تعاقب بطون سے ہے۔

اس کے بعد فرمایا کہ یونیورسٹیوں۔ تعلیم و تبلیغ اور دلائل و براہین کے پیش میں بنا۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ دلائل و براہین جانتے والا کوئی نہیں۔ اگر صرف دلائل و براہین سے کام چلتا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قدر اعلیٰ دلائل پیش کئے ہیں کہ ساری دنیا کو مسلمان ہو جانا چاہئے تھا۔ لیکن ایسا نہیں ہوا۔ اس کے علاوہ ایک اور چیز کا بھی حکم ملا ہے۔ اور وہ جہاد ہے۔ محض تقریر سے کام نہیں چلتا۔ کامیابی

حاصل کرنے کے لئے ڈنڈے کی بھی ضرورت ہے۔ محض یونیورسٹیوں سے کام نہیں بنے گا۔ اس کے بعد فرمایا کہ صوفیائے کرام کی تعلیم کا طریقہ بعینہ وہی ہے جو حضور سرور کائنات کا تھا۔ حدیث شریف میں ہے کہ ایک شخص رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور عرض کیا کہ میرے دل میں وساوس بہت آتے ہیں۔ اور اس سے میں تنگ آ گیا ہوں۔ آپ نے اس کے سینہ پر ہاتھ پھیرا تو فوراً اس کی حالت بدل گئی۔ اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) اب میں اپنے آپ کو سچا مسلمان پاتا ہوں ایک اور صحابی کو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی جگہ کا امام مقرر کیا اور فرمایا کہ وہاں چلے جاؤ۔ اب وہ صحابی رضا سوچنے لگے کہ اتنی قابلیت تو میرے اندر ہے نہیں کہ حق منصب ادا کر سکوں۔ چنانچہ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا تو آپ نے اپنی انگلی ان کی پیٹھ پر رکھی اور فوراً ان کے اندر ایک تبدیلی پیدا ہو گئی۔ اور وہ کہنے لگے کہ حضور اب میں اپنے کو امامت کے قابل پاتا ہوں۔

اللہ کو بندہ سے محبت | ایک دفعہ فرمایا کہ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایک مرتبہ کسی کے گھر میں آگ لگ گئی۔ ایک عورت

کابچہ مکان کے اندر رہ گیا تھا۔ وہ عورت دوڑتی ہوئی اندر گھس گئی اور اپنے بچے کو گود میں چھپا کر باہر لے آئی۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم وہاں موجود تھے۔ اس عورت نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کیا اللہ تعالیٰ کو میرے ساتھ اس سے زیادہ محبت نہیں ہے جتنی کہ مجھے اس بچے سے ہے۔ آپ نے فرمایا بے شک اللہ تعالیٰ کو میرے ساتھ اس سے زیادہ محبت ہے۔ یہ سن کر عورت نے عرض کیا کہ جب میں نے یہ گوارا نہیں کیا کہ یہ بچہ آگ میں جل جائے تو کیا اللہ تعالیٰ مجھے دوزخ کی آگ میں جلنے دے گا۔ یہ سن کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ اور فرمایا۔ لاؤ اللہ! لاؤ اللہ! لاؤ اللہ! یعنی خدا کی قسم نہیں! خدا کی قسم نہیں! خدا کی قسم نہیں!

اس کے بعد فرمایا ایک صحابی رضی اللہ عنہما آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر

تھے۔ ان کا لڑکا ساتھ تھا اور وہ اس کو پیا کر رہے تھے۔ آپ نے دریافت فرمایا کہ ہتھیں اس سے بہت محبت ہے۔ اس نے عرض کیا۔ جی ہاں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) آپ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کو تمہارے ساتھ اس سے بھی زیادہ محبت ہے جتنی تم کو اپنے لڑکے سے ہے۔ اس کے بعد حضرت اقدس نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ اس قدر محبت کرتا ہے تو کیوں ہم اس سے غفلت کریں۔

فرمایا ایک صحابی رضہ سے عصر کی نماز قضا ہو گئی۔ فرمانے لگے کہ میرا لڑکا مر جاتا تو مجھے اتنا افسوس نہ ہوتا۔ جتنا کہ نماز کے قضا ہو جانے سے ہوا ہے۔

حضرت اقدس نے فرمایا پابندی نماز کا ایک فائدہ تو یہ ہے کہ جب آدمی مرے گا۔ قبر میں اس کو عصر کا وقت معلوم ہوگا۔ خواہ اس کو رات کے وقت دفن کیا جائے۔ یا صبح سویرے۔ جب منکر نکیر آکر دریافت کریں گے کہ مَرَجَ كَرِيْمًا - مَاتَ بِبَيْتِكَ۔ تو وہ آدمی کہے گا کہ ٹھیرو عصر کا وقت جا رہا ہے۔ پہلے میں نماز پڑھ لوں۔ پھر تمہارے سوال کا جواب دوں گا۔

انوار تجلیات | ایک دفعہ تجلی کا ذکر ہو رہا تھا۔ ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندے پر جس قسم کی تجلی چاہتا ہے۔ فرماتا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر آگ کی شکل میں تجلی ہوئی۔ اور درخت سے آواز آئی۔ ”إِنِّي أَنَا اللَّهُ“ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اُمُرُؤ کی شکل میں تجلی ہوئی۔ صبح اور بلج۔ وہ بڑی شان کی تجلی تھی اس کے بعد فرمایا کہ سالک کے لئے بہترین تجلی وہ ہے۔ جو اس کی اپنی صورت میں ہو یا شیخ کی صورت میں ہو۔ شیخ کی شکل میں تجلی سالک کے لئے

فرمایا حضرت حاجی اداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ جب تشریف لائے تو روضہ اقدس پر مراقب تھے۔ تو روضہ کے اندر سے حضرت خواجہ صاحب نے انہیں لوتی لے کر حضرت حاجی صاحب کے پیر شریف لائے۔ اور حاجی صاحب کے سر پر دستار باندھی اور فرمایا کہ تم قطب مکہ ہو۔ اس وقت مدینہ منورہ میں مغرب (مراکو) کے ایک بزرگ

رہتے تھے۔ جو چالیس برس سے وہاں مقیم تھے۔ ازرب جب حرم شریف کا دروازہ کھلتا آکر چپ چاپ بیٹھ جاتے۔ صرف قرآن شریف پڑھتے۔ یا فرض نماز سنتیں نہیں پڑھتے تھے۔ اور سنتیں کیا پڑھتے جبکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حضوری حاصل تھی۔ جب دروازہ بند ہو جاتا وہ اٹھ کر چلے جاتے۔ جس وقت حضرت حاجی صاحب کے سر پر اس طرح دستار باندھی گئی تو ان بزرگ نے حضرت حاجی صاحب کے پاس آکر قطب مکہ ہونے کی مبارکباد پیش کی اور یہ بھی فرمایا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ جنہوں نے آپ کے شیخ کی صورت میں آکر آپ کے سر پر دستار باندھی۔

روح کی طاقت اور زندگی | ۲۔ سوال ۳۶۳ مطابقت ۲۰ ستمبر ۱۹۲۲ء

آج قبل دوپہر حضرت اقدس نے احتقر کو طلب فرمایا۔ ایک پہلوان حضرت کی خدمت میں بیٹھا ہوا تھا۔ اور کسی شہور پہلوان کے لڑکے کی موت کا ذکر ہو رہا تھا۔ آپ نے فرمایا وہ لوگ جن کی رو میں طاقتور ہوتی ہیں ان کے جسم خواہ کمزور اور نحیف کیونتی ہوں اکثر زیادہ دیر تک زندہ رہتے ہیں۔ ہاں اگر کوئی ACCIDENTE (حادثہ) پیش آئے تو اور بات ہے۔ اور طاقتور جسم والوں کی رو میں اکثر کمزور ہوتی ہیں۔ اس لئے وہ جلدی مر جاتے ہیں۔

فتح ہندوستان کے متعلق | اس کے بعد جناح گاندھی ملاقات کا ذکر ہونے لگا۔ فرمایا۔ ۲۱ ماہ رمضان شریف کو جناح نے چھٹی منائی۔ اس کے علاوہ تباہی کو بھی چھٹی منائی۔ اور عید کے دن بھی۔ اس سے تو اسلام کا غلبہ نظر آتا ہے۔ اور ہو گا بھی اسی طرح۔ ہمیں معلوم ہوا ہے کہ اخیر میں مسلمان فتحیاب ہوں گے اس سے پہلے مصائب کا نزول تو ضرور ہو گا۔ لیکن آخر میں مسلمان ہی فتح پائیں گے فرمایا ہم نے ایک خواب دیکھا ہے کہ ایک غدر کی حالت قائم ہے۔ اور جامع مسجد دہلی پر انگریزوں کا قبضہ ہے (انگریزوں سے مراد دشمن ہے) اور میناروں پر انہوں نے مشین گنیں اور توپیں لگا رکھی ہیں۔ تاکہ تمام شہر کو آڑ دیں۔ ہم بھی مسجد کی دائیں جانب جہاں تبرکات ہیں کھڑے ہوئے ہیں اور دیکھ رہے ہیں کہ مسجد میں گورے لوگ بوٹ

پہنے ہوئے پھر رہے ہیں۔ تھوک رہے ہیں اور سنگریٹ پھینک رہے ہیں اور بہت سے ادنیٰ
 کر رہے ہیں۔ ہم نے خیال کیا کہ اب چل کر دکھیں کہ اور جگہوں پر کیا ہو رہا ہے۔ ظاہر طور
 پر تو جا نہیں سکتے تھے۔ ہم نے دیکھا کہ نیچے ایک درخت ہے جس کی شاخیں اوپر مسجد
 تک پھیلی ہوئی ہیں۔ ہم ان شاخوں کو پکڑ کر درخت پر چڑھ گئے اور پھر درخت کے تنے
 تک پہنچ کر نیچے اتر گئے۔ اور ایک دروازہ سے شہر کے باہر چلے گئے۔ آگے چل کر دیکھا
 کہ ایک مزار ہے جس کا نقشہ حضرت نصیر الدین چراغ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار کا
 سا ہے۔ درمیان میں مزار ہے اور باہر کھلی جگہ ہے۔ جہاں ہم جا کر بیٹھ گئے وہاں
 ایک ہندو لڑکا آیا اور چابیاں صاحب مزار کے حوالہ کر دیں۔ اور صاحب مزار کے وہ
 چابیاں ہمیں دیدیں۔ اس کے بعد جب ہم باہر گئے تو نقشہ ہی پورا ہوا تھا۔ وہی چابیاں
 جھاڑیوں میں چھپ چھپ کر جان بچا رہے ہیں۔ اور دیہاتی لوگ ٹنڈے سے لے کر چلے
 ہوئے ان کے پیچھے دوڑ رہے ہیں۔ یہی نظر آتا تھا کہ بس ایک ڈنڈا ایک میاں کے سر پر
 ملا وہ وہیں گرا۔ اور دوسرے کے پیچھے بھاگے۔ اس خواب سے ہم نے پتہ چھری کی کھوپڑی
 مندر لڑکا کا ہندوستان ہے جس نے اپنی چابیاں صاحب ولایت کے حوالہ کیں۔ انہوں
 نے وہ چابیاں ایک سلمان کے حوالہ کر دیں۔ اس سے ظاہر ہے کہ پورے ہندوستان میں لوگوں کو
 قبضہ ہو چکا۔ لیکن جامع مسجد پر گوروں کے قبضہ سے معلوم ہوتا ہے کہ فتح سے پہلے مسجد
 کافی آزمائش ہوگی۔ احقر نے عرض کیا کہ فتح سے قبل جس قدر مصائب سے لوگوں کو اور چار
 ہونا پڑے گا اس کا ثواب بھی انہیں ملے گا؟ فرمایا ہاں ثواب بھی ملے گا۔ مگر اس کا ثواب
 گے شہید ہوں گے اور مرتے ہی فوراً جنت میں چلے جائیں گے۔ درمیان میں
 جگہ نہ ہوگی۔ بس سیدھے جنت میں جائیں گے۔ گویا یہاں ٹنڈے اور
 گئے۔ اس کے بعد فرمایا کہ انسان کو چاہئے اپنے دل میں کچھ نہ ہو۔ اور
 وقت معین ہے اور وہ اپنے وقت پر آئے گی۔ نہ ایک ماہ جنت ہے نہ ایک دن
 اوپر سے بول کی بات کیوں نہ ہو رہی ہو۔ اگر زندگی ہے تو بول کی بات کی زندگی
 آئے گا۔ اگر وقت آگیا تو گھر بیٹھے مر جائے گا۔ جب موت کا ایک وقت معین ہے۔

ہر وقت موت سے ڈرنے کی کیا ضرورت ہے۔ انسان کو چاہئے کہ اللہ کی راہ میں جان و سہ کر
شہید ہو جائے اور ہمیشہ کی زندگی حاصل کرے۔

اس کے بعد رمضان شریف کا ذکر ہونے لگا۔ فرمایا اس
وقت ہم نے تین ہفتوں کی کسرت نکالی ہے اور کسی

تندرستی میں بیماری کی کسرت

کے خط کا جواب نہیں دیا۔ لیکن یہ خط تو پڑھتے بھی نہیں ہیں۔ چھوٹے خط پڑھ کر رکھ
دیئے ہیں۔ گذشتہ رمضان میں ہماری طبیعت خراب تھی۔ اس سے پہلے رمضان میں
بھی ہم نے بیماری کی وجہ سے روزے رکھے تھے۔ تم لوگ شرا و سح پڑھتے تھے
اور ہم پیچھے رہتے تھے۔ اب کے خوب کسرت نکالی ہے۔ اب اس کی تکان محسوس ہو رہی
ہے۔ غرض تکب آرام نہیں ملے گا۔ غرض کے بعد آرام کرنے کا وقت ملے گا۔ آٹھ دن
دن آرام کر کے پھر سفر کی تیاری کریں گے۔

۳۔ شوال ۱۳۹۲ھ

مراتبِ فنا

آج حضرت اقدس اپنے کمرہ میں تشریف فرما تھے۔ احقر نے عرض کیا کہ
فنا سب کے لئے کیسا ہے یا ہر ایک کے لئے مختلف مدارج ہیں۔ ارشاد فرمایا کہ فنا
ہر شخص کی استعداد کے مطابق ہوتی ہے۔ چونکہ لوگوں کی استعداد مختلف ہوتی ہے۔
اس لئے ہر شخص کا درجہ فنا بھی مختلف ہوتا ہے۔

اس کے بعد مزارات کا ذکر ہونے لگا۔ فرمایا کہ جتنا
مزار پرانا ہوگا۔ نسبت بھی اتنی ہی گہری اور قوی

نسبت سے زمانہ کی پہچان

ہوگی۔ اور نسبت کی گہرائی سے صاحبِ مزار کے زمانہ حیات کا پتہ لگا جا سکتا ہے
اس سے معلوم ہو جاتا ہے کہ آیا یہ مزار چار سو برس کا ہے، سات سو برس کا ہے یا ہزار
برس کا ہے۔ لیکن بعض اوقات یہ ہوتا ہے کہ ایک پچاس برس کا مزار بھی پانچ سو برس
کا معلوم ہوتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ صاحبِ مزار کی نسبت بہت قوی ہوتی ہے۔

اس کے بعد معراج شریف کا ذکر ہونے لگا۔ حاضرین
میں سے ایک صاحب نے عرض کیا کہ ایک

معراج شریف اور مکان و زمان

دو مختلف زاویوں سے دیکھنے کا نتیجہ ہے۔ ورنہ دونوں سلاخیں لمبائی میں برابر ہیں۔ اسی طرح یہ جہان بھی ایک خاص زاویہ سے دیکھنے سے ایسا نظر آ رہا ہے۔ ورنہ درحقیقت یہ ایسا نہیں ہے۔ وہ کہتا ہے اگر ہم ایک ایسی ٹرین میں سوار ہوں جس کی رفتار ساٹھ میل فی گھنٹہ ہے اور اس کے ساتھ ساتھ ایک ایسی ٹرین چل رہی ہے۔ جس کی رفتار تیس میل فی گھنٹہ ہے تو وہ دوسری ٹرین الٹی جانب جاتی ہوئی نظر آئے گی۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ وہ ٹرین بھی اسی سمت میں تیس میل فی گھنٹہ کی رفتار سے دوڑ رہی ہے۔ اسی طرح ٹرین میں سے درخت بھی الٹی جانب دوڑتے نظر آتے ہیں۔ حالانکہ وہ اپنی جگہ پر مضبوطی سے قائم ہیں۔ اسی طرح اقلیدس کی جیومیٹری کی بنیاد خط مستقیم پر ہے۔ لیکن آئین شائین کہتا ہے کہ دنیا میں خط مستقیم کا سرے سے وجود ہی نہیں ہے۔ ان کے نزدیک ساری کائنات منحنی یعنی ٹیڑھی ہے۔ خط مستقیم کہیں نہیں ہے۔ اس کے بعد فرمایا کہ یورپ اب بالکل تیار ہے۔ بس تھوڑے سے کام کی ضرورت ہے۔ صرف ایک تیلیگراف لگائی جاوے۔ فوراً کام بن جائے گا۔

ایک دفعہ ارشاد فرمایا کہ ہندوؤں کے پیشوا بھی صاحب نسبت تھے کرشن کو نسبت عشق حاصل تھی اور کرشن اور رام | انیسویں کشنہ دنوار کا غلبہ تھا۔ یہ کہتے ہوئے تبسم فرمایا۔ اس کے بعد فرمایا کہ کچھمن کا درجہ رام سے بڑھا ہوا تھا۔ جب رام اور سیتا بن باہمی ہو گئے۔ تو کچھمن ان کو ملنے کے لئے جنگا رہیں گئے۔ جب سیتا کو راہوں لے گیا۔ تو سیتا جاتے جاتے راستے میں اپنے زیور ایک ایک کر کے پھینکتی گئی۔ اس خیال سے کہ رام کو معلوم ہو جائے کہ کس طرف گئی ہے۔ رام اور کچھمن سیتا کی تلاش میں نکلے تو راستہ میں ایک زیور ملا۔ رام نے کچھمن سے دریافت کیا کہ کیا یہ سیتا کے پاؤں کا زیور نہیں ہے؟ اس نے جواب دیا کہ میں نے تو عمر کچھ سیتا کے پاؤں کی طرف نہیں دیکھا۔ معلوم نہیں اس کا زیور ہے یا نہیں۔ فرمایا کچھمن اپنی بھانجی کا اس قدر احترام کرتا تھا کہ نہ کبھی اس کے پاؤں کی طرف دیکھا اور نہ منہ کی طرف۔ اس کا استغراق بڑھا ہوا تھا۔

اس کے بعد حضرت مولانا روم علیہ الرحمۃ کا ذکر ہونے لگا۔ حضرت مولانا روم کا مرید ہونا | فرمایا کہ ایک بزرگ قونیہ رتر کی میں ایک شہر ہے، جہاں حضرت مولانا روم کا مزار ہے، تشریف لے گئے۔ وہ بیان فرمایا کرتے تھے کہ مولانا روم

وہاں سمجھا دیا جائے گا۔ اور وہی کا وقت مت ضائع کرو۔ طالب علم خاموش ہو گیا۔ یہ دیکھ کر حضرت شمس تبریزؑ نے کہا "اس کی تسلی کیوں نہیں کر دیتا" یہ سن کر مولانا نے کہا کہ اچھا آپ بول رہے ہیں۔ ذرا مہینت تو ملاحظہ کیجئے۔ مسجد میں بیٹھ کر بانسری بجا رہے ہیں۔ خلافت شرع حرکتیں کر رہے ہیں۔ اور ان کی باتیں دیکھئے۔ حضرت شمس تبریزؑ نے کہا اچھا اگر میری حرکتیں غلط شرع آپ تو سمجھتے اس کی سزا دو۔ ورنہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے دربار میں آپ جواب دہ ہوں گے۔ اب مولانا نے کو غصہ کیا اور طالب علموں کو حکم دیا کہ ان کو ستون سے بانڈھو اور کوڑے لگاؤ۔ حضرت شمس تبریزؑ فوراً ایک ستون سے لپٹ گئے۔ اور طالب علموں نے رستی سے باہر نکل کر دیکھا۔ وہ رستی ڈالے، تو رستی آپ کے جسم کو گھیرے میں نہیں لیتی تھی۔ اور باہر آجاتی تھی۔ یہ سمجھ کر شمس کی آنکھیں لپکتی رہیں۔ لیکن رستی ان کے جسم کے ساتھ نہ رکی۔ سب حیران رہ رہ گئے۔ انہوں نے کہا اچھا اب اس ستون میں رستی ڈالو۔ لیکن رستی نے ستون کو بھی نبول نہ کیا۔ اب حضرت شمس تبریزؑ نے اس طالب علم کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ تم نے دیکھا یا۔ جن کے غلامان غلام کے ادنیٰ غلام میں یہ بات ہے تو اس برتر ہستی کی کیا شان ہوگی۔ اس طرح معراج میں تشریف لے گئے۔ اس کے بعد کہتے ہوئے باہر نکل گئے کہ کوڑے تو ہمیں کوئی کیا لگوائے گا اور مولاناؑ نے فرمایا کہ وہ علم کا یہ حال ہوا کہ انہوں نے درس بند کر دیا۔ کتاہیں لٹا دیں۔ اور حضرت شمس تبریزؑ صاحب کی تلاش میں نکلے۔ کابل ایک سال کی تلاش کے بعد ایک میلے پر بیٹھے ہوئے ملے۔ آپ دیکھتے ہی قدموں ہوس گئے۔ اور عرض کی کہ آپ نے جس علم کی ابجد پڑھا دی ہے اس کی تکمیل بھی فرمادیں۔ چنانچہ حضرت شمس تبریزؑ نے ان کے دونوں کانوں میں بانسری بجا کر نسبت متقل کر دی۔ مولاناؑ نے یہ سلسلہ میں سر دیکر سنے کا یہی طریقہ ہے۔ حلقہ ذکر میں بھی بانسری بجائی جاتی ہے۔ لوگ دائرہ بنا کر کھڑے ہوتے ہیں۔ جب بانسری بجائی جاتی ہے تو لوگ مخصوص انداز میں رقص کرتے ہوئے ذکر کرتے ہیں۔

ایک مشہور سوال اور حضرتؑ کا جواب

اس کے بعد فرمایا کہ لوگ اکثر لفظی الجھن میں پھنس کر اعتراض کر دیتے ہیں۔ اگر ان کی لفظی الجھن دور کر دی جائے تو فوراً راہ راست پر آجاتے ہیں۔ فرمایا ایک دفعہ ہم گوالیار جا رہے تھے۔

جانے سے پہلے ہم نے اپنے ایک دوست کو تار و باکہ فلاں تاریخ کو ہم کو ہم کہہ دیا
ان کے ملنے والوں میں ایک ہندو مہیڈا سطر تھا۔ جو بہت متعصب اور اکثر بنزد تھا۔
اس نے اسلام کا مطالبہ بھی کیا تھا اور بہت اعتراض توجہ کر کے تھے۔ جب ہمارے
دوست نے اس سے ہمارا ذکر کیا تو وہ کہنے لگا اچھا ہم ان سے نہیں لگے اور ان کی
خوب خبر لیں گے جب ہم وہاں پہنچے تو ہمارے دوست سے ہمیں اس مہیڈا سٹر سے
متعلق آگاہ کیا۔ ہم نے کہا اچھا جب وہ آئے تو اشارہ کر دیتا۔ و و رات کو کھانا کھانے
کے بعد آیا اور آکر بیٹھ گیا۔ ہمارے دوست سے ہم نے کہا کہ مہیڈا سٹر سے ہم نے
گے یا ویر سے۔ ہم نے کہا۔ اگر حضرت غوث گویا کی روح کا مزار خرمیہ صوبہ ٹبرستان
وہ کرناشتہ کریں گے۔ اور اگر دور صوبہ اوریسا کی راجن پور میں ہے تو پھر
کر کے چلیں گے۔ انہوں نے کہا حضرت غوث گویا کی روح کو پھر نہایت
ورمیان ہیں۔ اگر اندھیرا نہ ہوگا تو یہاں سے نظر آجاتا ہے۔ مہیڈا سٹر کے پاس
وینے کے بعد کریں۔ اس کے بعد انہوں نے کہا کہ ہمارے دوست سے ہم نے
آپ سے ملنے کا بہت شوق تھا۔ پھر پھر ملنے کے لئے وہاں گیا۔ اس وقت
آپ سے ایک سوال پوچھنا چاہتا ہوں۔ ہم نے کہا کہ ہاں بیٹے۔ میں نے پوچھا
بعد روح او جسم کے۔ ان کی تعلق جوتاسینہ۔ پھر ہم نے کہا کہ سوال سے والا
اپنے سوال کا پورا جواب دیتا ہے۔ آپ بیٹے ابھی تو رہا ہے۔ ہم نے کہا کہ ہاں
سب اور سوچتے تھے کہ سوال کر سب سے ہیں۔ اس سے کہا کہ ہاں۔ پھر ہم نے
کہا۔ آپ کے سوال پر انہیں بیہوش کر دیا۔ وہ کہتے ہیں کہ وہ کہتے ہیں
ظاہر ہے کہ آپ روح نہیں اور دوست کہ حقیقت سے کہتے ہیں۔ ان سے ہم نے
روح کی حقیقت بتائی۔ ہم میں کر دوست کا کہنا تھا کہ ہاں ہاں ہاں ہاں ہاں ہاں
سے ہم نے یہ دیکھنا چاہتے۔ سوال کریں۔ پھر ہم نے کہا کہ ہاں ہاں ہاں ہاں
کہہ کر۔ اور پھر اس کے بارے میں ہم نے کہا کہ ہاں ہاں ہاں ہاں ہاں ہاں
چار ہوتے ہیں یا پھر پیرا ہوئے۔ ہمارے دوست سے ہم نے کہا کہ ہاں ہاں ہاں ہاں ہاں ہاں

لگا کہ آپ کا بہت مشکور ہوں۔ آپ نے بہت اچھی بات کہی۔ میں کل کچھ حاضر ہوں گا۔ یہ کہہ کر چلا گیا۔ اس کے بعد فرمایا کہ علم مناظرہ میں ضروری ہے کہ پہلے سوال پر غور کر لیا جائے۔

اس کے بعد فرمایا کہ **شاہ** میں ایک قاضی صاحب تھے کشف قبور پر دیکھیں مکالمہ | جو بہت کھڑے تھے۔ ایک دفعہ والد مرحوم کے پاس آئے۔ اور کہنے لگے کہ یہ صوفی صاحبان جب مزارات پر جاتے ہیں اور متوجہ ہوتے ہیں تو شیطان صاحب مزار کی شکل میں آکر ان سے گفتگو کرتا ہے۔ اور وہ خیال کرتے ہیں کہ ہمیں کشف ہوا ہے۔ اور صاحب مزار نے ہمارے ساتھ بات چیت کی ہے۔ میں نے قاضی صاحب سے مخاطب ہو کر کہا کہ میرے پاس اس کا جواب ہے۔ لیکن میں قاضی صاحب سے کہوں گا۔ آپ سے نہیں کہتا۔ قاضی صاحب نے کہا میں قاضی ہوں تو سب سے بڑا ہوں۔ میں نے کہا قاضی صاحب تو اپنے مکان پر سو رہے ہیں۔ وہ کب اس وقت یہاں آئے گا۔ اسے دیکھیں۔ یہ تو شیطان ہے جو قاضی صاحب کی صورت اختیار کر کے یہاں آیا ہوا ہے۔ یہ سن کر وہ ہمارے والد صاحب سے کہنے لگے کہ دیکھئے آپ کا لڑکا مجھے شیطان کہتا ہے۔ والد صاحب خوب ہنسے۔

اس کے بعد فرمایا کہ شاہ عبدالعزیز صاحب کے **شاہ عبدالعزیز صاحب کی بصیرت** | پاس پوری لوگ اعتراض لے کر بہت آتے تھے

ایک پوری آیا اور کہنے لگا کہ دو آدمی ہوں جن میں سے ایک سویا ہوا ہو اور دوسرا کھڑا ہو تو راستہ سے دریافت کرنا چاہئے۔ آپ نے فرمایا کہ سوئے ہوئے سے۔ کیونکہ جو کھڑا ہے۔ وہ بھی اسی لئے کھڑا ہے کہ وہ شخص اٹھے اور وہ شخص اس سے راستہ دریافت کرے۔ ایک اور پوری آپ کی خدمت میں آیا اور دریافت کیا کہ اوپر والے کی قدر و منزلت زیادہ ہوئی ہے یا نیچے والی کی۔ آپ نے فرمایا کہ نیچے والے کی۔ کیونکہ جڑ نیچے ہوتی ہے۔ اور شاخیں اوپر۔ اور اصل جڑ ہے نہ کہ شاخ اور پتے۔

ایک دفعہ کلکتہ کے بڑے بشپ (BISHOP) آئے اور چیف کمنشنر دہلی سے کہا

کہ میں شاہ عبدالعزیز صاحب کے ساتھ بحث کرنا چاہتا ہوں۔ اس نے کہا کہ شاہ صاحب کے ساتھ بحث کرنا کوئی آسان کام نہیں ہے وہ کئی پادریوں کو شکست دے چکے ہیں۔ بڑے عالم و فاضل آدمی ہیں۔ لیکن وہ نہ مانے، اب چیف کمشنر نے کہا اچھا اگر آپ جیت گئے تو میں آپ کو پانچ سو روپیہ دوں گا۔ اور شاہ صاحب کو پانچ سو روپیہ دوں گا۔ اس نے کہا بہت اچھا خیر وہ شاہ عبدالعزیز صاحب کی خدمت میں چلے گئے اور جا کر کہا کہ آپ لوگ کہتے ہیں کہ ہمارے پیغمبر علیہ السلام خدا کے حبیب ہیں۔ کیا یہ سچ ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں سچ ہے۔ کہنے لگا کہ اگر وہ خدا کے دوست ہوتے تو جب ان کے لواحق کے گلے پر چھری چلائی جا رہی تھی تو کیوں نہ انہوں نے خدا کے پاس جا کر ان کی جان بچوائی۔ شاہ صاحب نے فرمایا۔ وہ گئے تو تھے لیکن وہاں دیکھا کہ اللہ میاں خود اپنے اکلوتے بیٹے کے غم میں رو رہے ہیں۔ آدمی سمجھ رہا تھا کچھ بولے نہیں واپس چلے آئے۔ وہاں شب خفیف ہو کر اسی وقت دہلی سے بیلا گیا چیف کمشنر سے بھی نہیں ملا اور بیرے کے ہاتھ پانچ سو روپے بھجوا دیئے۔

اس کے بعد فرمایا کہ شاہ عبدالعزیز صاحب کو گھوڑوں کا بہت شوق تھا۔ اور گھوڑوں کی شناخت میں آپ ماہر تھے۔ لوگ آپ سے مشورہ سے کر گھوڑے خریدتے تھے۔ جب آپ کی بیٹائی جاتی رہی تو لوگ گھوڑا لاکر آپ کے پاس چلاتے تھے اور پائوں کی آہٹ سے آپ بتا دیتے کہ گھوڑا اچھا ہے۔ یا اس میں کوئی نقص ہے۔

اس کے بعد فرمایا کہ ایک دفعہ سندھ طالب علم لڑکا لڑکی میں بیٹھ کر دہلی آ رہے تھے اور جیسا کہ ان کی عادت ہے آپس میں بحث و مباحثہ کرتے تھے۔ بحث کا موضوع یہ تھا کہ خدا تعالیٰ کی ہستی کے کیا دلائل ہیں۔ کیا قرآنی بان ہیں تو سنتا رہا۔ جب سو رومل سے نکلا آیا تو کہنے لگا کہ کانیں کانیں کر کے کان کھانا لے ہیں۔ بھلا یہ تو بتاؤ کہ کھانا کھانا؟

طالب علموں نے بہت سمجھایا کہ اللہ مذہب و ملت سے بالاتر ہے۔ اس کے دلائل اس پر عامد نہیں ہوتے۔ لیکن وہ جاہل تھا، دلائل اس کے کہہ رہے تھے اس اور برابر ہی کہتا رہا کہ میرے سوالوں کا جواب دو تو جانوں۔ جب دہلی پہنچے تو معاملہ شاہ عبدالعزیز صاحب کے پیرو ہوا۔ آپ نے گاڑی بان سے دریافت کیا کہ کیا آپ سب سے ہو گاڑی بان نے کہا، حضور

ہماری سمجھ میں نہیں آوتی ہے کہ پر ماتما ہندو ہے کہ مسلمان۔ شاہ صاحب نے جواب دیا کہ جو ہندو ہوتے تو گتو ہتیا نہ ہونے دیتے۔ گاڑی بان نے کہا کہ ہماری سمجھ میں آگوا ہمکا بھی مسلمان بنائی تو۔

ایک رات ارشاد فرمایا

حضرت شاہ عبد العزیز رحمہ اللہ کے زمانہ میں ایک شخص نے غصہ میں آکر اپنی بیوی سے کہا کہ اگر تم اپنے والد کے گھر گئیں تو تم کو تین طلاق۔ چنانچہ اس بیچاری نے اپنے والد کے گھر جانے کی ہمت کر لی۔ ایک دفعہ اس کا والد بہت بیمار ہوا اب وہ والد کے گھر نہیں جاسکتی تھی۔ سبر کر کے اپنے گھر میں بیٹھ رہی۔ خبر آئی کہ وہ قریب المرگ ہے۔ پھر بھی وہ گھر سے باہر نہ گئی۔ حتیٰ کہ کسی نے آکر خیر دی کہ وہ فوت ہو گیا۔ اب اس سے نہ رہا گیا اور چلی گئی۔ جس وقت اس کا خاوند گھر آیا تو معلوم ہوا کہ اس کی بیوی اپنے والد کے گھر چلی گئی ہے۔ اب وہ گھرایا۔ کیونکہ اس سے طلاق لازم آتی تھی۔ علماء و مسلمانوں سے دریافت کیا۔ سب نے یہی کہا کہ طلاق ہو گئی۔ اب چونکہ تین طلاق سے چھٹا تھا۔ اس کے بعد بغیر ہلالہ نکاح نہیں کر سکتا تھا۔ بہت پریشان ہوا۔ اسی لئے تین طلاق بیک وقت و بنا سخت منع ہے۔ خیر کسی نے اس سے کہا کہ شاہ عبد العزیز صاحب کی خدمت میں جاؤ امیر ہے وہ کوئی اچھا عمل نکالیں گے۔ کہنے لگا کہ کیا ان کی شریعت کوئی اور ہے؟ وہ بھی یہی کہیں گے۔ لیکن جب لوگوں نے بہت مجبور کیا تو چلا گیا اور جا کر پوری کیفیت بیان کی۔ آپ نے فرمایا کہ گھر کے آؤ طلاق نہیں ہوئی۔ اس نے عرض کیا۔ حضور تمام علماء نے فتویٰ دیا ہے کہ طلاق ہو گئی ہے۔ اور آپ فرماتے ہیں کہ طلاق نہیں ہوئی۔ آپ نے فرمایا جاؤ علماء کو بلا لاؤ۔ چنانچہ جن جن علماء سے اس نے فتویٰ لیا تھا۔ سب کو بلا کر لے آیا۔ جب سب لوگ جمع ہو گئے تو آپ سے فرمایا کہ اس شخص نے یہ کہا تھا کہ "اگر تم اپنے والد کے گھر گئیں تو تم کو تین طلاق"۔ حسب عورت وہاں پہنچی ہے اس وقت والد کا انتقال ہو چکا تھا۔ لہذا والد کا گھر نہیں جانا سکتا اس کے ورثہ کا گھر تھا۔ پھر طلاق کہاں ہوئی۔ فرمایا یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ اپنے بزرگ سے یہ بصیرت عطا فرماتا ہے۔ فرمایا کہ تعزیر کے جلوس سے انگریز بہت ڈرتے تھے۔ وجہ یہ ہے کہ اس میں تلواریں وغیرہ استعمال کی جاتی ہیں اور مارشل اسپرٹ (فوجی جذبہ

پیدا ہوتا ہے۔ ایک دفعہ شاہ عبدالعزیز صاحب نے فتویٰ دیا کہ تعزیر یہ نکالنا بہشت ہے جب وہی کے چہن کشتہ نے سنا تو آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور دریافت کیا کہ کیا آپ نے یہ فتویٰ دیا ہے۔ فرمایا اگر تو پوچھنے آیا ہے تو میں یہ کہوں گا کہ تعزیر یہ نکالنا نہ حق ہے۔

اس کے بعد حضرت شاہ عبدالقدوس گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر

شاہ عبدالقدوس گنگوہی

ہونے لگا۔ فرمایا کہ آپ کو قرالی کا بہت شوق تھا اور اکثر وحیوں

آکر رقص کیا کرتے تھے۔ اس زمانے میں حضرت جلال الدین تھانیسریؒ ایک بیت پڑھے۔ ناظم تھے اور مرید ہونے سے پہلے تھانیسری میں درس دیا کرتے تھے۔ ان کا ایک شاگرد تھا۔ شاہ عبدالقدوسؒ کا مرید تھا۔ ایک دفعہ آپ تھانیسری کے قریب کہیں تشریف لے گئے، اس شاگرد نے مولانا جلال الدین

صاحب سے کہا کہ مجھے اجازت دیجئے تاکہ میں اپنے شیخ کی خدمت میں حاضر ہوں۔ ان کے پاس گیا کہ اچھا جاؤ۔ اور اپنے بچپن پر کومیرا سلام کہنا۔ وہ طالب علم چلا گیا اور جب صاحب خدمت ہوئے اپنے استاد کی طرف سے سلام عرض کیا۔ آپ نے فرمایا بھائی امانت میں خیانت نہیں کرتے۔ جو کچھ انہوں نے کہا ہے۔ ٹھیک ٹھیک بیان کرو۔ چھپاؤ مت۔ اس نے مجبوراً وہ فقرہ دہرایا۔ آپ

نے فرمایا کہ اچھا ان کو میری طرف سے بھی سلام کہنا اور یہ بھی کہنا کہ میرے پاس جتنی دہریا اور سچاتے بھی ہیں۔ چنانچہ جب وہ واپس استاد کے پاس پہنچا تو انہوں نے حضور ﷺ کی تصویر بھائی میرا سلام کہا تھا۔ اس نے کہا جی ہاں۔ حضور نے بھی سلام کہا ہے اور یہ حال ہے کہ میرا سلام کہنا کہ میرے پیرنا چتے بھی ہیں اور سچاتے بھی ہیں۔ اس کا یہ کہنا تھا کہ وہ حضور ﷺ کی تصویر بھائی

کینے لگے۔ کینت و مستی کی حالت میں اپنے کپڑے بھاڑ ڈالے اور ان کی تصویر بھائی کے پاس لے گئے۔

اس کے بعد فرمایا کہ ایک دفعہ حضرت جلال الدین تھانیسریؒ نے فرمایا کہ میں نے اپنے

عبدالقدوس گنگوہیؒ کی خدمت میں عرض کیا کہ آپ سے بہت لوگ تھانیسری کے پاس آتے ہیں۔

آپ کے صاحبزادے اب تک محروم ہیں۔ ان پر بھی ہر ماہی فرستادے۔ ان کے پاس آتے ہیں۔

وہ موجود ہوں تو کہنا۔ ایک دفعہ ایسا ہوا کہ حضرت جلال الدین تھانیسریؒ نے اپنے صاحبزادے کے

اور شیخ تہ کے صاحبزادے دوسرا پاؤں دہرایا۔ موقع بیت نکمرا اور ان کے صاحبزادے کے

صاحبزادہ کی طرف اشارہ کیا۔ آپ نے فرمایا ہاں یاد ہے۔ یہ کہنا کہ میں نے اپنے

صاحبزادے کے سینہ پر رکھ دیا۔ اور انگوٹھے سے ملنے لگے۔ جیسے کوئی چیز کھرنے سے رہے ہوں صاحبزادہ صاحب نے کہا۔ اس سینہ میں علم قرآن و حدیث ہے۔ حضرت شیخ نے فرمایا میں اسی صفت کو نکال رہا ہوں غرض یہ کہ صاحبزادہ صاحب میں تبدیلی واقع ہو گئی اور بہت بڑے مرتبہ کو پہنچے۔

اس کے بعد الفاظ اور معنی پر گفتگو ہونے لگی۔ فرمایا۔ ایک دن ایک ترجمہ اور ہے معنی اور | مولوی صاحب کہنے لگے کہ ہمارے میں نے ایک ہندو کو مسلمان کیا اس کو پڑھنا لکھنا سکا یا۔ صرف و نحو پڑھا یا اور اب اس کو قرآن کے معنی پر عبور ہے۔ میں نے کہا کہ قرآن کے معانی پر آپ کو خود عبور نہیں ہے۔ آپ کے شاگرد کو کس طرح عبور ہو سکتا ہے۔ کہنے لگے کہ کیوں صاحب مجھے بھی قرآن کے معنی نہیں آتے؟ ہم نے کہا اچھا تار کے معنی بتائیے انہوں نے کہا آتش۔ ہم نے کہا آتش کے معنی کیا ہیں؟ انہوں نے کہا آگ۔ ہم نے کہا یہ معنی تو نہیں ہیں۔ یہ تو آپ دوسری زبان کے الفاظ میں ترجمہ کر رہے ہیں۔ تار کے معنی بتائیے۔ اب وہ سٹ پٹا ہے۔ ہم نے کہا تار کے معنی وہ ہیں جو چوڑھے میں ہے۔ باقی سب الفاظ ہی الفاظ ہیں۔

اس کے بعد فرمایا ایک دفعہ ایک مولوی صاحب کسی کو قرآن پڑھا رہے تھے۔ اور آیت سَيَّرُوا فِي الْأَرْضِ فَانظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكْذِبِينَ کا ترجمہ اس طرح بتا رہے تھے۔ سیر

سَيَّرُوا فِي الْأَرْضِ کی تفسیر
مجدوب کی زبانی

کر زمین پر اور دیکھو کہ جھوٹوں کا کیا حشر ہوا۔ ایک مجدوب من رہے تھے، انہوں نے کہا اے نوٹڈے کو کیوں غلط پڑھا رہے ہو۔ ”علی الارج نہیں بھلا ارج ہے۔ یعنی سیر کر زمین میں نہ کہ زمین پر۔ مولوی صاحب نے کہا۔ زمین میں کیسے سیر کی جاسکتی ہے۔ انہوں نے گدی پر ذکر زمین کی طرف جھکا دی اور کہا دیکھو، دیکھو اس طرح سیر کی جاتی ہے۔ اب وہ کیا دیکھتے ہیں کہ ہزاروں لوگوں پر عذاب نازل ہو رہا ہے۔ ڈر گئے اور فوراً تائب ہوئے۔ چونکہ عذاب نازل ہوتا دیکھ چکے تھے اس لئے کچھ عرصہ کے بعد فوت ہو گئے۔

ایک دفعہ ارشاد فرمایا کہ اب جناح سے کہہیں گے کہ پاکستان کا مطالبہ چھوڑ کر پورے ہندوستان کا مطالبہ شروع کر دو۔ فرمایا اس مضمون میں ہم نے لکھا ہے کہ ہندو ایک ایسے زمین پر بھی حکومت کرنے کے قابل نہیں ہیں۔ سیاست دانی

میں وہ بالکل جاہل ہیں۔ ان میں ایک بھی سیاست دان نہیں ہے۔

۲۵۔ صفر المنظر ۱۳۶۲ھ مطابق ۱۳۔ فروری ۱۹۴۵ء تقریباً
سارے دس بجے بوقت شب محترم فاروق احمد لینارڈ میو ہسپتال

محترم فاروق احمد کا وصال

لاہور میں واصل بحق ہوئے۔ موصوف و مدوح حضرت شاہ شہید اللہ مدظلہ کے بڑے بھائی
تھے۔ جنوری ۱۹۴۵ء میں آپ مرض مونہ میں مبتلا ہوئے۔ حملہ مرض نہایت شدید تھا۔
اس لئے بغرض علاج آپ کو بھاولپور سے لاہور منتقل کیا گیا۔ جہاں ان کے لئے میو ہسپتال
کا ایک خاص کمرہ مخصوص کر لیا گیا۔ لیکن وقت مقرر ہو چکا تھا۔ رحمت ایزدی بلاوا دینے پہنچ
گئی۔ معالج امراض مجبور ہو گئے۔ حضرت شاہ شہید اللہ سرکار نے کے قریب کمرہ پر مشرف
فرمایا۔ فاروق احمد صاحب کی آنکھیں بند ہیں۔ غشی طاری ہے۔ تقریباً دس گھنٹے یہ
حالت رہی۔ اس موقع پر لاہور والے ڈاکٹر جلال الدین ڈینٹسٹ کے صاحبزادے ڈاکٹر بشیر
جو وہاں موجود تھے۔ انہوں نے حضرت شاہ شہید اللہ صاحب کو اپنے گھر لے کے لئے
اصرار کیا۔ مجبور ہو کر موصوف ان کے ساتھ چلے گئے۔ ان کا مکان قریب ہی تھا۔ پھر چلے ہی
ٹیلیفون آیا کہ فوراً واپس آئے۔ جب واپس آئے تو فاروق احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا
وصال ہو چکا تھا۔ لوگوں نے بیان کیا کہ جب حضرت شاہ شہید اللہ صاحب باہر گئے تو
انہوں نے آنکھیں کھول کر اپنے بھائی کی کرسی کی طرف دیکھا اور پھر آنکھیں بند کر کے جہاں
بحق ہو گئے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ (حضرت شاہ شہید اللہ صاحب کہتے ہیں کہ میں
نے بہت غور کیا کہ دس گھنٹے بیہوش رہنے کے بعد آخر وقت میں آنکھیں کھولنے کا کیا مطلب
ہو سکتا ہے۔ چنانچہ جب حضرت اقدس جسے یہ واقعہ بیان کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ
دونوں بھائیوں میں اس قدر گہری نسبت تھی کہ جب تک تم ان کے ساتھ نہ رہو گے
تھا کہ ان کی روح جسم سے الگ ہوتی۔ اس لئے قدرت نے ان کے لئے ایسی تدبیریں
ہیں وہاں سے ہٹا کر کہیں لے جائے اور مر جانے والے روز ان کے ساتھ نہ رہنے کے
انتظامات شروع ہوئے۔ مرحوم نے اپنے بھائی کو وصیت کی تھی۔ مگر بیان امرایہ موت، واقع ہو
جلتے تو مجھے حضرت داتا صاحب میں دفنانا۔ حضرت شاہ شہید اللہ صاحب نے ان کی

اس وجہ سے کو ظاہر کیا۔ لیکن حاضرین نے انتہائی معذرت کی ساتھ اپنی مجبوری کا اعتراف کیا۔ کسی نے کہا یہ ناممکنات سے ہے۔ کسی نے کہا بہت مشکل ہے۔ ہزاروں روپے لیتے ہیں جب اجازت دیتے ہیں۔ غرض یہ کہ میاں میرج میں قبر کا انتظام کیا گیا۔ لیکن تصرفات اولیاء اللہ کے قربان جانیے کہ اسپتال ان غریب اندیاز خالصین کو کس شان سے نوازا۔ عین وقت پر بمبھدراق "مردے از غیب بروں آید و کارے بکند" ایک صاحب تشریف لاتے ہیں۔ جن سے کوئی شناسائی نہ تھی۔ آتے ہی انہوں نے یہ سعادت اپنے ذمہ لی۔ آستانہ داتا صاحب کے ذمہ دار منتظین سے ٹیلیفون پر بات چیت کی، کسی نے کوئی تعرض نہیں کیا اور نہایت آسانی سے حضرت مخدوم علی جوہری داتا گنج بخش کے قدموں میں حضرت اقدس کے دلاڑے فاروقی کے لئے روضۃ من ریاض الجنۃ کا انتظام ہو گیا۔ فاکھار اللہ علی ذالک اور ایسا کیوں نہ ہوتا۔ مگر ایسوں کے پردے تو حضرت داتا صاحب کی گرانمایہ تصنیف کشف المحجوب "ہی نے اٹھا دیئے تھے۔ صراط مستقیم کا انکشاف تو اسی کتاب کے انگریزی ترجمہ کی بدولت ہوا تھا۔ یعنی کشف المحجوب ہی آپ کے اسلام قبول کرنے کا باعث ہوئی۔ اور شیخ کا انتخاب بھی اسی مشعل کی روشنی میں کیا گیا ہے

گنج بخش فیض عالم مظہر نور خدایا ناقصاں را پیر کامل کا لالہ راز ہنما

(مردوم کو حضرت داتا صاحب سے والہانہ عقیدت تھی۔ ایک مرتبہ احقر اپنے سفر لاہور کے تاثرات بیان کر رہا تھا۔ میں نے عرض کیا۔ خدا کرے لاہور جانا کسی کو نصیب نہ ہو۔ اس قدر بے بزرگی بے حیائی اور خرافات سے ہے کہ ہناہ بخلا۔ یہ سن کر انہوں نے فرمایا کہ آپ داتا صاحب کے مزار پر بھی گئے تھے؟ احقر نے عرض کیا نہیں۔ فرمایا یہی وجہ ہے کہ آپ کو لاہور میں نحوست نظر آئی۔ حضرت داتا صاحب کے روضہ پر حاضر کی دستک نہ تھا کہ لاہور کیسا ہے؟)

غرض یہ کہ اس مرد میدانِ ولایت کے جنازہ میں شہر کے بیشتر خاص و عام نے شرکت کی اور ایک جم غفیر کے ہمراہ بڑی آن یارن کے ساتھ تقریباً دس بجے صبح مظہر نور خدا حضرت داتا گنج بخش کے آستانہ عالیہ پر پہنچ گئے۔ اسپتال کی تازگی ایمان کے لئے ایک خاص بات عرض کر دوں جسے ہزاروں آدمیوں سے دیکھا۔ جس کی اللہ عزتہ قریب قریب لاہور کے تمام اخبارات و بعض رسائل میں ہو چکی ہے۔ وہ یہ ہے کہ جس وقت گنج بخش و فیض عالم کے قدسی آت نہ پراس جنتی دوہے کا جنازہ پہنچا ہے

کافی دھوپ تھی۔ لیکن اس وقت جبکہ اس قتیل عشق مولیٰ کی نماز جنازہ پڑھی جا رہی تھی، ایک بیک ایک ابر کا ٹکڑا اٹھتا ہے اور عین محاذ پر آکر رک جاتا ہے۔ اور اس احاطہ قدس پر سایہ ہو جاتا ہے صلوٰۃ جنازہ کے بعد چونکہ قبر کی تیاری میں کچھ دیر تھی۔ جنازہ تسبیح خانہ میں رکھا گیا۔ اب قبر قریب قریب تیار ہو چکی تھی۔ جنازہ اٹھایا جا رہا تھا۔ کہ ابر رحمت کی بھوار شروع ہو گئی۔ اور پھر لطف یہ کہ لاہور بھر میں صرف اسی خطہ مقدسہ پر ڈھائی سے تین منٹ تک ترشح ہوتا رہا۔ بیچ ہے ”پیا جسے چاہے وہی سہاگن“۔

مرحوم کی علالت کے زمانہ میں حضرت اقدسؒ نے ہاتھ شریف حضرت اقدسؒ کا تصرف خاص

کھے۔ خطیب صاحب اور حاجی فرخ صاحب بیان کرتے ہیں کہ ایک رات فرخ صاحب کے چھوٹے بھائی رحمۃ اللہ صاحب تشریف لائے اور حضرت سے ملاقات کی تو انہیں ظاہر کی۔

خطیب صاحب نے حضرت اقدسؒ کی خدمت میں اطلاع کر دی۔ آپ نے فرمایا کہ اس وقت ہم کسی سے نہیں ملیں گے۔ اور نہ ہم آج کھانا کھائیں گے۔ تم لوگ کھا لو۔ اور رحمۃ اللہ صاحب

کہہ دو کہ وہ کل آئیں۔ یا اگر وہ رک سکتے ہیں تو رک جائیں۔ موقع ہو گا تو بلا لیا جائے گا۔ جیسے ہی خطیب صاحب کمرہ سے باہر آئے۔ حضرت نے کواڑ بند کر لے اور روشنی کھل کر دی۔

اس وقت حضرت اقدسؒ کی حالت و حرکات سے یہ ظاہر ہو رہا تھا کہ آپ کسی غم بھری اور معاملہ کے سمجھانے میں مصروف ہیں۔ تقریباً دو گھنٹے کے بعد آپ سے کواڑ بند کر دیا گیا۔

وہی خطیب صاحب فوراً حاضر ہوئے۔ دیکھا تو چہرہ انور پر ایسا ہی کیفیت کے اثرات نمایاں تھے۔ عجیب و غریب سستی نواز سستی تھی جس کی کیفیت احاطہ بیان سے باہر ہے۔

فرخ صاحب کے بھائی بلائے گئے۔ ان سے اس وقت نہایت غم و اندوہ ظاہر ہوا۔ انہوں نے گفتگو فرمائی۔ اور رخصت کیا۔ دوسرے دن تقریباً گھنٹے کے بعد انہوں نے کواڑ بند کر دیا۔

کے وصال کی اطلاع کئی۔ اور وقت وہی لکھا تو جبکہ منہ ت اقدسؒ کمرہ بند کر کے موت میں تھے خطیب صاحب ٹیلیگرام اپنے پاس رکھ لیا اس خیال سے کہ ملے آپ کھانا کھائیں

اس کے بعد ٹیلیگرام پیش کر دیا جائے لیکن کسی صاحب نے حضرت اقدسؒ کو اطلاع کر دی آپ نے

خطیب صاحب کو بلوایا اور ٹیلیگرام کے متعلق دریافت کیا۔ غرض ٹیلیگرام پیش کر دیا گیا۔ آپ نے راتاً اللہ پڑھ کر کچھ دیر سکوت فرمایا۔ اور کھپ مسکراتے ہوئے فرمایا کہ فاروق احمد خوش نصیب تھے مقبول ہو گئے۔ اب ان کے لئے مزے ہی مزے ہیں۔ چلو ہمارے RECEPTION کے لئے ہماری پارٹی کا ایک آدمی تو پہنچ گیا۔ اس کے بعد فرمایا کیا آج ہمیں بھوک نہیں لگی ہے۔ کھانا نکلواؤ خطیب صاحب کہتے ہیں کہ میں سمجھتا تھا کہ اس المناک اطلاع سے آپ متاثر ہو کر کھانا نہ کھا سکیں گے۔ مگر معلوم ہوا کہ اہل اللہ کی نظر میں موت کی کیا حقیقت ہوتی ہے۔ بالخصوص جبکہ اپنے متوسلین میں سے کسی کی مقبولیت کا انہیں مشاہدہ ہو جائے۔

تین چار دن کے بعد حضرت شاہ شہید اللہ صاحب کا ایک خط حضرت اقدس رح کے نام آیا حضرت اقدس رح جس وقت خط پڑھ رہے تھے اس

مقبولیت کا انکشاف

وقت اتفاق سے خطیب صاحب کی ایک جملہ پر نظر پڑ گئی تھی۔ وہ کہتے ہیں کہ اس جملہ کو پڑھ کر میرے دل میں ایک ٹھکر بیک اٹھی کہ کسی نہ کسی طرح میں یہ خط پورا پڑھ لوں۔ جس وقت حضرت اقدس رح نے خط پڑھ کر نفاذ میں رکھ دیا خطیب صاحب نے کہا بڑا لمبا خط ہے۔ یہ کہتے ہوئے فوراً خط اٹھا لیا حضرت نے فرمایا "ہیں ہیں رکھ دو کسی کا خط نہیں پڑھا کرتے" مگر "کرم ہائے تو مارا کر دو گستاخ" کے مصداق یہ کہتے ہوئے خط لے کر دوسرے کمرے میں چلے گئے کہ اس میں کیا ہوگا فاروق کی علالت و تدفین وغیرہ کی تفصیل ہوگی۔ چنانچہ انہوں نے خط پڑھ لیا خط کا لب لباب یہ تھا:-

"پہلے تو آپ مجھے معاف فرمائیں کہ فاروق احمد کی علالت کے زمانہ میں میرے دل میں یہ خیال آیا کہ یہ ہم نے کیا غلطی کی کہ اپنا گھر چھوڑ کر ہم یہاں چلے آئے۔ اب فاروق کے صحت یاب ہوتے ہی میں انہیں لے کر اپنے وطن پہنچ جاؤں گا۔ اپنے اس خیال پر میں بہت ناوم ہوں آپ اللہ مجھے معاف فرما دیں۔ کاش میں پیدا ہوتے ہی آپ کے قدموں میں ہوتا۔ افسوس میری زندگی کے تیس سال برباد گئے جس وقت فاروق احمد نزع کی حالت میں تھے۔ میں نے دیکھا کہ ان کے سر ہانے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں۔ اور حضور کے قریب آپ کھڑے ہوئے ہیں اور اولیاء اللہ حلف باندھے ہوئے رقص فرما رہے ہیں۔ جب فاروق احمد کا جنازہ لے جا رہے تھے تو میں یہ محسوس کرتا تھا کہ بہت تیزی کے ساتھ ان کی روحانی ترقی ہو رہی ہے۔ اور جس وقت فاروق احمد کو قبر میں

اتارا گیا۔ اس وقت بھی میں نے دیکھا کہ سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم قبر کے سر پر سنے پر تشریف فرما ہیں اور آپ بھی حضور کے ساتھ ہیں اور دنیا والہ پارہی پارہی سے آتے ہیں اور زیارت کرتے ہیں۔ ایک چیز جو سب نے دیکھی وہ یہ تھی کہ نماز ہزارہ کے وقت ایک ایک ابر کا ٹکڑا اٹھتا ہے اور عین محاذ پر آکر گرگ جاتا ہے۔ اور تدفین سے کچھ پہلے لاہور کھبر میں صرف اسی خطہ پر ابر رحمت کا ترشح ہوتا ہے۔“

وصال کے دو دن بعد جب حضرت اقدس کے پاؤں منسب معمول حلقہ ذکر ہوا تو دو تین آدمیوں نے فاروق احمد صاحب کو حلقہ ذکر میں بیٹھے دیکھا۔ ایک دفعہ حضرت اقدس نے فرمایا کہ فاروق احمد ترقی کر رہے ہیں۔ اجیر شریف بھی آتے ہیں اور بہت خوش ہیں۔ ان کی ترقی ہمیشہ جاری رہے گی فرمایا ”HEALTH ON PROGRESSIVE LINES“ یعنی ترقی کی شاہراہ پر گھوم رہے ہیں۔

ایک دفعہ حضرت اقدس لاہور تشریف لے گئے اور حضرت اقدس صاحب کے مزار مبارک پر ہی جا کر حاضری دی۔ اس موقع پر بھی کئی آدمیوں نے فاروق احمد کو دیکھا کہ دہلی سے آئے اور جہاں حضرت مراتب تھے آکر شامل ہو گئے۔ اس کے بعد حضرت اقدس نے فرمایا اسی طرح سب پر وہ تھے جس طرح وہ زندگی میں ہوا کرتے تھے۔ مہربان کرتے اور ہر وقت ہنس بولتے اور جانوری میں شامل ہو گئے۔ مرنے کا تھا اور پاؤں ایسی کچھ نہیں تھی۔ حسب حضرت اقدس کے بیان یہ سب سب کے تو راستہ بھول گئے باہر جانے کا راستہ نہیں ملتا تھا۔ اس پر فرمایا کہ سب سے راستہ نہیں ملتا تھا تو فاروق احمد خوش ہو رہے تھے کہ اچھا ہوا کچھ دیر اور جو سب سے تھیں ان کا موقع مل گیا۔ اللہ نے فاروق احمد کی توبہ قبول فرمائی۔ اللہ کو ان کا غلو صبر اپنا لکھا۔ فرمایا کہس قدر پرامن رہنے کے لندن کے رہنے والے اپنا سفر دیکھو۔ چھوٹے اور بڑے لگے۔

میرتی تعریف مست کرو
 فاروق احمد صاحب کی سزا اور کے کہنے کے بعد
 سے عزیز وار ترقی اور گھر کے بارے میں

ان کا وصال ہوا تو خاص صاحب ان کی بواؤ کے پاس موجود ہوا۔ ان کی ہواؤں دل کے ساتھ فاروق احمد کا تہ کر دیا کرتی تھیں۔ ایک دن انہوں نے فاروق احمد صاحب کی فاتحہ کی غسل خانے میں بافقہ دھو بیٹھیں باہر سے ان کے کان میں فاروق احمد صاحب کی یہ آواز آئی

کہ ”میری زیادہ تعریف مت کیا کرو“ یہ سن کر وہ بہت حیران ہوئیں اور باہر آکر دیکھا تو کوئی بھی نہ تھا۔

پہلیم شریف (مبئی)

اللہ کے حضور میں پیشی

ایک دفعہ احقر حضرت اقدس کی خدمت میں حاضر تھا۔ فاروق احمدؒ کے لکھنؤ جانے کا ذکر ہو رہا تھا۔ احقر نے عرض کیا کہ فاروق احمد صاحب لکھنؤ جا کر بہت خوش ہوئے۔ وہاں حضرت مولانا صاحبؒ کے صاحبزادہ بھولے میاں سے بھی ملے تھے ان کی بہت تعریف کرتے تھے۔ حضرت اقدسؒ نے فرمایا۔ ہاں بھولے میاں بہت اچھے آدمی ہیں۔ نام تو ان کا واعظ حسن ہے لیکن مولانا صاحبؒ بھولے کہا کے پکارا کرتے تھے۔ اس کے بعد فرمایا کہ لکھنؤ میں ایک صاحب نے ہم سے کہا کہ یہ جو آپ کہتے ہیں کہ نیک و بد سب اللہ کے سامنے جائیں گے تو یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ برے بھی حضوری کے شرف سے نوازے جائیں۔ ہم نے کہا کہ ہم کب کہتے ہیں کہ نیک و بد یکساں اللہ کے سامنے پیش ہوں گے۔ اب فرض کرو ہم کو والسرائے دعوت پر بلاتا ہے۔ ہم کار میں سوار ہو کر سٹیشن تک جاتے ہیں۔ وہاں سے ریل گاڑی میں بیٹھتے ہیں اس کے بعد والسرائے کی کار سٹیشن پر موجود ہوتی ہے۔ کار میں پھول وغیرہ لگے ہوتے ہیں غرض کہ نہایت عزت و احترام کے ساتھ والسرائے کے مکان پر پہنچتے ہیں۔ والسرائے باہر آکر ہمارا استقبال کرتا ہے اور اندر لے جاتا ہے۔ ایک دوسرا شخص ہے جس کو والسرائے نے بلایا ہے۔ اس کے بلانے کے لئے انسپکٹر پولیس کو حکم دیا ہے کہ فلاں کو کپڑ کر ہمارے سامنے پیش کر۔ چنانچہ وہ جاتا ہے اور اس کو ہتھکڑی لگا کر گالیاں دیتا ہوا اور گھسیٹتا ہوا لے آتا ہے۔ جب والسرائے اُسے دیکھتا ہے تو وہ بھی اُسے گالیاں دیتا ہے اور کسی کو حکم دیتا ہے کہ اس کو اتنے کوڑے لگاؤ۔ اب والسرائے کے سامنے تو ہم دونوں گئے لیکن فرق آپ نے دیکھ لیا۔

فرمایا ایک دن انہوں نے ہم سے کہا کہ آپ کہتے ہیں کہ شریعت اور طریقت ایک ہے۔ بھلا ایک کیسے ہو سکتے ہیں۔ ہم نے کہا شریعت نسخہ ہے اور طریقت اس نسخہ کا تیار کرنا۔ نسخہ کاغذ پر ہوتا ہے اور تیار سل پر ہوتا ہے۔ بس ایک کاغذ سے دونوں ایک ہیں اور ایک کاغذ سے مختلف ہیں۔ ایک

دوسرے کے مخالف نہیں ہیں۔ مختلف ہونا اور بات ہے اور مخالفت ہونا اور ہے۔

ولایت اور نبوت | ایک دفعہ ارشاد فرمایا ولایت کا درجہ نبوت سے بلند ہے ولایت اللہ کے ساتھ ذاتی تعلق کا نام ہے۔ اور نبوت ایک منصب ہے جو لوگوں کی ہدایت کے لئے ہوتا ہے۔ اب یہ کہنا کہ ولی نبی پر فوقیت رکھنا ہے غلط ہے۔ کیونکہ ہر نبی منصب نبوت کے علاوہ ولی بھی ہوتا ہے۔ اس لئے نبی کا مرتبہ ولی سے بلند ہوتا ہے جیسے ایک بادشاہ کے دو دوست ہوں۔ جن میں ایک کو کسی جگہ وائسرائے بنا کر بھیجا گیا تو اب وائسرائے کا مرتبہ اس دوسرے دوست سے بڑھ گیا جو صرف دوست ہے۔ اور وائسرائے بادشاہ کا دوست بھی ہے اور نائب بھی۔

حس دم | ایک دفعہ ارشاد فرمایا کہ جس دم سے روح میں لطافت آ جاتی ہے اور لطافت سے روح میں تڑپ پیدا ہوتی ہے۔ کیونکہ جو چیز لطیف ہوتی ہے وہ زیادہ قوی ہوتی ہے۔ بجلی بہت لطیف ہے۔ اس لئے بہت قوی ہے۔ بہ نسبت آگ پانی یا بھپ کے جو مقابلہ کثیف ہیں۔ روح میں جب لطافت بڑھ جاتی ہے تو اس میں عالم بالا کی باتیں سمجھنے کی صلاحیت بھی بڑھ جاتی ہے۔ اس سے حضوری اور توجہ الی اللہ میں بھی مدد ملتی ہے۔ عام طور پر جس دم موسم سرما میں پانی کے اندر غوطہ لگا کر کیا جاتا ہے۔ ویسے بھی کیا جاتا ہے۔ لیکن پانی میں بیٹھ کر کرنے سے جلد ترقی ہوتی ہے۔ قرآن شریف میں ہے کہ پانی سے ہر چیز زندہ ہے۔ انسان بھی پانی سے غذا حاصل کرتا ہے۔ جس دم آپس دفعہ ذکر "اللہ" سے شروع کیا جاتا ہے، رفتہ رفتہ بڑھایا جاتا ہے۔ باقی تمام مجاہدات کی طرح جس دم کو بھی لگ کر کرنا چاہئے۔ فرمایا کہ ہم مجاہدہ کے زمانہ میں دریا پر چلے جاتے تھے۔ پس پہلا غوطہ مشکل ہوتا تھا۔ بعد میں پانی سے باہر نکلنے کی آہستگی چاہتا تھا۔ خوب گرمی محسوس ہوتی تھی اور پانی سے نکلنے کے بعد بھی گرمی محسوس ہوتی تھی۔ ہمارے مولانا صاحب لعین اوقات عشاء کے بعد تالاب کے کنارے بیٹھ کر پانی میں رہتے۔ مؤذن سے فرمادیتے تھے کہ جب تھکن کی آواز آئے تو اسی وقت حدیث کو پڑھنا شروع کرنا۔ آپ صرف دو یا تین سانس لیتے۔

صورت مثالی | فرمایا جب روح لطیف ہو جاتی ہے تو صورت مثالی میں اوجھم اور روش کے

درمیان ایک بزرگ سہے (فوسٹا) جاتی ہے۔ اور اس سے بہت کام لئے جا سکتے ہیں۔ سونے کے وقت اس کو کام میں لگا دیا جاتا ہے۔ آدھی سو تار ہا سہے لیکن صورت مثالی اپنے کام میں مشغول رہتی ہے اور اسی صورت مثالی میں اہل اللہ سر کر رہے ہیں لیکن کسی سے مصافحہ نہیں کرتے اگر مصافحہ کریں تو چوری پکڑی جاتی ہے۔ ہاں حسب روح بہت لطیف ہو جاتی ہے اور زیادہ قوی ہو جاتی ہے تو مصافحہ میں بھی کوئی مصافحہ نہیں۔ فرمایا ایک دفعہ ہمارے مولانا صاحب نے فرمایا کہ میں حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی کے مزار پر گیا۔ دیکھا کہ آپ قبر پر بیٹھے ہیں۔ مجھے دیکھ کر فرمایا کہ آگے آؤ جب میں آگے بڑھا تو فرمایا کہ تم نے سب کمال حاصل کر لئے ہیں لیکن ایک چیز باقی رہتی ہے اور وہ یہ ہے کہ تمہاری صورت مثالی ابھی تک قوی نہیں ہوئی۔ یہ تو اگر آپ سے بڑھ کر ہے۔ معاف فرمایا اور اس کے بعد پندرہ روز محنت کرنے سے وہ کئی پوری ہو گئی۔ فرمایا اس میں لطیفیت سے ولی اللہ جہاں چاہتے ہیں پہنچ جاتے ہیں۔ اس کے بعد فرمایا کہ معرفت کے اصولوں میں سے سب سے اہم یہ اصول ہے کہ عارفت مشاہدہ کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنہ پر سے ہر اسم پر وقت نہ اپنا کام کرتا رہتا ہے۔ اسم کی صفت اس سے کبھی جدا نہیں ہوتی۔ اللہ تعالیٰ کے اسموں میں ایک اسم عجیب ہے یعنی زندہ کرنے والا اور دوسرا اسم عظمت ہے یعنی مرود کرنے والا۔ اب چونکہ ہر وقت کام کرتا رہتا ہے۔ اس کے تمام کائنات ہر وقت فنا بھی ہوتی ہے اور زندہ بھی ہوتی رہتی ہے۔ لیکن سرسبز مسلسل رہنے اس کا احساس نہیں ہوتا۔ جیسے نلم میں ایک آدمی کے مختلف حالتوں میں ہزاروں ٹوٹے جاتے ہیں اور جب آتے مٹھن کے ذریعہ تیز جدا یا جاتا ہے تو وہ آدمی متحرک معلوم ہوتا ہے۔ دراصل اس میں حرکت نہیں ہوتی لیکن سرعت تسلسل کی وجہ سے وہ متحرک معلوم ہوتا ہے۔ اسی طرح کائنات بھی یا عجیب اور یا عظمت کے زیر قاضا ہر لحظہ زندہ ہوتی ہے اور ہر لحظہ فنا ہوتی ہے۔ لیکن چونکہ یہ عمل نہایت تیزی سے ہوتا ہے اس لئے محسوس نہیں ہوتا۔ اور فنا کہاں ہوتی ہے۔ فنا میں گم ہو جاتی ہے۔ اب چونکہ عارفین کو اس کا علم ہوتا ہے اس لئے وہ اس کی بدولت ایک لمحہ میں ہزاروں میل طے کر لیتے ہیں۔ اور یہ بھی ہوتا ہے کہ بیک وقت کئی جگہوں پر موجود ہو سکتے ہیں۔ جیسے حضرت میر سید علی ہمدانی کشمیری رح نے بیک وقت چالیس آدمیوں کے گھر جا کر کھانا تناول فرمایا اور ہر جگہ بیٹھ کر ایک مختلف قصیدہ لکھا۔

ترک دنیا | ۲۸ دسمبر ۱۹۲۲ء - ۱۰ محرم ۱۳۶۲ھ - ماہم شریف - بمبئی

آج دوپہر کے کھانے کے بعد احقر نے عرض کیا کہ اپنی زمین پر سبزی ترکاری اور ڈیری فارمنگ کا کام اگے کروں تو بہت فائدہ مند ہے۔ لیکن اس سے ڈر لگتا ہے کہ ایسا نہ ہو کہ ”ہرچہ درکان نمک رفت نمک شد“ کا مصداق ہو جاؤں۔ ارشاد فرمایا فرمایا کہ بہاوری تو اسی میں ہے کہ دنیا کے کاموں میں مشغول ہو کر دنیا کے اثرات سے پاک رہے اور اللہ کی یاد سے غافل نہ ہو ورنہ اگر کوئی آدمی جنگل میں جا کر تنہا رہے اور پھر یہ کہے کہ میں نے چھ ماہ تک جھوٹ نہیں بولا یا کسی کی غیبت نہیں کی تو کونسا بڑا کام کیا۔ یا اگر کمزور اور نامرد ہے اور یہ کہے کہ میں نے کبھی زنا نہیں کیا تو کونسی بڑی بات ہے۔ ہمت تو یہ ہے دنیا میں رہے۔ دولت کمائے۔ لوگوں کے ساتھ تعلقات رکھے اور پھر اپنے خلاق بندہ رکھے کسی کا مال نہ کھائے کسی کو دھوکہ نہ دے کسی کی غیبت نہ کرے اور اللہ تعالیٰ سے غافل نہ ہو۔ آپ نے فرمایا افضل وہ شخص ہے جو طاقنت کے باوجود گناہ سے محفوظ رہے۔ بات یہ ہے کہ ہر چیز مقابلہ میں آکر طاقنت حاصل کرتی ہے۔ عیب آدمی نفس اور شیطان کے ساتھ جہاد کرتا ہے۔ تو اس کی روح کے اندر طاقنت آجاتی ہے۔ بجلائے دوسرے آدمی کے کہ جنگل میں اس کے ساتھ مقابلہ کرنے کے لئے کچھ نہیں ہے۔ اس کی روت میں اتنی قوت آئے نتیجہ یہ ہوتا ہے جس کی روح زیادہ قوی ہوتی ہے۔ اس کا عزمان بھی تہیما ہوتا ہے۔ اور وہ خوب لطف مند ہوتا کرتا ہے۔ مثال کے طور پر اگر دو شخص ہوں جن کے پاس دنیوی مال و دولت ہو اور ہر دو شخص ان میں سے ایک نہایت کمزور اور دائم المریض ہے۔ اور اسی چیز کھاتا ہے تو پتہ چلی ہو جائے کہ اس کا بالکل تندرست اور مضبوط ہے۔ خوب کھاتا پیتا ہے عیش کیتا ہے۔ گھوڑوں کی سواری کرتا ہے۔ گدے کھیتا ہے۔ اب جہاں تک دنیوی مال و دولت کا تعلق ہے ان میں سے کوئی ایک شخص ہو گا جو دنیوی مال و دولت سے زیادہ طاقتور اور صحت مند ہے۔ اسی طرح روحانی طور پر ایک شخص ہو گا جو دنیوی مال و دولت سے زیادہ طاقتور اور صحت مند ہے۔ اور زیادہ نور و برکت سے مست ہے۔ اور زیادہ اللہ سے ملتا ہے۔ ہر وقت دنیا میں منہمک رہے کبھی کبھی کوششیں بھی کرتی ہیں۔ لیکن ان کی غیبتیں اور غیبتوں سے بچنا علم کو بورتونگ ہاؤس میں رہنا چرتا ہے تعلیم کے لئے ان میں سے ایک شخص ہو گا جو دنیوی مال و دولت سے زیادہ طاقتور اور صحت مند ہے۔ اسے پاس کر لینے کے بعد کوئی گفتگوں بورتونگ ہاؤس میں رہنا چرتا ہے۔ احقر نے عرض کیا کہ ہم لوگوں کے واسطے کیا شانہ ہے کہ ہر وقت سے رہتے ہیں۔

شریف میں یا عرس کے موقعہ پر دس پندرہ دن کے لئے دنیا سے الگ ہو جایا کریں۔ فرمایا ہاں لیکن اگر تبلیغ کی نیت سے بڑے لوگوں میں گھنسی جاؤ اور ان کے بڑے اثرات سے محفوظ رہ کر ان کی اصلاح کرو تو اس کا بڑا اجر ہے۔ اگر تمہارے کہنے پر کسی نے نماز پڑھے لی تو جتنا ثواب اسے ملے گا اتنا ہی تمہیں ملے گا۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں کوئی کمی نہیں ہے۔

اس کے بعد مولوی محمد حسین صاحب بڑے سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ اس دن جب ہم بات کر رہے تھے تو فلاں صاحب دُور بیٹھے سُن رہے تھے۔ انہوں نے بعد میں آکر کہا کہ آپ کی گفتگو سے مجھے بہت فائدہ ہوا۔ ہم نے دریافت کیا کہ کیا آپ بھی سُن رہے تھے کہنے لگے جی ہاں۔ ہم نے کہا تو وہ ایک کیوں نہ آئے کہنے لگے آپ کے قریب ایک خاتون بیٹھی ہوئی تھیں اس لئے میں دُور بیٹھا رہا۔ ہم نے کہا اگر وہ ریل گاڑی میں آپ کے ساتھ ایک ہی ڈبے میں ہوئی تو کیا آپ سفر نہ کرتے۔ آپ اس قدر گھڑے کیوں بن جاتے ہیں کہ عورت کی شکل سے دُور بھاگتے ہیں۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ میرے ایک دوست کا بیان ہے کہ ایک دفعہ مولانا شوکت علی صاحب ان کے پیر مولوی عبدالباری صاحب اور ابوالکلام آزاد کا ٹھکانا دہلی کے دورہ پر گئے۔ لوگ سٹیشن پر آئے ہوئے تھے مہرستان حرم تھا۔ شوکت علی بلند قامت آدمی تھے لوگوں نے ان کو اور ابوالکلام آزاد کو موٹر میں بٹھالیا۔ لیکن مولوی عبدالباری صاحب جو لپٹ قامت تھے۔ ہجوم میں رہ گئے۔ جب میں نے انہیں دیکھا تو اچھا ہوا کہ وہ کیسے پیچھے رہ گئے۔ اس زمانہ میں کانڈھی کے ساتھ سورا بانی رہتی تھی۔ اس وقت وہاں موجود تھی اس لئے وہ بھی صاحب کو پہچان لیا اور کہا کہ فکر نہ کریں میں آپ کو موٹر میں لے جاؤں گی۔ اب مولوی صاحب بہت پیچھے اور ہمارے دوست سے کہنے لگے کہ عورت کے ساتھ کیسے بیٹھ کر جاؤں انہوں نے کہا حضور! اس میں کیا ہرج مہج ہے۔ آپ کو چلنا پنا ہے وہ لوگ آپ کو تلاش کر رہے ہونگے۔ سورا بانی نے کہا کیا کیا کہنا ہے یہ ہے۔ جب انہوں نے اسے سمجھا یا تو کہنے لگی کہ اچھا میں فرنٹ سیٹ پر بیٹھ جاؤں گی اور مولوی صاحب پیچھے بیٹھ جائیں بس پرہی وہ راضی نہ ہوئے اور کہنے لگے کہ پھر بھی تو وہ ساتھ بیٹھی رہے گی۔ تیسرا شکل ان کو پہچان لیا۔ جب وہاں پہنچے تو سب لوگ انہیں تلاش کر رہے تھے۔ سورا بانی بہت ناراض تھی اور کہتی تھی کہ اگر وہ قومی کام کرنے والے اور شوکت علی کے پیر نہ ہوتے تو میں ان کو کبھی معاف نہ کرتی۔ انہوں نے میری INSULT (بے عزتی) کی ہے۔ اسے شکل سمجھا لیا گیا

کہ ان کے نظریے کے مطابق عورت کی عورت یہی ہے کہ اس سے دور رہیں۔ اس کے بعد حضرت اقدار نے فرمایا کہ اصل بات یہ ہے کہ اسلام کی رو سے عورت کو ہر ہی نگاہ سے یا شہوت کی نگاہ سے بچھنا واجب ہے لیکن مجبوراً کسی عورت کا ساتھ ہو جائے تو اس میں کیا ہرج ہے اسے مثل اپنی ماں بہن کے سمجھئے۔ اس کے بعد فرمایا کہ ایک دفعہ حضرت خواجہ قطب الدین خواجیا رکا کی قطب صاحب کی شان | محفل سماع میں شریک تھے۔ اس وقت آپ کی عمر سترہ اٹھارہ برس کی تھی اور خلافت مل چکی تھی کسی نے اعتراض کیا کہ آپ چونکہ بے ریش ہیں اس لئے آپ کا محفل سماع میں بیٹھنا ناجائز ہے۔ آپ نے اپنے منہ پر ہاتھ پھیرا تو فوراً آپ کے چہرہ مبارک پر لمبی ڈارھی ظاہر ہوئی اور اتنی برس کے بوڑھے بن گئے۔ اور جب تک بیٹھے رہے ہی شکل رہی۔ فرمایا میری حقیقی عورت یہی ہے اس کے بعد فرمایا کہ قطب صاحب کی نسبت میں محویت کا غلبہ ہے اور خواجہ شریب نواز کو آپ کے ساتھ بہت انس ہے اور ان کے حق میں آپ ذرا سی گستاخی برداشت نہیں کر سکتے۔ ایک دفعہ بگم بھوپال موجود نواب کی نانی سکندر بگم دی گئیں اور کہنے لگیں کہ اب مہرولی شریف میں مکان بنواؤں گی اور کبھی کبھی یہاں آکر رہا کروں گی۔ خیر جب درگاہ شریف پر حاضری دینے کے لئے گئیں تو خادموں نے اندر جانے سے روک دیا۔ خادموں سے کہا کہ اچھا میرا دوپٹہ اندر لے جاؤ اور ہزار شریف مسئلہ کیلئے آؤ تاکہ میں اپنے منہ پر لوں۔ جب وہ دوپٹہ اندر لے گئے تو اسے آگ لگ گئی۔ یہ دیکھ کر ان کے منہ سے نعرہ نکل گیا۔ ”یہاں تو مجھے کیا میرے دوپٹہ کو بھی اندر جانے کی اجازت نہیں ہے۔ میں تو خواجہ شریب نواز کے پاس جاتی ہوں اور وہیں اجیر شریف میں مکان بنواؤں گی۔ خیر جب وہاں گئیں تو نگاہ شریف کی حاضری میں اچھی کیفیت رہی۔ خوب خوش ہوئیں اور دل میں ارادہ کر لیا کہ یہاں سے وہاں سے ہجرت کر کے کبھی آکر ٹھہرا کروں گی۔ رات کو خواب میں حضرت خواجہ غریب نواز جہانگیر نے فرمایا کہ یہاں مہمان سمجھ کر رہ بانی کی ہے۔ لیکن یہاں رہنے نہیں دیں گے۔ تم نے یہاں سے ہجرت کر کے یہاں نہیں رہنے دیتے اس لئے میں اجیر شریف میں رہوں گی اس لئے یہاں سے ہجرت کر کے بعد فرمایا کہ حضرت خواجہ غریب نواز کو قطب صاحب بہت عزیز ہیں اس لئے اپنے شیخ حضرت خواجہ شریب نواز کی بارونہ کے علاوہ حضرت قطب صاحب کا اس بھی اتنی شریف میں آتے ہیں اور نواب ہجوڑ سے سب سے عزت مناتے ہیں۔ قوالی ہوتی ہے اور بڑی رونق مٹی ہے۔

صوابہ کرام کی افضلیت | اس کے بعد حضرت بابا حاجی ملنگ کا ذکر ہونے لگا جو صحابی مشہور ہیں

فرمایا صحابہ کرام کا مرتبہ اولیاء اللہ سے زیادہ بلند ہے۔ ویسے تو معنوی طور پر سب اولیاء صحابی ہیں۔
لیکن صحابہ کرام کو اس دنیا میں صحبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حاصل تھی اسلئے ان کے رتبہ کو کوئی نہیں پہنچ سکتا۔
اس کے بعد فرمایا کہ حضرت غوث الاعظم ح کی تربیت رسول خدا
حضرت غوث الاعظم کی اویسی تربیت

صلی اللہ علیہ وسلم نے اویسی طریقہ سے خود فرمائی جب تعلیم پوری
ہوگئی تو ارشاد فرمایا۔ تمہارے لئے یہی کافی ہے لیکن سلسلہ چلانے کے لئے ظاہری شیخ کے ہاں بیعت لازمی ہے
اس کے بعد فرمایا کہ اولیاء کرام کی خدمت میں بیٹھ کر قلب کی بہت حفاظت کرنی
وساوس پر گرفت نہیں

چاہئے۔ تمام خطرات وساوس سے قلب کو پاک رکھنا چاہئے۔ احقر نے
عرض کیا بعض دفعہ بہت کوشش کی جاتی ہے لیکن وساوس بے اختیار قلب پر آتی ہیں کیا کیا جائے
فرمایا اس میں کوئی ہرج نہیں۔ اس کی کوئی گرفت نہیں ہے شیطان کا کام ہے وساوس قلب میں ڈالنا
اب شیطان وساوس پھینکتا رہتا ہے آدمی کو چاہئے کہ انہیں قبول نہ کرے۔ اگر خطرات آئیں تو
انہیں رد کرتا رہے اور اپنے کام میں مشغول رہے۔

فرمایا وساوس کو اسی طرح دیر تک رد کرتے رہنے اور قلب کو خطرات
ترکوبہ تصفیہ تجلیہ اور تخلیہ

سے پاک رکھنے کا نام تصفیہ ہے۔ اس سے پہلے ترکوبہ ہے۔ ترکوبہ یعنی
نفس کو گناہوں سے پاک کرنا۔ ترکوبہ کے بعد تصفیہ ہے اس کے معنی یہ ہیں کہ کسی خیال پر دیر تک بغیر خطا جمارہنا
تصفیہ کے بعد تجلیہ ہے اور اس کے بعد تخلیہ کا مطلب یہ ہے کہ ذات میں استغراق ہو جائے اور
ماسوا باقی نہ رہے۔ وہی دائرہ سلوک میں نقطہ الف پر قیام یعنی فنا فی اللہ مقامات میں سے جہاں جس قدر چاہا
رہ کر پھر اپنے مقام پر آجائے۔ اس موقع پر مولوی محمد حسین صاحب برے نے عرض کیا کہ حضرت تجلیہ کا کیا
مطلب ہے۔ فرمایا تجلیہ سے روح میں چمک پیدا ہو جاتی ہے اور اس سے جسم بھی متاثر ہوتا ہے اور تخلیہ کے
بعد مقام عبودیت جہاں واپس آکر دنیا کے کاروبار کئے جاتے ہیں اور لوگوں میں گھل مل کر ان کی اصلاح کی
جاتی ہے لیکن بعض صورتوں میں یہ احتیاط کرنی چاہئے کہ اگر کسی میں کوئی بُری بات نظر آئے تو اس کو

DIRECTLY (براہ راست) نہیں کہنا چاہئے۔ بلکہ
اصلاح کا خاص طریقہ | INDIRECT طریقہ سے کسی اور کو مخاطب کر کے بتانا چاہئے
تاکہ وہ اسے سن کر اپنی اصلاح کر لے۔ فرمایا ایک دفعہ حضرت امام حسین

امام حسین علیہ السلام عراق میں تھے۔ مسجد میں دیکھا کہ ایک شخص غلط طریقے پر وضو کر رہا ہے۔ آپ نے حضرت امام حسن علیہ السلام سے فرمایا کہ دیکھو وہ شخص غلط وضو کر رہا ہے۔ اب میں جا کر اسی طرح وضو کرتا ہوں اور تم آکر مجھے بتانا کہ یہ طریقہ غلط ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس طرح وضو فرمایا کرتے تھے۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ جب اس آدمی نے دیکھا تو خود بخود کہنے لگا کہ اوہ! میں بھی اسی طرح غلط وضو کر رہا تھا۔

اس کے بعد فرمایا کہ یہ جو ہندو لوگ کہتے ہیں کہ دنیا کو ترک کر کے غاروں ہندو دھرم اور ترک دنیا اور پہاڑوں کی چوٹیوں پر رہنا چاہئے یہ کہاں درست ہے۔ بھلا رام کو دیکھوین باسی کے زمانے کے سوائے کب انہوں نے دنیا چھوڑی۔ اسی طرح کرشن بھی بادشاہ تھے۔ ہندو فریب ترک دنیا نہیں ہے۔ ان کے پیشواؤں نے دنیا ترک نہیں کی بلکہ انہوں نے بادشاہت کی اور لڑائیاں لڑیں۔ رامائن اور مہا بھارت کی لڑائیاں کیوں ہوئیں اس لئے کہ وہ لوگ بادشاہ تھے تارک دنیا نہ تھے۔

اس کے بعد فرمایا۔ ایک دفعہ ہمارے مولانا صاحب کی خدمت میں ایک شیور آکر بیٹھ گیا اور کہنے لگا کہ حضرت میں شیوہوں آپ نے فرمایا ہم بھی چاہتے ہیں کہ تیرے ہنس پاس آئیں اور اچھے ہو جائیں۔ برا بھی کہہ دیا اور اپنے پاس بھی بٹھا لیا۔ اس نے کہا حضرت میں سہی میں نماز پڑھوں کوئی مزاحمت تو نہیں کرے گا۔ فرمایا نہیں خوشی سے جا کر پڑھ لو۔ جب نماز پڑھ کر واپس آیا تو شیوہ پوچھا اور درخواست کی کہ میری راہری فرمائیے۔ اس کے بعد وہ راہ راست پر گیا۔

اس کے بعد فرمایا کہ یہ لوگ جو تبرا کرتے ہیں انہیں "تبرا" کا غلط استعمال کرتے ہیں۔ تبرا کے معنی ہیں بری ہونا۔ اس کا اصل مطلب تو یہ تھا کہ ہم لوگ تبرا۔

کلام کو برا کہتے ہیں نہ بھلا کہتے ہیں بلکہ ان دونوں باتوں سے آزاد ہیں۔ تبرا کے معنی تبرا کے معنی گالی دینے کے لئے ہیں۔ اس کے بعد فرمایا کہ تبرا کے معنی تبرا کے معنی تبرا اور کیا معنی ہو سکتے ہیں۔

۲۶۔ دسمبر ۱۹۴۴ء، ماہنامہ شریف (مبئی) | سب جنتی | آج فرخ صاحب نے احقر سے کہا آپ کے چپ بننے کے بعد خطیب صاحب

(مولوی محمد حسین صاحب برے) اور میں نے حضرت سے عرض کیا کہ حضرت اس کی کوئی وجہ سمجھیں نہیں آری ہے کہ مولانا صاحب (حضرت مولانا وارث حسن صاحب) کے تولا کھوں مرید تھے اور آپ کے مرید نسبتاً بہت کم ہیں۔ فرمایا بھائی مولانا صاحب کا مرتبہ اس قدر بلند تھا کہ میں ان کی جوتی کی خاک کے برابر بھی نہیں ہوں۔ پھر ذرا دیر تامل کر کے فرمایا کہ ایک دفعہ حضرت محبوب الہی پاک ٹن ٹن شریف ہیں اپنے شیخ کی خدمت میں بیٹھے ہوئے تھے۔ اس وقت آپ کو بشارت ملی کہ آپ کے جتنے مرید ہوں گے سب کے سب بہشتی ہونگے۔ وہاں سے رخصت ہونے کے بعد آپ دہلی آئے تو آپ نے بے تامل کثیر لوگوں کو مرید بنا کر شروع کر دیا تاکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امت زیادہ سے زیادہ بہشتی ہو جائے۔ فرمایا اسی طرح ہمارے مولانا صاحب کو بھی ایک دفعہ بشارت ہوئی تو آپ نے بھی کثرت سے لوگوں کو مرید کرنا شروع کر دیا۔

۶۔ محرم الحرام ۱۲۶۳ھ - ۲۵۔ دسمبر ۱۹۴۲ء - بمبئی

بشارت حاجی ملنگ بابا بمبئی آج حضرت اقدس کے ہمراہ ہم لوگ حضرت حاجی ملنگ بابا اقدس سرہ العزیز کی زیارت کے لئے روانہ ہوئے۔ خطیب محمد حسین صاحب برے۔ فرخ صاحب، شوکت صاحب، عبدالسلام صاحب اور راقم الحروف پر یہ جماعت مشتمل تھی۔ بمبئی سے کلیان تک ریل گاڑی سے گئے کلیان اسٹیشن سے دامن کوہ تک موٹر کار میں سفر کیا۔ راستے میں خطیب صاحب نے حضرت مولانا صاحب کے متعلق یہ واقعہ بیان کیا۔

جزیرہ نہوہ (بمبئی) میں بھوندو نامی ایک بوڑھا نصاب ہے جو بہت نیک

امیرن کے پیر ہیں

اور پابند صوم و صلوات ہے۔ میں جس زمانہ میں مہرین کالج نہوہ کے شعبہ

دینیات سے متعلق تھا۔ ایک روز اطلاع ملی کہ کل مولانا صاحب بمبئی تشریف لارہے ہیں اور نافذ

ہوئے صاحب صاحب رو گئے کے مکان پر قیام فرمائیں گے۔ میں فوراً بمبئی آ گیا۔ میرے اچانک چلے جانے

سے لوگوں کو خیال پیدا ہوا کہ اسی کیا بات ہوئی جو عادت کے خلاف ایک ایک چلے گئے۔ عرض لوگوں

کو معلوم ہو گیا کہ میرے شیخ تشریف لارہے ہیں۔ بھوندو میاں کو بھی پتہ چل گیا۔ جب مولانا صاحب

کھلا ام اس لئے سفار تو اشاف کے لوگوں کا بیان ہے کہ اس پر رقت طاری ہوئی اور حضرت مولانا صاحب

کی ایک پیم دید کر امت بیان کرنے لگا۔ مولانا صاحب کے تشریف لے جانے کے بعد جب

میں نہوہ پہنچا ہوں تو لوگوں نے بتایا کہ بھوندو روزانہ آپ کے شیخ کا تذکرہ کرتا تھا اور بیان کرتے

کرتے اس کی بچکی بندھ جاتی تھی۔ جیسے ہی بھوندو کو میری آمد کی اطلاع ملی تو فوراً مجھ سے ملنے آگیا۔ اور نہایت موثر انداز میں رُزرو کر اس نے یہ واقعہ بیان کیا۔ ”خطیب صاحب میں آپ کے پیر صاحب کو کئی سال سے جانتا ہوں۔ ایک دفعہ ہمارے گاؤں رائے بریلی میں آپ کے پیر صاحب تشریف لائے تھے۔ اس وقت میرے چند دوستوں نے مجھ سے کہا کہ بھوندو چلے فلاں نہیں کے ہاں کھنڈ سے ایک بہت بڑے پیرائے ہوئے ہیں۔ میں نے کہا اچھوڑو بھی کیا کریں گے جا کر وہ تو امیرون (امیروں) کے پیر ہیں۔ میرے دوستوں نے اصرار کیا اور میں جانے پر مجبور ہوا۔ غرض ہم لوگ حضرت کے ہاں پہنچے ہم نے سلام کر کے مصافحہ کیا اور پیچھے گئے۔ اب پیر صاحب ہماری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ ”ہمارے پاس کیوں آئے ہو تم تو امیروں کے پیر ہیں“ اب مجھے کاٹو تو لہو نہیں کیونکہ یہ جملہ اپنی بیٹھک سے پوری زبان سے نکلا تھا۔ اس کے بعد فرمایا ”سنو یہ امیر لوگ خدا کو بھولے ہوئے ہیں۔ ان کی اصلاح ضروری ہے۔ اور تم لوگ تو خدا سے ڈرنے والے لوگ ہو۔ اللہ کو یاد کرنے ہو۔ تمہیں کیا مرید بنائیں۔ تم تو ہو ہی مرید۔ اس کے بعد ہم نے دعا کی درخواست کی۔ پیر صاحب نے دعا کا وعدہ فرمایا اور ہم لوگوں کو رخصت کیا۔“

اس نہیں کے ایک دوست تھے۔ جو پیر پڑھے۔ دونوں میں دوستی تھی۔

شراب چھٹ گئی

میں نے پیر پڑھے سے کہا کہ تم بھی ہمارے پیر صاحب کے مرید بنو۔

میں نے کہا کہ میں تو تم جیسے ہو کہ ہم شراب کے عادی ہیں۔ اگر تمہارے پیر صاحب نے شراب پینے سے منع کیا ہے تو ہم مرید بننے کے تیار ہیں۔ یہ ہے ہماری شرط۔ اس طرح مذاق میں بات چیت ہوئی۔

میں نے یہ بات حضرت صاحب سے کہہ دی۔ جب پیر صاحب آئے تو پیر صاحب سے کہا کہوں جاتی تھی تم نے مناسب کہ تم اس شرط پر مرید ہونا چاہتے ہو کہ تم تمہیں شراب پینے سے منع کرنا۔ پیر صاحب نے انگریزی پڑھے نوکے آدمی۔ ولایت میں رہنے والے تھے۔ انہوں نے کہا کہ وہاں شراب پینا مناسب نہیں ہے۔ اس شرط پر اگر ممکن ہو تو بندہ چاہتا ہے کہ پیر صاحب سے مرید بنوں۔

میں منظور ہوا۔ مگر ایک شرط ہماری بھی ہے۔ ہمارے سامنے۔ پیر صاحب نے کہا کہ تم وعدہ کرتے ہیں کہ آپ کی موجودگی میں نہیں پیں گے۔ حضرت نے فرمایا کہ اچھا تو وعدہ کرنا ہے۔ اور غرض ان کو مرید کر لیا۔ اور وہ بھی انہی بات پر قائم رہے۔ جب تک پیر صاحب نے مرید

انہوں نے شراب نہیں پی بیفتہ عشرہ کے بعد پیر صاحب تشریف لے گئے۔ پیر صاحب بھی اسٹیشن تک ریل پر سوار کرنے گئے تھے۔ جب گاڑی روانہ ہو گئی تو پیر صاحب نے فوراً ہی شراب کا انتظام کر لیا اور اپنے خاص کمرہ میں بیٹھ کر شراب گلاس میں ڈال کر پیانی پیتے تھے کہ انہیں پیر صاحب نظر آئے۔ گلاس ہاتھ سے رکھ دیا تو دیکھا کوئی کچی نہیں۔ دوبارہ کوشش کی مگر دیکھا تو حضرت موجود ہیں۔ اب کے خادم کو آواز دی۔ کواڑ اور کھڑکیاں بند کروا دیں۔ بتی گل کروا دی اور اب جو گلاس اٹھایا تو کیا دیکھتے ہیں کہ بیک بیک روشنی ظاہر ہوئی اور حضرت صاحب عصا لئے ہوئے موجود ہیں۔ یہ ولایتیں یہے ہوئے لوگ وعدہ کے بہت پابند ہوتے ہیں۔ پیر صاحب نے شراب نہیں پی اور کچھ ایسی نفرت ان کے دل میں بیٹھ گئی کہ اسی وقت توبہ کی اور کچھ عمر بھر شراب کا زام نہیں لیا۔ جانے افضل یا آخرت کچھ ایسا ہی نام تھا ان پیر صاحب کا۔

اب پہاڑی کچھ ہی فاصلہ پر رہ گئی تھی کہ موٹر کے انجن میں کوئی خرابی واقع ہوئی۔ اور ہماری کار رگ گئی۔ ڈرائیور کی مسلسل کوشش کے باوجود گاڑی ٹھیک نہ ہوئی۔ حضرت اقدس نے فرمایا کہ صاحب مزار نے اشارات میں نشتگو شروع کر دی ہے۔ ان کا مطلب یہ ہے کہ اس دنیا کی کسی چیز پر بھروسہ نہیں کرنا چاہئے جب حضرت نے یہ فرمایا تو گاڑی ٹھیک ہو گئی۔ یہ دیکھ کر فرمایا کہ جب ان کی بات سمجھ میں آگئی تو بس کار ٹھیک ہو گئی۔ کھوڑی دیر کے بعد ایک گاؤں میں پہنچے جو دامن کوہ میں ہے۔ یہاں سے پہاڑی پر چڑھنا شروع ہو گیا۔ اور حضرت کے لئے ڈولی کا انتظام کر لیا گیا۔ پہاڑ پر چڑھتے چڑھتے ایک مقام پر پہنچے جہاں حضرت سخت اور بایا کا مزار ہے۔ وہاں حاضری دینے کے لئے حضرت ڈولی سے اترے اور دس پندرہ منٹ کے لئے مزار پر توجہ ہوئے۔ اس کے بعد حضرت نے فرمایا کہ بہت لطیف اور پرزنی نسبت ہے۔ اس میں استغراق اور گہرائی ہے کسی مزار پر توجہ ہونے کے بعد حضرت اقدس دریافت فرماتے تھے کہ کس قسم کی نسبت ہے تاکہ سالکین میں مختلف اقسام کی نسبت میں تمیز کرنے کی صلاحیت پیدا ہو۔ اور بعض اوقات خود ہی فرمایا کرتے تھے کہ اس قسم کی نسبت ہے۔ اس کے بعد پھر چڑھائی شروع کر دی۔ اور حاجی لنگ بابا کے مزار پر پہنچ گئے۔ وہاں پہنچے تو چار پائی۔ پلنگ۔ بستر۔ پانی۔ مکان سب انتظام موجود تھا۔ حضرت نے فرمایا دوپہر کا وقت حاضر ہوئے۔ پہلے کھانا وغیرہ کھالیں اس کے بعد حاضری دیں گے جب کھانا لایا گیا تو کئی قسم کی چیزیں تھیں۔ اور نہایت اچھی طرح یوپی کے انداز میں پکی ہوئی تھیں حضرت نے فرمایا کوئی یوپی کا باورچی معلوم ہوتا ہے۔ کھانا کھانے کے بعد حضرت نے بعد السلام صاحب سے فرمایا کہ

بہت گہری توجہ ہے۔ صحابیوں کا عاشق اور گہرائی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ آپ فی الواقع صحابی ہیں۔ فرمایا۔ اب ان کی توجہ شروع ہو گئی ہے۔ ہماری حاضری ہو گئی۔ اب جس وقت چاہیں گے ان کے ہاں چنے جائیں گے۔ ان کی توجہ تو پہاڑ پر آتے ہی شروع ہو گئی تھی۔ عبدالسلام نے عرض کیا کہ توجہ میں حقیقت ہے۔ اور یہاں مہذبہ بھی بہت نظر آ رہے ہیں فرمایا ہاں یہ عشق کی توجہ ہے جس قدر عشق زیادہ ہوتا ہے تفریق کم ہو جاتی ہے۔ عشق نہ جانے جات جاتا۔ نیند نہ جانے ٹوٹی کھاٹ۔ بھوک نہ جانے سوکھی باٹ۔ احقر کی طرف دیکھ کر فرمایا کہ تمہیں بھی کچھ محسوس ہوا۔ عرض کیا جی ہاں! فرمایا آج سے تم لوگ معنوی طور پر تابعی ہو گئے۔ ایک صحابی کو ملنے والا تابعی کہلاتا ہے۔ اولیاء کرام بھی صحابی ہیں کیونکہ انہوں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی ہے۔ حضرت غوث الاعظمؒ اور خواجہ غریب نوازؒ کا تربیت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کی تھی۔ لوگ کہتے ہیں کہ اولیاء کرام کا مرتبہ کتنا ہی بلند ہو وہ صحابہ کرام کے مرتبے کو نہیں پہنچ سکتے۔ کیونکہ صحابہ کرام کو صحبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم حاصل ہے۔ یہاں ایک نکتہ ہے۔ لوگ یہ نہیں جانتے کہ اولیاء کرام بھی معنوی صحابی ہیں۔ ان کو بھی صحبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم حاصل ہے۔

اس کے بعد حضرت اقدس نے لشکر خانہ پر هجوم دیکھا جس میں سید و اولیاء کرام سب شامل تھے۔ فرمایا کہ دیکھو مہذبہ کسے ملے ہوئے ہیں۔ گانہ بھی کہتا کچھ سہے اور کرتا کچھ سہے۔ کہتا تو ہے کہ میں رسول صلی اللہ علیہ وسلم ایک ہیں لیکن جب کھانا کھاتا ہے تو گٹر بند کی طرح پھپھ کر کھاتا ہے۔

اس کے بعد حضرت اقدس نے خطیب صاحب سے دریافت کیا کہ یہاں کی نسبت کیسی ہے۔ انہوں نے عرض کیا حضور یہاں کی نسبت تو بعینہ اجیر شریف کی ہی معلوم ہوتی ہے۔ حضرت نے فرمایا ہاں بہت مشابہت ہے۔ اس کے بعد فرمایا کہ نام تو معلوم ہو گیا ہے۔ آپ کا نام عبدالرحمن ہے۔ اب باقی عنایت دریافت کرنا کہ آپ کب آئے تھے اور کہاں رہے بے ادبی ہے نسبت میں ہمیت گہراں اور غرور۔ صحابیوں کی سی نسبت ہے۔ سمندر کا سا ظن رکھتے ہیں۔ دریائی جا میں۔ اور کھانے پینے کے معاملے میں لگاتے رہیں۔ توجہ میں لطافت بھی بہت ہے۔ اب دوسری قسم کا توجہ ہے۔

FAMILIARITY

(مانوس ہونا) بڑھے گی تو باقی حالات کا پتہ چل جائے گا۔

اس کے بعد شوکت صاحب نے عرض کیا کہ بٹ کچھ محسوس نہیں ہوا۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ CONCENTRATION (انہماک) کی PRACTICE (مشق) کرو۔ انشاء اللہ محسوس ہونے لگے گا۔

اب جو کام کرنا ہے نہیں کرنا ہوگا۔ ہم غذا بتا سکتے ہیں۔ مہضم کرنے کا طریقہ ہی بتا سکتے ہیں۔ لیکن کھانا ہمیں کھانا ہے۔ ہم مہناری بجائے نہیں کھا سکتے۔

اس کے بعد حج کا ذکر چھڑا۔ فرخ صاحب نے عرض کیا کہ آپ نے حج کیا ہے فرمایا
 ہاں لڑکپن میں ہم اپنے والد مرحوم کے ساتھ گئے تھے اس وقت حضرت حاجی
 امداد اللہ صاحب مہاجر ملی جم کی زیارت بھی ہوئی تھی۔ حرم شریف میں آپ مالکی مصلیٰ

پر بیٹھے رہتے تھے۔ ہمارے والد مرحوم ان کی خدمت میں گئے اور ہمیں بھی ساتھ لے گئے آپ نے ہمارے
 سر پر ہاتھ پھیرا اور دعا دی۔ فرخ صاحب نے عرض کیا کہ اس وقت آپ کی عمر کیا تھی۔ فرمایا دس گیارہ برس
 اس کے بعد فرخ صاحب نے عرض کیا کہ اگر آپ چاہیں تو آگے سال ایک پارٹی بنا کر ہم سب حج پر چلیں۔
 حضرت نے فرمایا جنگس کے دوران میں حج پر جانا بند تھا اب اجازت تو ہو گئی ہے لیکن اگر جائیں تو کافی
 عرصہ کے لئے جائیں اور حجی بھکر کر مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ میں رہیں۔ پورے سال کے لئے جائیں اور دوسرا
 حج کر کے واپس آئیں۔ رمضان شریف بھی وہیں مل جائے گا۔

دوسرے دن صبح حضرت حاجی ملنگ بابا کے مزار مبارک سے واپسی ہوئی حضرت
 اسمائے دوریہ کے لئے ڈولی کا انتظام کیا گیا۔ راستہ میں حضرت نے فرمایا۔ آجکل انتقام کا دور ہے

اور انتقام کے وقت توبہ و استغفار ضروری ہے۔ ہر زمانہ میں اللہ تعالیٰ کے کسی نہ کسی اسم کا دور ہوتا
 ہے۔ کبھی شاہ کا دور ہے کبھی غفار کا۔ کبھی قہار کا۔ اور کبھی جبار کا۔ آجکل یا مستقیم کا دور ہے اس
 لئے ڈرتے رہنا چاہئے۔ اس کے بعد یا قہار اور یا جبار کا دور شروع ہو گا۔ اور قیامت آ جائے گی
 لیکن قیامت مسلمانوں پر نہیں آئے گی۔ اس سے پہلے قرآن کے الفاظ اللہ جبار ہے اور مسلمان نہیں
 رہیں گے۔ تمام دنیا میں صرف ایک مسلمان ہو گا اور وہ ملک چین میں ہو گا۔ وہ صرف بکریاں بنا ہو گا۔ لیکن ہو گا قطب وقت

جب احقر حضرت اقدس سے رخصت ہو کر بیٹی سٹیشن پر گیا تو وہاں
 معاملات میں راستہ بازی فوجی پاس کے متعلق جھگڑا ہو گیا اور اس دن سفر پر روانہ نہ ہو سکا۔ اس لئے

واپس آیا۔ حضرت نے کھانے کے وقت دریافت فرمایا کہ آج کے واقعہ سے تم نے کیا سبق حاصل کیا
 ہے۔ احقر نے عرض کیا یہ کہ ہمیشہ EMERGENCY (دیوگامی صورت حال) کے لئے تیار رہنا چاہئے
 فرمایا نہیں۔ تم نے شروع سے غلط قدم اٹھایا۔ تم لوگ غلط طریقہ سے ملٹری پاس پر سفر کرتے ہو۔ بچ گئے

اور خیر ورنہ اگلا پچھلا حق ادا کرنا پڑتا ہے۔ یہ بہت غلط روٹیہ ہے۔ انسان کو STRAIGHT FORWARD راست باز) ہونا چاہئے۔ آئندہ یہ GAMBLING (جوئے بازی) کبھی نہ کرنا۔ یہ بہت بُری بات ہے۔ پہلے ہی سے اپنی ہر ایک چیز ٹھیک کر لینی چاہئے۔ تاکہ کسی کو موقع ہی نہ ملے۔ جب تم اپنے آپ کو درست نہیں کر سکتے تو دوسروں کی کس طرح اصلاح کرو گے۔ ان یورپین لوگوں کی طرح ایچ پی سی نہیں کرنا چاہئے۔ ایچ پی سی کی وجہ سے تو ان لوگوں پر قہر الہی نازل ہو رہا ہے۔ اس سے ہمیشہ بچنا چاہئے۔ خواہ تھوڑا کلاس ہی میں کیوں نہ سفر کرنا پڑے۔ دھوکہ جھوٹ۔ مکرو فریب سے ہمیشہ بچنا چاہئے۔ اور کوئی چانس (CHANCE) نہیں لینا چاہئے۔ فرمایا تم سب کا استاد فلاں ہے (مصلحتاً نام ظاہر نہیں کیا جاتا ہے) وہ اس معاملہ میں بہت تیز ہے۔ فاروق احمد بھی کبھی بھی ایسا کر لیتے تھے اب محتاط ہو گئے ہیں۔ تم لوگوں میں صرف شہید اللہ ایسے ہیں جو کبھی ایسا نہیں کرتے۔

مزارات کی حاضری ایک دفعہ احقر نے عرض کیا کہ مزارات کی حاضری کے وقت بعض اوقات یہ خیال رہتا ہے کہ صاحب مزار کو عزت توجہ کی جائے یا ذات کی طرف۔ فرمایا

بس وہی بات یاد رکھو۔ توجہ یہ خیال کرو کہ سب کچھ وہی ہے۔ اور یہ حضرات درمیان میں بزرخ ہیں وہی جنوہ گریے۔ لیکن مختلف ذرائع سے اس کا ظہور ہوا ہے۔ کبھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بزرخ میں کبھی خواجہ غریب نواز کے بزرخ میں کبھی شیخ کے بزرخ میں۔ لیکن فیضان سب ذات کا ہے۔

کیا دفعہ ارشاد فرمایا کہ یہ جنگ تذاب الؤ ہے۔ لگے گئے زمانے میں لوگ خدا کی مستی کے قائل تھے اس کے جب

دونا فرمانیاں کرتے تو امر سے ناک اور پھر ہستے تھے۔ اب چونکہ یہ لوگ خود فریب اور تھوڑے اس لئے اپنے دلچسپوں سے اپنے اور گریے برسا رہے ہیں۔

ارشاد فرمایا کہ ایک دفعہ مولانا نے فرمایا کہ یہ سب کچھ دنیاوی تھی بلکہ وہی پلٹا سہمہ۔ میں نے فرمایا مولانا نے اس کے لئے تاجگہ لے لور میں نے عرض کیا میں کا لٹا مشعل ہے۔ وقت بہت تنگ ہے۔ اسباب

سفر بھی ساتھ لینا ہے۔ اس پر مولانا صاحب نے فرمایا اس طرح چلے بیو۔ غرض سب تم

اسٹیشن پہنچے تو معلوم ہوا کہ ٹرین کافی لیٹ ہے۔ مولانا صاحب نے فرمایا کہ جاؤ اب اتنا وقت ہے کہ تم ٹیٹے جا کر آسانی سے اسباب وغیرہ لاسکتے ہو۔ اب یہ بھی مناسب نہیں تھا کہ مولانا صاحب کو تنہا چھوڑ کر چلا جاؤں۔ اتفاق سے اس وقت ایک واقعہ رئیسہ اسٹیشن پر موجود تھی اور ان کے ہمراہ کئی نوکر جا کر بھی تھے۔ ہم نے اجازت لے کر ان رئیسہ سے کہا انہوں نے فوراً اپنے ایک ملازم کو دوڑایا۔ اور تھوڑی دیر میں ہم لوگوں کا رخت سفر بھی آگیا۔ مولانا صاحب نے فرمایا دیکھا تم نے تم لوگوں کا توکل بہت ناقص ہے۔ ان پر بھروسہ رکھو تو سب کام آسان ہو جاتے ہیں۔ میں اس وقت یہ بھی سوچ رہا تھا کہ ٹکٹ کے پیسے بھی نہیں ہیں ہدف کس طرح کریں گے؟ کیا بلا ٹکٹ ریل پر سوار ہونگے۔ اتنے میں ٹرین بھی آگئی اور ہماری بیچ کے سامنے ایک اسپیشل SALOON آکر رک گیا۔ اس میں ایک صاحب بیٹھے ہوئے تھے جو بہت بڑے رئیس تھے اور مولانا صاحب کے مرید بھی۔ ان کی جو نظر مولانا صاحب پر پڑی تو وہ فوراً گاڑی سے اتر کر مولانا صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ دست بوسی کے بعد عرض کیا کہ حضور دلی کا قصد ہے۔ مولانا صاحب نے فرمایا۔ ہاں دلی جا رہے ہیں رفیق کے ہاں۔ انہوں نے عرض کیا تو حضور اس ڈبے میں تشریف لے چلیں میں بھی رفیق ہی کے ہاں جا رہا ہوں۔ عرض اس طرح ہم دلی پہنچ گئے۔ اب اسٹیشن پر مہانوں کے لئے موٹر کاریں موجود تھیں۔ کار پر پہنچ کر رفیق صاحب کی کوٹھی پر پہنچ گئے۔ چونکہ اکثر شاہی بیابانہ کے موقعوں پر اعزہ یا برادری کے لوگوں کو صاحب خانہ کی کم التعماری کا کلمہ پیرا ہو جاتا ہے۔ محض اس وجہ سے رفیق صاحب نے مولانا صاحب کو شاہی کی اطلاع نہیں دی تھی۔ کیونکہ مولانا صاحب کی موجودگی میں وہ اور مہانوں کا خیال نہیں رکھ سکتے تھے۔ لیکن جب مولانا صاحب ان کے ہاں پہنچ گئے تو ان کی خوشی کی کوئی انتہا نہ تھی گھر والوں سے کہہ دیا کہ اب ہم کام میں حصہ نہ لیں گے اب سارے کام آپ لوگوں کو انجام دینے ہونگے۔ اب ہم اپنے شیخ کی خدمت پر رہیں گے۔ عرض سر محمد رفیق کے گھر اس وقت کافی چہل پہل تھی۔ رئیس وکیل بیرسٹر آئے ہوئے تھے سب کو چھوڑ چھاڑ مولانا صاحب کی خدمت میں رہنے لگے۔ مولانا صاحب نے فرمایا ڈولی منگواؤ ہم حضرت کلیم اللہ جہاں آبادی کے مزار پر جائیں گے فوراً ڈولی حاضر کی گئی مولانا صاحب نے اپنے جوتے اتارے اور ڈولی میں بیٹھ گئے ایک خادم نے جوتے اٹھائے اپنے منہ فرمایا اور سر رفیق کو حکم دیا اسی وقت لپک کر سر رفیق نے جوتے اٹھائے اور ڈولی کے ساتھ ساتھ چلنے لگے کہار جب تیر چلتے تھے تو ان کو چھپے چھپے دوڑنا پڑتا تھا۔ عرض اتنا بڑا آدمی۔ دلی شہر اور شاہی کا موقع اس بہیت سے دہلی کے بھرے بازار سے گذرنا ہوا حضرت کلیم اللہ شاہ جہاں آبادی کے مزار اقدس پر اپنے شیخ کے ہمراہ پہنچا۔